مَجْمُوْعَةُ اَجْوِبَةِ اَسْئِلَةِ الْبَرِيَّةِ مِنْ (حَلْقَةِ مَسَائِلِ شَرْعِيَّةِ)

مسائل شرعیہ کی جانب سے مخلوق کے سوالات کے جوابات کا مجموعہ

فتاوی مسائل شرعیہ

جلد ششم

مرتب

حضرت مولانا تاج محمد قادری واحدی صاحب قبلہ دامت برکاتہم العالیہ

مقام کاسیڈیہ پوسٹ چمروپور تحصیل اترولہ ضلع بلرامپور یوپی (الہند)

ناشرین: منتظمین مسائل شرعیہ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

فَسۡئَلُوۡۤا اَہۡلَ الذِّکۡرِ اِنۡ کُنۡتُمۡ لَا تَعۡلَمُوۡنَ

تو اے لوگو! علم والوں سے پوچھو اگر تمہیں علم نہیں (کنز الایمان، سورۃ النحل ۴۳)

۲۵۱/ فتاویٰ کا مجموعہ

فتاویٰ مسائل شرعیہ

جلد ششم

مرتب

خلیفۂ حضور ارشد ملت وخلیفۂ حضور منظور ملت

حضرت مولانا تاج محمد قادری واحدی صاحب قبلہ دامت برکاتہم العالیہ

مقام گائیڈیہ پوسٹ چمروپور تحصیل اترولہ ضلع بلرام پور یوپی (الہند)

ناشرین

جملہ اراکین مسائل شرعیہ

کتاب کا نام	:	فتاوی مسائل شرعیہ (ششم 6)
مرتب	:	خلیفۂ حضور ارشد ملت مولانا تاج محمد قادری واحدی صاحب قبلہ
تصحیح	:	حضرت علامہ و مولانا ابو عبد اللہ محمد ساجد چشتی صاحب قبلہ
		حضرت علامہ و مولانا قاری عبید اللہ حنفی صاحب قبلہ
نظر ثانی	:	حضرت علامہ مولانا، سید نذیر الہاشمی شہروردی صاحب قبلہ
		حضرت مولانا، مفتی محمد اسامہ قادری صاحب قبلہ
حسب فرمائش	:	ممبران مسائل شرعیہ گروپ
سیٹنگ	:	(تاج محمد قادری واحدی)9984820639
پروف ریڈنگ	:	اراکین مسائل شرعیہ گروپ
سنہ اشاعت	:	۱۴۴۵ھ مطابق ۲۰۲۵ء فروری
صفحات	:	چارسو چوراسی (۴۸۰)

فتاوی مسائل شرعیہ کے لئے یہاں کلک کریں	فتاوی علمائے اہلسنت کے لئے یہاں کلک کریں
ہندی فتاوی کے لئے یہاں کلک کریں	یوٹوب چینل کے لئے یہاں کلک کریں

صدقات وخیرات کے لئے یہاں کلک کریں

(اجمالی فہرست)

پڑھنے کے لئے فہرست پر کلک کریں

(نظم درشان حلقۂ مسائل شرعیہ)

ہے "مسائل شرعیہ" انعامِ خداوندی
سرکار کی جانب سے پیغامِ خداوندی
بتلائے گئے اہلِ حاجت کے سوالوں پر
منجانب علماء ہیں احکامِ خداوندی
ہو سارے محبین حلقہ پہ شہِ بطحا
اس خدمتِ دینی پر اکرامِ خداوندی
ہو بانئ حلقہ پر بارانِ کرم دائم
اور جملہ مصدق ہوں در کامِ خداوندی
ہر منتظمِ حلقہ خدمت کا صلہ پائے
لکھ "شمس" حزیں مقطع از نامِ خداوندی

از: سید شمس الحق برکاتی مصباحی صاحب قبلہ

(شرف انتساب)

میں اس کتاب کو اس بابرکت کے نام منسوب کرتا ہوں جن کی دعاؤں،محنتوں ، شفقتوں اور کاوشوں کی بدولت میں اس لائق ہوا یعنی پیر طریقت رہبر راہ شریعت شہزادۂ نور العین حضرت علامہ مولانا الحاج الشاہ سید محمد خلیق اشرف صاحب قبلہ دامت برکاتہم العالیہ کچھوچھہ شریف پرنسپل دارالعلوم اہلسنت اشرفیہ مظہرالعلوم دھانے پور گونڈہ

اور

ساتھ ہی ساتھ اس عظیم شخصیت کے نام جن کے فیوض و برکات نے مسائل شرعیہ کو عروج بخشا، جن کی محنتوں نے محبین کو ہنرمند بنادیا، جن کی محبتوں نے خلق عظیم کا سبق سکھایا یعنی ناشر مسلک اعلیٰ حضرت خلیفۂ حضور تاج الشریعہ حضرت علامہ ومولانا الشاہ مفتی سید شمس الحق برکاتی مصباحی صاحب قبلہ دامت برکاتہم القدسیہ قاضی شرع اسٹیٹ گوا

سگ بارگاہ اولاد رسول

محمد وسیم فیضی

بانی گروپ مسائل شرعیہ

(ہدیہ تشکر)

۱	امام الائمہ کاشف الغمہ سیدنا امام اعظم ابو حنیفہ علیہ الرحمہ (وصال ۱۵۰ھ)
۲	سید الاصفیاء، رئیس الاتقیاء، سیدنا شیخ ابو اسحق شامی چشتی علیہ الرحمہ بانی سلسلہ عالیہ چشتیہ وصال ۳۲۹ھ
۳	قطب الاقطاب، غوث الاغواث، بڑے پیر، روشن ضمیر، حضرت سیدا لشیخ عبد القادر الجیلانی البغدادی المعروف بہ سرکار غوث پاک علیہ الرحمہ بانی سلسلہ عالیہ قادریہ (وصال ۵۶۱ھ)
۴	قطب الآفاق، حضرت سیدنا الشیخ ابو نجیب عبد القاہر ضیاء الدین سہروردی علیہ الرحمہ بانی سلسلہ عالیہ سہروردیہ (وصال ۵۶۳ھ)
۵	خواجۂ خواجگاں، سیدنا شیخ بہاء الدین نقشبند بخاری علیہ الرحمہ بانی سلسلہ عالیہ نقشبندیہ وصال ۶۶۸ھ
۶	سند الکاملین، قطب الواصلین، سلطان العارفین، سراج السالکین، عارف باللہ، جامع شریعت و طریقت، سید میر عبد الواحد بگرامی رضی اللہ عنہ (وصال ۱۰۱۷ھ)
۷	امام ربانی، قیوم زمانی، واقف اسرار سبع مثانی، عارف مقطعات قرآنی محبوب یزدانی مجدد الف ثانی حضرت شیخ احمد فاروقی نقشبندی، سرہندی علیہ الرحمہ (وصال ۱۰۳۴ھ)
۸	مجدد اعظم، اعلیٰ حضرت، امام احمد رضا خاں قادری علیہ الرحمہ (وصال ۱۳۴۰ھ)
۹	فقیہ اعظم، صدر الشریعہ، علامہ، امجد علی اعظمی رضوی علیہ الرحمہ (وصال ۱۳۶۷)
۱۰	تاجدار اہلسنت، مفتی اعظم ہند، علامہ، محمد مصطفی رضا خاں قادری علیہ الرحمہ (وصال ۱۴۰۲ھ)
۱۱	شیخ المشائخ، صوفی، الشاہ، محمد یار علی المعروف بہ حضور شعیب الاولیاء علیہ الرحمہ (وصال ۱۳۸۷ھ)
۱۲	رئیس المتکلمین علامہ مفتی بدر الدین احمد قادری، رضوی علیہ الرحمہ (وصال ۱۴۱۲ھ)
۱۳	مصنف کتب کثیرہ، فقیہ ملت، مفتی جلال الدین امجدی علیہ الرحمہ (وصال ۱۴۲۲ھ)
۱۴	تاج الاصفیاء، خطیب البراہین، علامہ مفتی محمد نظام الدین قادری محدث بستوی علیہ الرحمۃ ۱۴۳۴ھ
۱۵	حضور تاج الشریعہ، مفتی محمد اختر رضا خاں قادری رضوی ازہری علیہ الرحمہ (وصال ۱۴۴۰ھ)
۱۶	امام الہدی، مجدد طریقت، بحر العرفان، حضرت مفتی آفاق احمد مجددی نقشبندی علیہ الرحمہ ۱۴۴۰ھ

(خراج عقیدت)

١	سلطان الاساتذہ،ممتاز الفقہا،سید الاصفیاء،رئیس الاتقیاء،سلطان المناظرین،غیظ المنافقین والمرتدین ،نائب قاضی القضاۃ فی الہند جانشین حضور صدر الشریعہ حضور محدث کبیر حضرت علامہ الحاج الشاہ مفتی **محمد ضیاء المصطفی** صاحب قبلہ قادری متعنا اللہ بطول حیاتہ ونفعنا من علومہ و فیوضاتہ و برکاتہ بانی وسربراہ اعلی الجامعۃ الامجدیہ رضویہ وکلیۃ البنات الامجدیہ رضویہ گھوسی ضلع مئو (یوپی)
٢	مخزن علم وادب،پیکر جود وسخا،سراپا زہد وتقویٰ،خلیفہ وداماد حضور بحر العرفان،حضرت علامہ مولانا ڈاکٹر **سید نور عالم** صاحب قبلہ مصباحی دامت برکاتہم العالیہ،البرکات ایجوکیشنل سینٹر علی گڑھ یوپی
٣	پیر طریقت،رہبر راہ شریعت شہزادہ وخلیفہ حضور طاہر ملت حضرت علامہ مولانا الحاج الشاہ **سید سہیل میاں واحدی** صاحب قبلہ دامت برکاتہم العالیہ سربراہ اعلیٰ دارالعلوم واحدیہ طیبیہ بلگرام شریف
٤	پیر طریقت رہبر راہ شریعت خلیفۂ خلفائے اعلیٰ حضرت حضرت علامہ ومولانا **محمد ارشد سبحانی اویسی** صاحب قبلہ دامت برکاتہم العالیہ
٥	شہزادہ حضور شعیب الاولیاء مفکر اسلام حضرت علامہ مولانا الحاج **غلام عبد القادر** صاحب قبلہ علوی سجادہ نشین خانقاہ فیض الرسول وناظم اعلی دارالعلوم اہلسنت فیض الرسول براؤں شریف سدھارتھ نگر یوپی
٦	پروفیسر حضرت **سید شاہ محمد امین میاں برکاتی** دام ظلہ النورانی سجادہ نشین،،خانقاہ عالیہ برکاتیہ مارہرہ
٧	پیر طریقت رہبر راہ شریعت شہزادہ حضور بدر ملت خلیفہ حضو رتاج الشریعہ مفتیٔ مذاہب اربعہ مصنف کتب کثیرہ حضرت علا مہ الحاج الشاہ **مفتی محمد رابع نورانی شاہ بدری صدیقی** مد ظلہ العالی استاذ الافتاء والتدریس دارالعلوم اہل سنت فیض الرسول براؤں شریف سدھارتھ نگر وسجادہ نشین آستانہ عالیہ حضور بدر العلماء بڑھیا شریف وقاضی شرع ضلع سدھارتھ نگر یوپی الہند

گر قبول افتد زہے عز وشرف

جملہ اراکین مسائل شریعہ

(برائے ایصال ثواب)

۱	نور محمد رضوی، وحسن محمد مشاہدی گائیڈیہ	۲۴	نظام الدین سریاباز ار
۲	زوجہ حسن محمد گائیڈیہ	۲۵	محمد ابراہیم کے جملہ مرحومین
۳	محمد عثمان حسن پور حیدرآباد	۲۶	عبدالغفار نبی ڈیہ مہدیہ موڑ
۴	عائشہ بیگم قطار پوراترولہ	۲۷	رمضان علی میاں تاری
۵	الحاج عبدالمصطفی بیجاپور کرناٹک	۲۸	محمد حسین اشرفی پونہ
۶	شجاعت علی بیجاپور کرناٹک	۲۹	مومنہ خاتون
۷	محمد وزیر خان نالاسوپارہ ممبئی	۳۰	مہرالنساء
۸	زین العابدین مہراج گنج	۳۱	نصراللہ خان
۹	جلال الدین نظامی پرساقطب	۳۲	غوثیہ بانوں
۱۰	ناظمہ بیگم ڈفلڈ ہوادولت پورگرنٹ	۳۳	ساجد خان
۱۱	ناظمہ خاتون مجری باز ارگورکھپور	۳۴	سعیدالنساء
۱۲	سلمہ خاتون	۳۵	صابرہ خاتون
۱۳	محمد ہارون رامپورو ہ ایم پی	۳۶	عاشرون بانوں
۱۴	آل حسن ڈفلڈ یہوادولت پورگرنٹ	۳۷	شاکرہ بانوں
۱۵	ہاجرہ خاتون املیااترولہ	۳۸	آمنہ بانوں
۱۶	محمد بشیر ڈفلڈ یہوادولت پورگرنٹ	۳۹	یعقوب خان
۱۷	ہاجرہ بیگم // // //	۴۰	عبدالستار خان
۱۸	محمد الیاس سدھارتھ نگر	۴۱	ممتاز خان
۱۹	سحرالنساء مقام راماپور	۴۲	محمد یوسف پڑری سری گنج
۲۰	مولانا محمد یونس صاحب	۴۳	والدہ محمد مجیم صاحب پڑری سری گنج
۲۱	حبیب النساء والدہ رجب علی	۴۴	والدہ شیر علی گائیڈیہ
۲۲	جمنی خاتون	۴۵	مرحوم محمد جہانگیر انصاری
۲۳	ملک امان بھیونڈی ممبئی	۴۶	امت محمدیہ کے جملہ مرحومین

(اسمائے اراکین)

۱	حضرت علامہ، مولانا سید محمد نذیر الہاشمی سہروردی دامت برکاتہم العالیہ، شاہی دار القضا وآستانۂ عالیہ غوثیہ سہروردیہ داہود شریف گجرات	(صدر اعلی)
۲	حضرت،مولانا ،تاج محمد قادری ،واحدی ،صاحب قبلہ مقام گائیڈیہ پوسٹ چمروپورا اترولہ ضلع بلرام پور یوپی	(سرپرست)
۳	حضرت مولانا ابوعبداللہ محمد ساجد چشتی صاحب قبلہ شاہجہاں پوری	(نائب سرپرست)
۴	حضرت مولانا،مفتی محمد اسامہ قادری صاحب قبلہ	(مصدق اعلی)
۵	حضرت،مولانا،محمد وسیم فیضی رضوی صاحب قبلہ مقام رضانگر ڈفلڈہوا پوسٹ دولت پور تحصیل منکاپور ضلع گونڈہ یوپی	(بانی)
۶	مولانا محمد معصوم رضا نوریؔ صاحب قبلہ مقام مہواڈھارنزد پیپر بازار پوسٹ مہدیہ تحصیل اترولہ ضلع بلرام پور	(نگراں)
۷	حضرت حافظ وقاری محمد آصف رضا اشرفی صاحب قبلہ مقام ہتھیرا پوسٹ شوکالاجوت ضلع سدھارتھ نگر یوپی	(نائب نگراں)

اراکین سے رابطہ کرنے کے لئے سرخ رنگ پر کلک کریں

(اسمائے ممبران)

۱	مولانا قاری عبید اللہ قادری رضوی صاحب قبلہ مقام قصبہ دھونرہ ضلع بریلی شریف یوپی
۲	مولانا محمد علی قادری واحدی صاحب قبلہ مقیم حال ہتھیا گڑھ ضلع گونڈہ یوپی (الہند)
۳	حافظ وقاری محمد معراج رضوی صاحب قبلہ موضع براہی تحصیل وضلع سنبھل مراد آباد یوپی الہند
۴	مولانا محمد عمران قادری تنویری صاحب قبلہ مقام مجھریٹی پوسٹ سابر پور تحصیل منکا پور ضلع گونڈہ
۵	مولانا محمد رجب علی قادری فیضی صاحب قبلہ مقام گدی پور پوسٹ انٹئی رامپور تحصیل اترولہ بلرامپور
۶	مولانا محمد فرقان برکاتی امجدی صاحب قبلہ مقام کائیڈیہ پوسٹ چمروپور تحصیل اترولہ بلرام پور
۷	مولانا محمد انوار الدین برکاتی صاحب قبلہ مقام تکیہ نور علی پوسٹ بانک بازار تحصیل اترولہ ضلع بلرامپور
۸	مولانا محمد عتیق اللہ صدیقی یارعلوی فیضی صاحب قبلہ کھڑریا بزرگ پھلواپور پوسٹ گورا بازار سدھارتھ نگر
۹	مولانا محمد الطاف حسین قادری صاحب قبلہ مقام مونڈا بزرگ تحصیل نگھاسن مقیم حال ڈانگا یوپی
۱۰	مولانا محمد مدثر جاوید رضوی صاحب قبلہ مقام دھانگڑھا، وایہ بہادر گنج، ضلع کشن گنج بہار
۱۱	مولانا غلام محمد صدیقی فیضی صاحب قبلہ پھلواپور پوسٹ گورا بازار ضلع سدھارتھ نگر یوپی
۱۲	مولانا رضوان القادری اشرفی صاحب قبلہ سیمر باری ددھی کشی نگر یوپی الہند
۱۳	مولانا مجسم حسین مصباحی صاحب قبلہ مقام بدھوا چک شریف منڈرو تھانہ ٹھاکر گنگٹی ضلع گڈا جھارکھنڈ

(اسمائے مجیبین)

نمبر	اسمائے گرامی	تعداد
۱	حضرت علامہ، مولانا سید محمد نذیر الہاشمی سہروردی دامت برکاتہم العالیہ، شاہی دار القضا وآستانہ عالیہ غوثیہ سہروردیہ داہود شریف گجرات	۱۱
۲	خلیفۂ حضور نبیرۂ شعیب الاولیاء، حضرت علامہ، مولانا، الحاج، الشاہ، مفتی منظور احمد یار علوی صاحب قبلہ دامت برکاتہم العالیہ استاد دار العلوم اہلسنت برکاتیہ گلشن نگر جوگیشوری ممبئی	۱
۳	خلیفۂ حضور ارشد ملت، حضرت مولانا، تاج محمد قادری، واحدی، صاحب قبلہ مقام گائیڈیہ پوسٹ چمروپور تحصیل اترولہ ضلع بلرام پور یوپی الہند	۳۸
۴	خلیفۂ تاج ملت حضرت علامہ، مولانا، مفتی محمد اسامہ قادری صاحب قبلہ	۳۰
۵	مولانا ساجد رضا چشتی صاحب قبلہ ساکن مدناپور تحصیل وضلع شاہجہان پور یوپی الہند	۲
۶	حضرت مولانا قاری عبید اللہ قادری رضوی صاحب قبلہ مقام قصبہ دھونرہ بریلی شریف	۱۹
۷	حضرت علامہ، مولانا عبد الوکیل صدیقی نقشبندی صاحب قبلہ پھلودی راجستھان الہند	۱۷
۸	خلیفۂ حضور ارشد ملت، حضرت مولانا محمد معصوم رضا نوریؔ صاحب قبلہ مقام مہواڈھارنزد پیپر بازار پوسٹ مہدیہ تحصیل اترولہ ضلع بلرام پور یوپی الہند	۱۷
۹	حضرت مولانا محمد علی قادری واحدی صاحب قبلہ مقیم حال ہتھیا گڑھ ضلع گونڈہ یوپی	۱۴
۱۰	خلیفۂ حضور ابراہیم ملت مولانا محمد مدثر جاوید رضوی صاحب قبلہ مقام دھانگڑھا، وایہ بہادر گنج، ضلع کشن گنج بہار	۱۴
۱۱	حضرت مولانا محمد عمران قادری تنویری صاحب قبلہ مقام مجھریٹی پوسٹ سابرپور تحصیل منکاپور ضلع گونڈہ یوپی الہند	۱۰
۱۲	خلیفۂ حضور ارشد ملت، حضرت مولانا محمد عتیق اللہ صدیقی یار علوی، فیضی، صاحب قبلہ مقام کھڑیا بزرگ پھلواپور پوسٹ گورابازار ضلع سدھارتھ نگر یوپی	۱۰

۱۳	خلیفۂ حضور ارشد ملت، حضرت مولانا، غلام محمد صدیقی، فیضی، صاحب قبلہ مقام کھڑریا بزرگ عرف پھلوا پور پوسٹ گوراباز ار ضلع سدھارتھ نگر یوپی (الھند)	۷
۱۴	خلیفۂ حضور ارشد ملت، حضرت مولانا محمد ابراہیم خاں امجدی، قادری، رضوی، صاحب قبلہ رحمت جوت پوسٹ علی پور بزرگ تحصیل اترولہ ضلع بلرامپور یوپی الھند	۶
۱۵	حضرت مولانا محمد افسر خاں سعدی صاحب قبلہ مقام سرکار گڑھ تحصیل گولا ضلع لکھیم پور کھیری یوپی الہند	۶
۱۶	خلیفۂ حضور تاج ملت حضرت قاری محمد معراج رضوی صاحب قبلہ موضع براہی تحصیل وضلع سنبھل مراد آباد یوپی الہند	۵
۱۷	خلیفۂ حضور شریف ملت حضرت مولانا محمد فرقان برکاتی امجدی صاحب قبلہ مقام گائیڈیہ چمروپورا اترولہ بلرام پور	۴
۱۸	حضرت مولانا محمد قمر امتیاز رضوی امجدی صاحب قبلہ مقام مدنگنڈی پوسٹ، بلیا، تھانہ برنی، ضلع گریڈیہ جھارکھنڈ الھند	۴
۱۹	مولانا محمد الطاف حسین قادری صاحب قبلہ مقام مونڈا بزرگ تحصیل نگھاسن مقیم حال ڈانگا یوپی	۴
۲۰	خلیفۂ حضور تاج ملت، حضرت مولانا ابوکوثر محمد ارمان علی حنفی قادری جامعی واحدی صاحب قبلہ سیتامڑھی بہار الہند	۳
۲۱	حضرت، مولانا محمد وسیم فیضی رضوی صاحب قبلہ مقام رضا نگر ڈفلڈ ہوا پوسٹ دولت پور تحصیل منکا پور ضلع گونڈہ یوپی	۲
۲۲	حضرت مولانا انیس الرحمن رضوی صاحب قبلہ مقام مولوی گاوں پوسٹ گوٹی تھانہ رسیا تحصیل نانپارہ موضع مہرتھا ضلع بہرائچ شریف یوپی الہند	۲
۲۳	حضرت مولانا محمد جواد القادری صاحب قبلہ مقام روسا پوسٹ کھمارہ ضلع لکھیم پور کھیری	۲

۲۴	حضرت مولانا محمد ایاز حسین تسلیمی ساکن محلہ ٹانڈہ متصل مسجد مدار اعظم بہیڑی بریلی شریف	۲
۲۵	حضرت مولانا ابو الاحسان محمد مشتاق احمد قادری رضوی صاحب قبلہ خطیب و امام نگینہ مسجد مہاراشٹر، الہند	۲
۲۶	حضرت مولانا کریم اللہ رضوی صاحب قبلہ خادم التدریس دار العلوم مخدومیہ اوشیورہ برج جوگیشوری ممبئی ساکن علاء الدین پور گلر ہوا ضلع گونڈہ یوپی الہند	۱
۲۷	حضرت مولانا محمد ریحان رضا رضوی صاحب قبلہ فرحا باڑی ٹیڑھا گاچھ وایہ کشن گنج بہار	۱
۲۸	حضرت مولانا مرحوم اشفاق عطاری صاحب مقام ہلکھوری عرف ہلال پور پوسٹ، وتھانہ جلیشور ضلع مہوتری نیپال	۱
۲۹	حضرت مولانا غلام غوث اجملی صاحب قبلہ پورنوی بائسی پورنیہ بہار صدر المدرسین دار العلوم محمدیہ رحمانیہ قادریہ بلہا پنڈول مدھوبنی بہار	۱
۳۰	حضرت مولانا سالک رضا حبیبی صاحب قبلہ اڑیسہ، جالیسر، پچھم باڑ، مدرس مدرسہ غریب نواز، گھاٹ شیلہ، بگولہ، جھارکھنڈ	۱
۳۱	حضرت مولانا محمد سلطان رضا شمسی صاحب قبلہ مقام بلہا ضلع دھنوشا نیپال	۱
۳۲	حضرت مولانا انوار رضا فیضی صاحب قبلہ بینی نگر کٹھیلا بازار ضلع سدھارتھ نگر یوپی	۱
۳۳	حضرت مولانا عسجد رضا نظامی صاحب قبلہ بائسی پرنیا بہار	۱
۳۴	حضرت مولانا محمد صدام حسین قادری فیضی صاحب قبلہ بارک پاڑ سدھارتھ	۱
	نوٹ علمائے کرام کے اسماء کو انکے مراتب کے اعتبار سے بترتیب نہ رکھنے کے لئے معذرت خواہوں، امید ہے درگزر فرمائیں گے۔	

(اسمائے مصدقین)

حضرت علامہ، مولانا محمد نذیر الہاشمی دامت برکاتہم العالیہ شاہی دار القضا وجانشین آستانہ عالیہ غوثیہ سہرورد یہ داہود شریف گجرات	۱
حضرت مولانا، تاج محمد قادری واحدی صاحب قبلہ مقام گائیڈیہ پوسٹ چمرو پور تحصیل اترولہ ضلع بلرام پور یوپی (الہند)	۲
حضرت علامہ ومولانا ساجد رضا چشتی صاحب قبلہ ساکن مدنا پور تحصیل وضلع شاہجہان پور یوپی الہند	۳
خلیفۂ تاج ملت، حضرت علامہ مولانا، مفتی محمد اسامہ صاحب قبلہ	۴
حضرت مولانا قاری عبید اللہ قادری رضوی صاحب قبلہ مقام قصبہ دھونرہ بریلی شریف یوپی الہند	۵

(عرض ناشر)

الحمدللہ رب العلمین والصلوۃ والسلام علی اشرف الانبیاء والمرسلین
وعلی الہ الطیبین واصحابہ المطھرین اجمعین

امابعد!

آج سے تقریباسات سال قبل جب گروپ پر دینی فقہ مسائل کو پوچھنے اور بتانے کارواج عام نہیں تھااکثرحضرات فون پرمسئلہ معلوم کرتے تھے پھر دل میں خیال آیا کہ کیوں نہ ایک گروپ بنا کر علمائے کرام کو جڑلیا جائے تاکہ قوم کی رہنمائی کرتے رہیں اورمسائل شرعیہ سےلوگ واقف ہوسکیں۔ چونکہ گروپ بنانے کاطریقہ معلوم نہیں تھااس لئے برادرگرامی مولاناانوارالدین صاحب کے ذریعہ سات سال قبل گروپ بنوایا۔

پھرعلمائے کرام کو جوڑتارہا محب العلماء مولانا محمدعلی واحدی صاحب کے ذریعہ مولانا تاج محمد واحدی صاحب گروپ سے منسلک ہوئے اوراپنے بہترمشوروں سےنوازتے رہے،انہیں کےمشوروں سے مشاورت،تربیت،الگ سے بنایا گیا جو بہت مفید ثابت ہوا۔پھرارا کین کے مشوروں سے مفتی منظورصاحب قبلہ کوسرپرست اورمولاناتاج محمدواحدی صاحب کونائب سرپرست بنادیاگیا۔

پھرکچھ دنوں کے بعدمفتی منظورصاحب قبلہ مصروفیات کی وجہ سے گروپ سے لیفٹ ہوگئے تو مولاناتاج محمدصاحب کی دینی خدمات کو دیکھتے ہوئے انہیں سرپرست بنادیاگیا۔

بحمدہ اللہ تعالیٰ مولانا موصوف کافی محنت اورخلوص کے ساتھ مسائل شرعیہ کی سرپرستی انجام دے رہے ہیں،حضرت کی سرپرستی میں کئی ایک علمائے کرام ومفتیان عظام فتوی لکھنے کاکام انجام دے رہے ہیں،انہیں حضرات کے فتاوی کا مجموعہ بنام فتاوی مسائل شرعیہ کی پانچ جلدیں مولانا تاج محمد واحدی صاحب قبلہ کی کاوشوں سے منظرعام پرآچکی ہیں۔یہ جلد ششم (۶) ہے جوآپ کے زیرمطالعہ

ہے،انشاءاللہ تعالیٰ جلد ہفتم ،(۷)اور جلد ہشتم (۸)عید کے بعد منظر عام پر آجائے گا۔

آپ حضرات سے گزارش ہے کہ اس فتاوی سے خود فائدہ اٹھائیں اور اپنے دینی بھائیوں کو بھی شیئر کریں،ہاں اگر کوئی خامی نظر آئے تو اراکین کو آگاہ فرما کر شکریہ کا موقع عنایت کریں ہم آپ کے مشکور ہونگے۔

لائق صد احترام ہیں جملہ اراکین جو مولانا تاج محمد واحدی صاحب کے شانہ بشانہ کھڑے رہے اور مولانا موصوف اپنے مقصد میں کامیاب ہوئے۔

دعا ہے مولیٰ تعالیٰ اپنے حبیب نبی کریم ﷺ کے صدقہ وطفیل جملہ اراکین کو بالخصوص مولانا تاج محمد واحدی صاحب کو اجر عظیم عطا فرما کر دارین کی نعمتوں سے مالا مال فرما۔آمین یارب العلمین

دعا گو و دعا جو

محمد وسیم فیضی

بانی مسائل شرعیہ

(نگاہ اولین)

الحمدللہ رب العلمین والصلوۃ والسلام علی اشرف الانبیاء والمرسلین
وعلی الہ الطیبین واصحابہ المطھرین اجمعین

اما بعد!

دور حاضر میں تقریر آسان ہوتی جارہی ہے جب کہ تدریس وتصنیف کا کام دشوار ہوتا جارہا ہے یعنی کتابوں کی ورق گردانی کرکے تحریر کرنا پھر تصحیح وتصدیق کا مرحلہ سامنے آتا ہے جو یقینا ایک دشوار امر ہے جس کے لئے دیگر احباب کی مدد کی ضرورت ہوتی ہے۔

الحمدللہ ہمارے اراکین نے بھرپور ہماری مدد کی، کاندھے سے کاندھا ملا کر کھڑے رہے، مثلاً فتاوی کی تصحیح محب گرامی حضرت مولانا ساجد علی صاحب قبلہ ومحب گرامی قاری عبید اللہ صاحب قبلہ ودیگر محببین حضرات نے کی ہے۔قرآن کی عربی عبارت کی تصحیح محترم قاری معراج صاحب نے کی ہے۔ قرآن کا ترجمہ کنزالایمان سے رکھا گیا ہے اس کی تصحیح برادر اصغر مولانا فرقان صاحب نے کی ہے۔البتہ فتاوی رضویہ کی عبارت میں جو قرآن کا ترجمہ دعوت اسلامی نے تحریر کیا ہے اس کو ویسے ہی رکھا گیا ہے۔

یعنی پانچوں جلدوں کی طرح جلد ششم آپ حضرات کے پیش نظر ہے، یعنی اس سے قبل پانچ جلدیں منظر عام پر آچکی ہے جلد اول میں عقائد کا بیان ہے، جلد دوم وجلد سوم میں نماز کا بیان ہے، جلد چہارم میں جنازہ کا بیان ہے، جلد پنجم میں روزہ،زکوۃ وفطرہ،حج وعمرہ کا بیان ہے،اوراس جلد یعنی جلد ششم میں،نکاح،محرمات،مہر،طلاق،طلاق بائن،طلاق مغلظہ،عدت،قسم اورمنت،حداورتعزیر،وقف، مسجد،مدرسہ،قبرستان کا بیان ہے یعنی جلد ششم میں تیرہ ۱۳،ابواب ۴۳ علمائے کرام ومفتیان عظام کے تقریبا ۲۵۱،فتاوی شامل ہیں۔

جلد ہفتم(ساتویں جلد) جس میں تجارت،اجرت،ذبح،قربانی،وعقیقہ کا بیان رہے گا۔اورجلد

ہشتم (آٹھویں جلد) جس میں کھانے، پینے، لباس، زیور، سلام، قرآن، حجامت، ختنہ، زینت، نام، پیری مریدی، تواریخ، کابیان رہے گا۔ان شاء اللہ عید بعد بقرہ عید سے قبل یہ دونوں جلدیں بھی منظر عام پر آنے والی ہیں، بقیہ جلد نہم، ودہم (نویں، دسویں جلد) جس میں وصیت وراثت اور متفرقات کا بیان رہے گا وہ بھی ان شاء اللہ محرم بعد منظر عام پر آجائے گی۔

دعا گو ہوں کہ مولیٰ تعالیٰ سب کو شاد وآباد رکھے علم وعمل، عمر ورزق میں بے پناہ برکتیں عطا فرمائے۔ارضی وسماوی آفت و بلیات سے محفوظ و مامون رکھے، جان ومال، عزت وآبرو کی حفاظت فرمائے، ظالموں کے ظلم سے حاسدوں کی حسد سے شیاطین کی شرارتوں سے اجنہ کی حرکتوں سے محفوظ فرمائے خاتمہ ایمان پر فرما کر جنت میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔آمین یارب العلمین بجاہ نبی الکریم علیہ الصلاۃ والتسلیم

دعا گو

فقیر تاج محمد قادری واحدی

(تقریظ جلیل)

ہمدرد قوم وملت، ناشر مسلک اعلیٰ حضرت، حضرت علامہ مولانا قاری عبید اللہ حنفی رضوی صاحب قبلہ
مقام دھونرہ ضلع بریلی شریف

حامدا ومصلیا

اما بعد!

نبی کریم ﷺ کا فرمان عالیشان ہے: من یرید اللہ بہ خیرا یفقھہ فی الدین" رب تعالیٰ جس بندے کے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے اسکو دین کی سمجھ عطا فرماتا ہے۔(الحدیث)

دنیا جب سے عالم وجود میں آئی ہے تب سے اللہ نے اپنے مخصوص بندے خصوصا انبیاء کرام علیہم السلام بھیجے بعدہ ہادیئین کا سلسلہ موقوف نہیں ہوا اللہ نے امت محمدیہ میں علماء وفقہاء کا سلسلہ جاری فرمایا جو انسانوں کی رہبری کا باعث بنے اور یہ علماء عظام رب تعالیٰ کے خاص بندوں میں ہیں جنہیں اللہ نے اپنی توحید کی راہیں کھولنے کیلئے منتخب فرمایا۔ یہی وجہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: العلماء ورثۃ الانبیاء" کہ علماء انبیاء کرام علیہم السلام کے وارث ہیں۔

مگر دین کی نشر واشاعت کرنے میں موقع محل کے اعتبار مختلف ذرائع استعمال ہوتے رہے مثلا دور نبوی میں قرآن وحدیث کو واشجار کے اوراق وچھالوں واجلاد پر رقم کیا جاتا رہا ادوار بدلتے رہے سہولتیں فراہم ہوتی چلی گئیں مگر اب یہ کہنے میں کوئی دہرائی نہیں ہوگی کہ دور حاضر میں سوشل میڈیا و دنیائے انٹرنیٹ ہر شئی پر غالب ہوتی چلی جارہی ہے اس لئے محترم المقام مولانا وسیم فیضی صاحب نے مسائل شرعیہ گروپ کی تشکیل فرما کر علماء کرام ومفتیان عظام کی ایک تنظیم بنائی پھر ان حضرات نے وقت کی ضرورت سمجھتے ہوے ملک وبیرون ملک کے مسلمان اہلسنت کو ایڈ کیا۔ الحمدللہ علماء کرام ومفتیان عظام سوال وجواب کے معاملات میں ایسے کوشاں رہے کہ اللہ رب العزت نے چند ماہ میں گروپ ہذا

کو پوری دنیائے اسلام میں مشہور و معروف کر دیا جس کی عظمت و رفعت کی مثال یہ ہے کہ فتاوی مسائل شرعیہ جلد ششم بصورت PDF منظر عام پر آرہی ہے جسکو موبائل میں download کر کے با آسانی پڑھا جاسکتا ہے، ساتھ ہی گول پر (fatawamasaileshariya) لکھ کر سیرچ بھی کیا جاسکتا ہے۔ یعنی آن لائن آف لائن دونوں طرح پڑھا جا سکتا ہے۔ کیونکہ اس دور میں موبائل ایک ایسا آلا ہے جس کے ذریعے آدمی اپنے اکثر کام انجام دیتا ہے۔ لائق مبارک باد ہیں اہل گروپ جنہوں نے امت کے لئے ایک ایسا عظیم تحفہ پیش کیا کہ جس کے ذریعے مسلمان اپنی عقائد و فروعیات جہاں چاہیں بیٹھ کر کے حل کر سکتے ہیں۔

سب سے بہتر بات یہ ہے کہ گروپ ھذا کے فتاویٰ میں سلیس اور آسان زبان کا استعمال کیا گیا تا کہ ہر کوئی با آسانی سمجھ سکے۔ نیز اس فتاویٰ میں ایک خاصہ یہ بھی ہے کہ حکم شرع بتانے کے ساتھ ساتھ سماجیات کی بھی رعایت کی گئی ہے۔

دعا ہے مولیٰ اس کتاب کو عوام و خواص میں مقبول فرما کر جملہ اراکین، معاونین کے لئے ذریعہ نجات بنائے۔ آمین

دعاگو

عبیداللہ حنفی رضوی مقام دھونرہ ضلع بریلی شریف

(تقریظ جمیل)

ماہر درس وتدریس، ناشر مسلک اعلیٰ حضرت، حضرت علامہ، مولانا ابوعبداللہ محمد ساجد چشتی صاحب قبلہ

مقام پوسٹ مدن پور ضلع شاہجہاں پور یوپی الہند

نحمدہ ونصلی ونسلم علی رسولہ الکریم

جملہ حمد وستائش اس ذات کے لئے جس کی طرح کوئی نہیں اور نہ وہ کسی کی طرح جو خالق ہے تمام جہان و اشیاء کا جس میں جاندار و بے جان سبھی ہیں خصوصا انسان جس کو (هُوَ الَّذِيْ خَلَقَ لَكُمْ مَا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا) کا انعام عطا فرما کر اس میں حلال وحرام، جائز و ناجائز، محبوب ومغضوب کی پہچان کرانے لئے کم وبیش ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء و رسل بھیجے جنہوں نے اپنی ظاہری حیات میں انسان کو ساری چیزوں کی معرفت کرائی ان کے بعد ان کے حواریوں نے سب سے آخر میں ہمارے نبی جناب احمد مجتبیٰ محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا آپ کے حیات ظاہری کے بعد آپ کے غلام آپ کی وراثت اب تک لوگوں تک پہونچا رہے ہیں، اس ارسال میں ابتداء سے باطل اہل حق کے مخاصم ومقابل رہا ہے۔ رہتی دنیا تک رہے گا اور رہنا بھی چاہیے کہ تعرف الاشیاء باضدادھا کا مضمون بھی برحق ہے کہ ہر دور میں اہل حق نے اہل باطل کا مقابلہ اپنے اپنے ادوار کے اعتبار سے کیا اور کرتے رہیں گے۔

آج اس دور میں ہم جس بلا (موبائل) اور مصیبت (سوشل میڈیا) میں گرفتار ہیں جس کے قید و بند سے خود کو چھڑانا ناگزیر ہے اس بلا کو دعا اور مصیبت کو رحمت میں بدلنے کے لئے جو کوششیں بشکل مسائل غلامان سرکار (علمائے اہل سنت) یعنی علماء حلقۂ مسائل شرعیہ نے کی ہیں اس کی جیتی جاگتی مثال مسائل شرعیہ کی پانچ جلدیں سوشل میڈیا پلیٹ فارم پر موجود ہیں ادوار واسباب کے اعتبار سے اہل حق اپنی کاوشیں پیش کرتے ہیں اور کرتے رہیں گے آج مختلف اذھان و افکار کے لوگ اس روئے

گیتی پر موجود ہیں اور ہر مکتب فکر کا آدمی اپنے عقائد وفکر کو اپنی تحریر وتقریر اور اس سوشل میڈیا کے دور میں میڈیا اور سوشل میڈیا کے ذریعے سے عام کرنے کی کوشش میں لگا ہوا ہے اس ہوا وہوس پرستی اور سوشل میڈیا پر ان باطل عقائد ونظریات اور غلط مسائل کا جواب وسد باب کرنے کے علمائے حلقۂ مسائل شرعیہ نے جو بیڑا اٹھایا وہ بجا و بروقت ہے اور اس پر حتی الامکان کامیابی بھی پائی انہی کامیابیوں میں سے مسائل شرعیہ کی چھٹی جلد کا منظر عام پر آنا بھی ہے جس کی ایک خاص بات یہ ہے کہ اس کتاب میں اکثر جدید اور قدیم، نکاح وطلاق، اوقاف و اجارہ وغیرہ کے مسائل دور کے تقاضے کے اعتبار سے قوم کے لیے پیش کئے گئے چونکہ اب کتاب اٹھانے کی کس کو فرصت؟ اب تو ہر ہاتھ میں موبائل، لیپ ٹاپ، کمپیوٹر کا ماؤس ہے۔

لہٰذا اس میدان گوگل، بلوگر، واٹس ایپ وغیرہ شوسل میڈیا کے جتنے اشاعتی ادارے ہیں علمائے مسائل شرعیہ نے جو اقدامات کیے ہیں وہ لائق فراموش نہیں ہم تہ دل سے علماء حلقۂ مسائل شرعیہ کو قوم کی اس عظیم خدمت پر مبارکباد پیش کرتے ہیں اور دعا گو ہیں کہ اللہ انکو خوب زور علم وقلم عطا فرمائے۔آمین

عبدہ المذنب

ابو عبد اللہ محمد ساجد چشتی

مقام پوسٹ مدنا پور ضلع شاہجہاں پور

(تاثرات)

پاسبان مسلک اعلیٰ حضرت، ماہر علم وفن، مفکر قوم ملت، حضرت علامہ، مولانا، مفتی محمد افروز عالم نوری بریلوی مدظلہ النورانی، رئیس التدریس وافتاء مرکز اہلسنت جامعہ رضویہ منظر اسلام سوداگران بریلی شریف

بسم اللہ الرحمن الرحیم

والصلاۃ والسلام علی رسولہ الکریم

افتا دینی خدمات میں سب سے اہم کام ہے افتا کی اہمیت اس سے بھی ظاہر ہوتی ہے کہ اللہ عزوجل نے افتا کی نسبت خود اپنی جانب فرمائی۔ارشادفرمایا: یَسۡتَفۡتُوۡنَكَ ۔ قُلِ اللّٰهُ يُفۡتِيۡكُمۡ فِى الۡكَلٰلَةِ" بلا شبہ افتا بہت اہم مگر پرخطر وادی ہے۔اسی لیے بہت کتابیں پڑھ لینا افتا کے لئے کافی نہیں بلکہ علم کافی ہونے کے ساتھ مدتہا تمرن علی الشیخ لازم وضرور۔

مجدد اعظم اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں کہ علم الفتوی پڑھنے سے نہیں آتا جب تک مدتہا کسی طبیب حاذق کا مطب نہ کیا ہو۔جو تمرن علی الشیخ نہ کیے ہوں انہیں افتا کی اجازت نہیں ہوتی۔یوں اس منصب عظیم کی جسارت کرنے والوں کے جوابات مجازفت وتشہی پر مشتمل ہوتے ہیں اور نرے ضال ومضل ٹھہرتے ہیں۔جواب (حکم شرعی) صحیح وصواب ہو اس کے لئے افتا کے اصول وآداب کا علم ولحاظ لازم۔تاکہ ضلوا فاضلوا کے مصداق نہ بن جائیں۔حضور اقدس نور مقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کا ارشاد ہے: اتخذ الناس رؤسا جھالا فسئلوا فافتوا بغیر علم فضلوا واضلوا"

ماشاء اللہ تعالیٰ کئی علمائے کرام زاد اللہ تعالیٰ علمھم کے تحریر کردہ مسائل وجوابات پر مشتمل کتاب" فتاوی مسائل شرعیہ" کی پی ڈی ایف فائل عزیز گرامی مولانا عبیداللہ صاحب دھونروی نے ارسال کی اور مجھ ناچیز سے کچھ کلمات تحریر کرنے کی گزارش کی۔کثرت مسئولیات ومشاغل کی وجہ سے

پی ڈی ایف کو بالاستیعاب پڑھ نہ سکا بعض جوابات دیکھے درست پایا۔بقیہ جوابات بھی امید ہے کہ صحیح وصواب اور مجدد اعظم اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی کی تعلیمات وتحقیقات کے مطابق ہی ہونگے۔اللہ عزوجل ان علمائے کرام کی سعی مشکور فرمائے۔ آمین یارب العالمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ واصحابہ اجمعین

فقط

بندۂ ناچیز

محمد افروز عالم نوری بریلوی غفرلہ

خادم تدریس وافتاء مرکز اہلسنت جامعہ رضویہ منظر اسلام سوداگران

(کلمات دعائیہ)

پیر طریقت، رہبر راہ شریعت، شہزادۂ غوث اعظم حضرت علامہ مولانا الشاہ سید خلیق اشرف اشرفی کچھوچھوی مدظلہ النورانی مقیم حال ڈھانے پور گونڈہ

الحمدللہ وحدہ الصلوۃ و السلام علی من لا نبی بعدہ اما بعد

بسم اللہ الرحمن الرحیم

دعا ہے کہ رب کریم آپ سب کو بخیر و عافیت رکھے۔ میرے سامنے سرپرست مسائل شرعیہ مشفق و محترم حضرت مولانا تاج محمد قادری واحدی صاحب و بانی گروپ محترم مولانا محمد وسیم رضوی صاحب کی ارسال کردہ کتاب (مجموعہ مسائل شرعیہ) جلد ششم موجود ہے میرے لئے یہ گروپ مسائل کے استفادہ کا اچھا ذریعہ ہے تقریبا روز پڑھتا ہوں۔

مسائل شرعیہ گروپ عوام و علماء کے ذریعہ دریافت طلب مسائل کے جوابات کا مجموعہ ہے جسے عام زبان میں فتوی کہا جاتا ہے۔

رب کائنات کا ارشاد ہے (فَاسْئَلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْن (القرآن) اس جانب اشارہ کر رہی ہے کہ اپنے دینی مسائل کا حل علماء حقہ سے دریافت کیا کرو کیونکہ تقرب الہی پانے و صراط مستقیم کی تلاش و رضائے الہی و منکرات سے بچنے کا واحد ذریعہ علماء سے رابطہ ہے اسکے بغیر اللہ کی مرضی پانا غیر ممکن ہے۔

زمانہ بعید میں چاہے حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی در دولت رہی ہو یا صحابہ و تابعین کی مجلسیں رہی ہو رضائے الہی کے متلاشی دور دور سے چل کر آپ کی بارگاہوں میں حاضر ہو کر تشفی پاتے دور حاضر میں گہما گہمی و عدیم الفرصتی کے اس دور میں بھی ماضی بعید کی طرح آج بھی لوگوں کو راہ حق کی تلاش و جستجو ہے اسی تلاش میں بعض اوقات وہ غلط نظریات کے حامل کے ہاتھوں شکار بن کر غلط راستہ

اختیار کر لیتے ہیں لہذا ضرورت اس امر کی تھی کہ ایسا مسائل کا واٹسپ گروپ بنایا جائے جس سے لوگ گھر بیٹھے اپنی خواہش و تشنگی دور کر سکیں میں ان تمامی حضرات بہت مشکور ہوں جو دور جدید کی ٹکنالوجی کے سہارے دین کی خدمات کر رہے ہیں دعا ہے کہ رب کریم ان سب کو اجر عظیم سے نوازے۔ آمین

طالب دعا و دعا گو

سید خلیق اشرفی کچھوچھوی

مقیم حال ڈھانے پور گونڈہ

(کلمات تحسین وتبریک)

پیر طریقت، رہبر راہ شریعت وطریقت، شہزادۂ مولائے کائنات، حضرت علامہ مولانا الشاہ سید محمد
نذیر الدین المعروف بہ نذیر الہاشمی سہروردی صاحب قبلہ دامت برکاتہم العالیہ
قاضی شہر ضلع داہود شاہی دارالقضا وامین: آستانۂ عالیہ سہروردیہ غوثیہ داہود شریف گجرات

الحمد للہ وحدہ الصلوۃ والسلام علی من لا نبی بعدہ اما بعد

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کتاب مستطاب مجموعۃ الفتاوی مسمی باسم "فتاوی مسائل شرعیہ" جماعت ھذا کے سرپرست اعلیٰ خلیفۂ سیدی ارشد ملت تاج العلماء حضرت مولانا تاج محمد واحدی قادری صاحب قبلہ زید مجدہ مجیبین مسائل شرعیہ خصوصاً حضرت علامہ مفتی اسامہ صاحب قبلہ، مفتی منظور احمد صاحب یار علوی، مولانا قاری عبیداللہ صاحب رضوی، مولانا عتیق اللہ صاحب، مولانا معصوم رضا صاحب، مولانا الطاف حسین صاحب، مولانا عبدالوکیل صاحب نقشبندی، وغیرہم کی مساعی جمیلہ اور جہد مسلسل وسعی پیہم کا حسین ثمرہ اور ایک منفرد فقہی گلدستہ ہے، جس میں عوام اہلسنت کی جانب سے روزمرہ پیش آنے والے سوالات کے مدلل جوابات فتاوی کی شکل میں انتہائی متانت وسنجیدگی کے ساتھ مذہب مہذب فقہ حنفی کی روشنی میں تحریر کئے گئے ہیں، الحمد للہ کتاب ھذا کی جلوہ گری سے عام فہم اردو زبان کے فقہی ذخائر میں ایک قیمتی کتاب "فتاوی مسائل شرعیہ" کا بھی اضافہ ہو چکا ہے۔

فقیر سہروردی قلیل البضاعت فی العلم ناچیز نے اس کتاب کے کئی اوائل فتاوی کو دیکھا اور اواسط واواخر فتاوی کو بالاستیعاب ملاحظہ کیا، الحمد للہ خوب سے خوب تر پایا، ان میں مذہب حنفی کے مرجح، مفتی بہ، مختار اقوال فقہیہ سے استناد کیا گیا ہے نیز جوابات میں عبارات کی حسین تنظیم وترصیع کا اہتمام بھی کیا گیا ہے گیا، المختصر یہ کہ فتاوی مسائل شرعیہ کا مجموعہ مستحسنہ مصدقہ موثقہ قابل استفادہ، سائلین ومجیبین بلکہ ہر

خاص وعام سب کے لئے نعمت مشکورہ ہے۔

فقیر سہروردی کو یہ لکھتے ہوئے بڑی مسرت ہو رہی ہے کہ کتاب مسائل شریعہ کے حوالے سے کچھ ارقام کرنے کی سعادت اس ناکس کے کے حصے میں بھی آئی ہے اب اگر کتاب ھٰذا کے مرتب کے بارے میں کچھ نہ لکھا جائے تو یہ حق ناشاسی ہوگی اس لیے فقیر اپنے انداز واسلوب میں چند کلمات اختصاراً مرتب صاحب کے متعلق بطور ذکر جمیل تحریر کرنے کی جسارت کر رہا ہے۔

معلوم ہونا چاہیے کہ تاج مولانا تاج محمد صاحب قبلہ واحدی قادری زید مجدہ سیدی ارشد ملت مدظلہ العالی کے نامور خلفائے کرام میں سے ایک ہیں، آپ قابل ستائش خوش خلق خوش گفتار شگفتہ روخنداں زن، ملنسار شریں زباں اور قدرے جلالی صفت کے ساتھ عمدہ واعظ و ناصح صاحب الدلائل مقرر وخطیب حاضر جواب مباحث و متکلم معتمد و معتبر لائق و فائق استاذ اور عالم دین ہونے کے ساتھ منکسر المزاج، متواضع الطبع ہیں اور صوفیانہ اوصاف سے متصف بھی ہیں اور تقریری تحریری تدریسی خدمات انجام دینے کے ساتھ ساتھ آپ نے کئی فتاوی بھی تحریر کئے ہیں جو اکابرین کی تصحیح وتصدیق کے دستخط سے مزین ہیں، آپ کی شخصیت جامع الصفات جو بلاشبہ قابل رشک ہے، آپ تربیت افتا مسائل شرعیہ کے ایک بہترین مخلص رہنما اور ایک محتاط ذمہ دار عالم بھی ہیں۔

فتوی نویسی کوئی آسان بات نہیں بلکہ ایک امر مہم ہے جو بڑی ذمہ دار سے انجام پزیر ہوتا ہے اور اس سے بھی اہم کام فتوی کی اصلاح وتصدیق کرنا ہے، محترم تاج ملت قبلہ دور حاضر کو مد نظر رکھتے ہوئے تربیت افتا میں تحریر کئے جانے والے فتاوی بڑی دقت نظری سے دیکھتے ہیں، پھر ان کی اصلاح کر کے تصدیق وتوثیق کی مہر ثبت کرتے ہیں۔ تربیت افتا میں ضرورت پڑنے پر مجیبین کو اپنے مربیانہ لب ولہجہ میں فتوی نویسی کے متعلق پند ونصائح بھی کرتے ہیں، آپ کی تربیت ونگرانی میں کئی مجیبین فتوی نویسی کی مشق کر کے منزل مقصود کو پہنچ چکے ہیں اور ابھی کئی زیر تعلیم وتربیت ہیں۔

یاد رہے کہ پیش نظر کتاب "**فتاوی مسائل شرعیہ**" دراصل محترم تاج ملت قبلہ کی شبانہ وروز

کی کاوشوں اور نتائج افکار کا منہ بولتا ثبوت ہے۔

حضرت تاج ملت قبلہ نے اپنے قیمتی اوقات فتاوی کی جمع وترتیب، تنظیم وتدوین میں صرف کر کے افادۂ عوام کے لیے ایک خوبصورت فتاوی کا مجموعہ برادران اہلسنت کی نذر کیا جس بنا پر آپ ہر حال میں تحسین تبریک کے قابل ہیں۔

الحمدللہ اپنی معلومات کے مطابق حضرت تاج ملت قبلہ کے متعلق چند سطور تحریر کرنے کا اعزاز و شرف حاصل کیا، خدا نے چاہا تو مستقبل میں آپ کی شخصیت کے کئی گوشے شرح و بسط کے ساتھ اجاگر ہوں گے، دعا ہے کہ رب کائنات تاج ملت کو آسمان علم وفقہ کا ایسا اختر درخشاں اور نیر تاباں بنائے جس کی روشنی میں ہر خاص وعام رہنمائی حاصل کر کے شاد کام ہوتے رہیں، آمین

واضح رہے کہ مسائل شرعیہ جماعت کے بانی حضرت مولانا وسیم صاحب قبلہ جو ہمدرد قوم وملت بھی ہیں اور ایک اچھے عالم دین، مبلغ بااخلاق خوش کردار وگفتار ہنس مکھ اعلی ظرف شخصیت کے مالک ہیں اور مسائل شرعیہ کی ترویج و اشاعت میں ہمہ وقت کوشاں ہیں، جن کی نگرانی میں ازیں قبل "**فتاویٰ مسائل شرعیہ**" کی پانچ مجلدات بشکل پی ڈی ایف منصۂ شہود پر جلوہ گر ہو چکی ہیں جن سے عوام وخواص تاحال علمی استفادہ کر رہے ہیں، اور فی الحال اس سلسلے کی جلد ششم ہماری نگاہوں کے سامنے ہے جس سے ہم اور آپ علمی تشنگی بجھانے کے لیے تیار ہیں۔

اختتام پر فقیر سہروردی التماس ادعیہ وافرہ کے ساتھ بصد خلوص دعا گو ہے کہ رب کائنات خلاق دو عالم اپنے حبیب پاک صاحب لولاک سیاح افلاک تاجدار کائنات فخر موجودات سرور دو عالم ارواحنا فداہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے صدقہ وطفیل کتاب فتاوی مسائل شرعیہ اور اس کے اراکین کو قبول عام وتام، مقبول انام بنائے، اور ہر خاص و عام کو فتاوی مسائل شرعیہ سے استفادہ کی توفیق بخشے خلیفۂ ارشد ملت حضرت مولانا تاج محمد صاحب قبلہ، بانی جماعت مسائل شرعیہ حضرت علامہ محمد وسیم صاحب، نیز جملہ محبین جماعت ھٰذا کو دارین کی نعمتوں سے مالا مال فرمائے، اور ان کو حاسدین کے شر، ریب المنون

ارضی وسماوی آفات و بلیات سے محفوظ مامون رکھے،اور ہم تمام کے ایمان و اسلام عزت و آبرو کی حفاظت صیانت فرمائے،جملہ اراکین مسائل شرعیہ کو تصنیفی، تعلیمی، فقہی اور تنظیمی نیز معاشرتی خدمات کی بیش از بیش توفیق سعید عطا فرمائے ۔آمین ثم آمین یا رب العلمین بجاہ حبیبہ سید المرسلین صلوت اللہ علیہ و علی آلہ و صحبہ اجمعین برحمتك یا ارحم الرحمین

خیر اندیش و طالب دعا

فقیر سہروردی سید محمد نذیر الدین میاں نذیر الہاشمی سہروردی

(قاضی شہر ضلع داہود شاہی دار القضا وامین: آستانہ عالیہ سہروردیہ غوثیہ داہود شریف گجرات)

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

(فَانۡكِحُوۡا مَا طَابَ لَكُمۡ مِّنَ النِّسَآءِ)

تو نکاح میں لاؤ جو عورتیں تمہیں خوش آئیں۔ (کنزالایمان، سورۃ النساء ۳)

کتاب النکاح

نکاح کا بیان

۴۹/فتاوی

ناشرین

جملہ اراکین مسائل شرعیہ

(لڑکی کو رخصت کے وقت سر پر قرآن رکھنا کیسا ہے؟)

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مسئلہ:۔کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ لڑکی کی رخصتی کے وقت سر پر قرآن مجید رکھتے ہیں یہ رکھنا درست ہے یا نہیں؟ **المستفتی:۔** اختر اشرفی کٹیہار

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوہاب

رخصتی کے وقت دلہن کے سر پر حصول برکت کے لئے قرآن مجید رکھتے ہیں یہ جائز ہے جیسا کہ خیر و برکت کی نیت سے گھر میں قرآن پاک رکھنا جائز ہے اگر چہ تلاوت نہ کرے بلکہ امید ثواب ہے فتاوی عالمگیری میں ہے" رجل امسك المصحف فی بیته ولایقرا قالوا ان نوی به الخیر والبرکة لایاثم بل یرجی له الثواب کذا فی فتاوی قاضی خان " (ج۵ص۳۹۸ کتاب الکراهیة ،باب آداب المساجد والقبلة والمصحف، مطبوعہ دار الکتب العلمیة بیروت لبنان)

ہاں قرآن پاک کے ادب واحترام کا خاص خیال رکھا جائے ایسا نہ ہو کہ کوئی بے وضو ہی قرآن پاک پکڑ لے نہ یہ کہ گانا بجانا، آتش بازی وغیرہ ہو کہ یہ ہرگز درست نہیں کہ ایک طرف قرآن کریم سے برکت لی جارہی ہو اور دوسری جانب قرآن کریم کے احکامات کی ہی نافرمانی کی جارہی ہو یوں تو قرآن کریم پاس نہ ہو تو بھی ان گناہوں سے بچنا ضروری ہے مگر قرآن کریم کی موجودگی میں اسکی عظمت واہمیت کے پیش نظر خاص طور پر گناہوں سے بچنا ضروری ہے ۔واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہ

محمد صدام حسین برکاتی فیضی

(کیا نکاح میں خطبہ پڑھنا ضروری ہے؟)

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مسئلہ:۔کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ کیا نکاح میں خطبہ نکاح پڑھنا ضروری ہے اگر نہیں پڑھا تو کوئی حرج ہے کیا؟

المستفتی:۔ قاسم رضا پیلی بھیت

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوہاب

نکاح میں جو خطبہ پڑھا جاتا ہے اس کا پڑھنا کوئی فرض وواجب نہیں بلکہ مستحب ہے اور مستحب کام کو چھوڑنے سے نکاح میں کوئی فرق لازم نہ آئے گا مگر ایسا نہیں کرنا چاہئے! حضور صدر الشریعہ نکاح میں کن امور کا کرنا مستحب ہے اسے گناتے ہوئے لکھتے ہیں کہ نکاح سے پہلے خطبہ پڑھنا،کوئی سا خطبہ ہو اور بہتر وہ ہے جو حدیث میں وارد ہوا۔(بہار شریعت جلد دوم حصہ ہفتم صفحہ ۵،نکاح کا بیان)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہ

محمد مدثر جاوید رضوی

(بوقت نکاح خطبہ نہ پڑھا تو کیا حکم ہے؟)

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مسئلہ:۔کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ بغیر خطبۂ نکاح کے صرف گواہان کی موجودگی میں ایجاب وقبول کے ذریعہ نکاح منعقد ہو جائے گا؟ رہنمائی فرمائیں

المستفتی:۔ عبد القدوس قادری، انڈیا

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوہاب

نکاح منعقد ہو جائے گا کہ اس کیلئے خطبہ شرط نہیں ہے چنانچہ علامہ ابو الحسین احمد بن محمد قدوری حنفی متوفی ۴۲۸ھ لکھتے ہیں: النكاح ينعقد بالايجاب والقبول ولا ينعقد نكاح المسلمين الا بحضور شاهدين ملخصًا (مختصر القدوری، ص۲۹۲)

یعنی، نکاح ایجاب وقبول کے ذریعے منعقد ہو جاتا ہے اور مسلمانوں کا نکاح منعقد نہیں ہوتا مگر دو گواہوں کی موجودگی میں۔

لیکن نکاح سے پہلے خطبہ پڑھنا مستحب ضرور ہے چنانچہ علامہ علاء الدین حصکفی حنفی متوفی ۱۰۸۸ھ لکھتے ہیں: يندب تقديم خطبة ملخصًا "یعنی، نکاح سے قبل خطبہ پڑھنا مستحب ہے۔

(الدر المختار، ۸/۴) واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہ

محمد اُسامہ قادری

(خاتون جنت کو جہیز میں کیا ملا تھا؟)

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مسئلہ:۔کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالی عنہا کی نکاح میں پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے جہیز میں کیا کیا دیا؟ جواب عنایت فرمائیں

المستفتی:۔ آفتاب عالم بھیونڈی

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوہاب

محقق علی الاطلاق، شیخ عبدالحق محدث دہلوی ۱۶۴۲ء نے سیدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کے جہیز کی تفصیل کچھ اس طریقے سے بیان فرمائی ہے تحریر فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے حضرت علی سے فرمایا تمہارے پاس کیا ہے عرض کیا یا رسول اللہ میرے پاس ایک گھوڑا اور ایک زرہ سونے کا رکھتا ہوں فرمایا گھوڑا تمہاری ضرورت کے لیے ہے البتہ زرہ میرے پاس لے آؤ آپ کے پاس زرہ لائی گئی فرمایا اسکو فروخت کردو حضرت علی نے اسکو چارسواسّی (480) درہم میں فروخت کر دیا قیمت نبی ﷺ کی بارگاہ میں پیش کر دی آپ نے قیمت لیکر حضرت بلال کو دی کہ اس سے عطر و خوشبو خرید کر لائیں اور باقی رقم ام سلیم رضی اللہ عنہ کو دی گئی کہ اس سے سیدہ فاطمہ کے جہیز کا سامان فراہم کریں اور امور خانہ داری کا ساز و سامان مہیا کریں انہوں نے، دو چادریں، دو کتان کی نہالی، چار بالشت کپڑا، دو چاندی کے بازو بند، گدا، تکیہ، ایک پیالہ، ایک چکی، ایک مشکیزہ، اور مشروبات وغیرہ خریدے اور انکو ترتیب کے ساتھ رکھ دیا۔

(مدارج النبوت، جلد دوم، ص ۱۱۱/ مٹیا محل جامع مسجد دہلی)

اور سیدہ فاطمہ کے جہیز کا ذکر حدیث شریف میں بھی آیا ہے عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ

جَهَّزَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاطِمَةَ فِي خَمِيلٍ وَقِرْبَةٍ وَوِسَادَةٍ حَشْوُهَا إِذْخِرٌ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے اپنی بیٹی سیدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کو ایک چادر عطا فرمائی تھی ایک مشکیزہ اور ایک تکیہ جس میں اذخر کی گھاس بھری ہوئی تھی۔(سنن النسائی، المجلد الثانی، کتاب النکاح، ص ۷۷،مکتبہ تھانوی یوپی)

تنبیہ: ۔جو ضرورت کے سامان سیدہ فاطمہ کو عطا کیے گئے وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی جانب سے تھے۔

واللہ و رسولہ اعلم

کتبہ

عبید اللہ حنفی بریلوی

(کیا شیروانی پہن کر نکاح نہیں ہوتا؟)

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مسئلہ:۔ کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ کیا شیروانی پہن کر نکاح نہیں ہوتا ہے؟ اگر نہیں ہوتا ہے تو کس شیروانی پر؟ جواب عنایت فرمائیں **المستفتی:۔** محمد نوشاد عالم اسلامپور، بنارس

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوہاب

شیروانی پہن کر بھی نکاح ہو جاتا ہے کیونکہ نکاح دو گواہوں کی موجودگی میں ایجاب و قبول کے ذریعے منعقد ہو جاتا ہے، اِس کیلئے شیروانی نہ پہنے ہونا شرط نہیں ہے چنانچہ علامہ ابوالحسین احمد بن محمد قدوری حنفی متوفی ۴۲۸ھ لکھتے ہیں: النکاح ینعقد بالایجاب والقبول ولا ینعقد نکاح المسلمین الا بحضور شاھدین ملخصًا" یعنی، نکاح ایجاب وقبول کے ذریعے منعقد ہو جاتا ہے اور مسلمانوں کا نکاح منعقد نہیں ہوتا مگر دو گواہوں کی موجودگی میں۔ (مختصر القدوری، ص ۲۹۲)

پس معلوم ہوا کہ کسی بھی قسم کی شیروانی پہن کر نکاح بلا شبہ منعقد ہو جائے گا لہٰذا اس کے برخلاف کہنا اور سمجھنا بالکل بھی درست نہیں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہ

محمد اُسامہ قادری

(لڑکی کہے میں ہبہ کرتی ہوں لڑکا قبول کرلے تو؟)

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مسئلہ:۔کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ کوئی عاقلہ بالغہ لڑکی اگر بولے کہ میں اپنے آپ کو آپ پر ہبہ کرتی ہوں اگر مرد بولے کہ میں نے قبول کیا تو کیا نکاح ہو جائے گا یا نہیں برائے مہربانی جواب عنایت فرمائیں عین نوازش ہوگی **المستفتی:۔**غلام مصطفیٰ رضوی ثقافی پورنوی بہار الہند

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوہاب

عاقلہ بالغہ حرہ لڑکی نے مرد سے کہا کہ میں نے اپنے آپ کو آپ کے لئے ہبہ کیا اور مرد نے اس کے جواب میں کہا میں نے قبول کیا اور گواہ موجود تھے (کیونکہ نکاح کے لئے گواہوں کا ہونا شرط ہے گواہوں کے بغیر نکاح منعقد نہیں ہوتا) اور عورت کا لفظ ہبہ سے نکاح کا ارادہ تھا اس پر کوئی قرینہ بھی پایا گیا مثلاً گواہوں کو بلا کر انہیں بتا دیا یا مہر کا ذکر کیا تو نکاح ہو جائے گا عالمگیری میں ہے: فینعقد بلفظ الهبة هكذا في الهداية... وينعقد بلفظ التمليك والصدقة و بلفظ البيع هو الصحيح هكذا في الهداية " اھ ملخصاً: لفظ ہبہ سے نکاح منعقد ہو جائے گا ایسا ہی ھدایہ میں ہے، اور لفظ تملیک اور صدقہ اور بیع کی لفظ سے بھی منعقد ہو جائے گا یہی صحیح ہے اور ایسا ہی ھدایہ میں بھی ہے (جلد۲ صفحہ ۲۹۹ کتاب النکاح الباب الثانی فیما ینعقد به النکاح وما لا ینعقد به)

علامہ ابن عابدین شامی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: وإن أضيفت إلى الحرة فإنه ينعقد من غير هذه القرينة لأن عدم قبول المحل للمعنى الحقيقي، وهو الملك للحرة، يوجب الحمل على المجاز فهو القرينة، فإن قامت القرينة على عدمه لا ينعقد،

فلو طلب من امرأۃ الزنی فقالت وھبت نفسی منك فقال الرجل قبلت لا یکون نکاحا، کقول أبی اللیث وھبتھا لك لتخدمك فقال قبلت، إلا إذا أراد بہ النکاح، کذا فی البحر ط" اگر آزاد عورت کی طرف اضافت کی گئی تو بغیر قرینہ کے نکاح منعقد ہو جائے گا اس لیے کہ معنیٰ حقیقی کے قبول کا محل نہیں ہے، اور وہ آزاد کا مالک ہونا ہے، مجاز امحمول واجب کرے گا تو وہ قرینہ ہے، پھر اگر اس کے خلاف کوئی قرینہ قائم ہو جائے تو نکاح منعقد نہیں ہوگا، پس اگر عورت سے زنا کا مطالبہ کیا تو اس نے کہا میں نے اپنے آپ کو تیرے ہبہ کیا آدمی نے کہا میں نے قبول کیا تو یہ نکاح نہیں ہوگا، جیسے فقیہ ابو اللیث کا قول میں نے اپنے آپ کو تیرے لئے یعنی تیری خدمت کے لئے ہبہ کیا اس نے کہا میں نے قبول کیا، مگر جبکہ اس سے نکاح کا ارادہ ہو، ایسا ہی البحر الرائق میں ہے۔ (کتاب النکاح، مطلب التزوج بارسال کتاب، جلد ۴، صفحہ ۹۱، مطبوعہ المکتبۃ الاشرفیہ بدیوبند)

صدر الشریعہ بدر الطریقہ حضرت علامہ مولانا مفتی امجد علی اعظمی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ: الفاظ نکاح دو قسم ہیں: ایک صریح یہ صرف دو لفظ ہیں نکاح وتزوج، باقی کنایہ ہیں الفاظ کنایہ میں ان لفظوں سے نکاح ہوسکتا ہے جن سے خود شئی ملک میں آجاتی ہے، مثلاً ہبہ، تملیک، صدقہ، عطیہ، بیع، شرا مگر ان میں قرینہ کی ضرورت ہے کہ گواہ اسے نکاح سمجھیں۔ (بہار شریعت، الفاظ نکاح، حصہ ۷ صفحہ ۸، ۹ مطبوعہ دعوت اسلامی)

لہٰذا صورت مذکورہ میں عورت نے نکاح کے ارادے سے گواہوں کی موجودگی میں عاقلہ بالغہ حرہ نے مرد سے کہا میں نے اپنے آپ کو آپ کے لئے ہبہ کیا اور مرد نے اس کے جواب میں کہا میں نے قبول کیا تو نکاح ہوگیا۔ واللہ تعالیٰ عزوجل ورسولہ ﷺ أعلم بالصواب

کتبہ

وکیل احمد صدیقی نقشبندی

(زبردستی شادی کروانا کیسا ہے؟)

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مسئلہ:۔کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ کسی کی زبردستی شادی کروانا کیسا ہے؟ حوالے کے ساتھ جواب عنایت فرمادیجئے؟ **المستفتی**:۔صادق علی رضوی

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوہاب

زبردستی شادی کروانے کا مطلب یہ ہے کہ کسی کو شادی کے لئے مجبور کرکے نکاح کروانا، تو اس صورت میں اگر بحالت جبر زبان سے نکاح قبول کرلیا تو نکاح منعقد ہوجائے گا، کیونکہ نکاح اور طلاق وغیرہ اکراہ کی حالت میں بھی صحیح ہوجاتے ہیں۔

فتاوی رضویہ" میں ہے: أن النكاح مما يستوى فيه الهزل والجد فلا يحتاج الى نية وقصد حتى لو تكلما بالايجاب والقبول هازلين او مكرهين ينعقد فكان المناط مجرد التلفظ وان عدم القصد وذلك لان بونا بيناً بين عدم القصد" نکاح تو ان امور میں سے ہے جن میں مذاق اور قصد برابر ہیں، لہذا اس میں قصد اور ارادہ کی ضرورت نہیں، حتی کہ جب مرد و عورت نے ایجاب قبول کے کلمات بول دیئے اگر چہ مذاق یا جبر سے کہے ہوں تو نکاح ہوجائے گا اس کی صحت کے لیے صرف الفاظ کی ادائیگی کافی ہے اگر چہ قصد نہ بھی ہو۔(ج ۱۱، ص ۱۲۹، مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن لاہور)

فتاوی فقیہ ملت میں اسی طرح کے سوال کے جواب میں حضور فقیہ ملت علیہ الرحمہ فرماتے ہیں نکاح ہوگیا اگر چہ زبردستی قبول کیا ہو کہ اس میں نیت اور ارادہ کی ضرورت نہیں۔(کتاب النکاح، ج ا، ص

۷۷۳ مطبوعہ فقیہ ملت اکیڈمی)

بہار شریعت" میں ہے: نکاح طلاق عتاق پر اکراہ ہوا یعنی دھمکی دے کر ایجاب یا قبول کرالیا یا طلاق کے الفاظ کہلوائے یا غلام کو آزاد کرایا تو یہ سب صحیح ہو جائیں گے۔(اکراہ کا بیان، ج ۳، ح ۱۵، ص ۱۹۴، مطبوعہ دعوت اسلامی)

فتاوی علیمیہ میں ہے: زبردستی نکاح کرنے کی صورت میں اگر زبان سے قبول کرلیا تو نکاح ہو جائے گا۔(نکاح کا بیان، ج ۲، ص ۳۶)

لہذا جبرا بھی اگر کسی نے نکاح کروایا اور نکاح قبول کرلیا تو نکاح ہوگیا البتہ جبرا شادی نہیں کروانی چاہیے۔ واللہ تعالیٰ عزوجل ورسولہ ﷺ أعلم بالصواب

کتبہ

وکیل احمد صدیقی نقشبندی

(شادی سے پہلے لڑکا لڑکی کا بات کرنا کیسا ہے؟)

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مسئلہ:۔کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ کیا لڑکی نکاح سے پہلے اپنے ہونے والے شوہر سے موبائل پر بات کرسکتی ہے؟ بینوا توجروا **المستفتی:۔** محمد وسیم القادری

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوہاب

شادی سے پہلے لڑکیوں سے جس طرح بات چیت کرنے کا رواج ہے شرعا اس کی اجازت نہیں بلکہ ناجائز وحرام ہے کیونکہ عورت کی آواز بھی عورت ہے اسی لئے لڑکیوں کو بلند آواز سے نعت پڑھنے تقریر کرنے کی اجازت نہیں۔

سرکار اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالی عنہ سے پوچھا گیا چند عورتیں ایک ساتھ ملکر گھر میں میلاد شریف پڑھتی ہیں اور آواز باہر تک سنائی دیتی ہے یونہی محرم کے مہینے میں کتاب شہادت وغیرہ بھی ایک ساتھ آواز ملا کر پڑھتی ہیں۔ یہ جائز ہے یا نہیں؟ تو جواب میں ارشاد فرمایا ناجائز ہے کہ عورت کی آواز بھی عورت ہے اور عورت کی خوش الحانی کہ اجنبی سے محل فتنہ ہے۔(فتاوی رضویہ ج ۲۲ ص ۲۴۰)

سرکار مفتی اعظم ہند مصطفی رضا خاں علیہ الرحمہ فرماتے ہیں ”جو لڑکیاں بلند آواز سے نعت پڑھتی ہیں وہ گنہگار بدکردار مستحق عذاب نار ہیں۔(فتاوی مصطفویہ ص ۵۲۰)

حضور صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں (عورت کی آواز) کا اثر جذبات کو ابھارتا ہے اہل زمانہ خصوصا عوام کی حالت معلوم ہے ان کے دل میں جو خیالات وجزبات اسے سن کر پیدا ہوں گے ظاہر ہے۔(فتاوی امجدیہ ج ۴ ص ۵۵)

آپ اندازہ لگائیں کہ جب نعت پڑھنے کی اجازت نہیں تو پھر فون پر گفتگو کرنے کی اجازت کیونکر ہوگی وہ بھی اس پرفتن دور میں ۔ہاں اگر مرد عورت تک یا اس کے محرم یا پھر اپنی محرم عورت کے ذریعہ سے کلام نہ پہنچا سکتا ہو تو اجنبی عورت سے بات چیت کرنے کے لئے کچھ شرطیں ہیں اگر یہ ضوابط اورشرائط پائی جائیں تو پھر اجنبی عورت سے کلام کرنا جائز ہے،ذیل میں ہم ان شرائط کا ذکر کرتے ہیں ۔

(۱) کلام خلوت کے بغیر ہو۔

(۲) کلام مباح اور جائز موضوع سے خارج نہ ہو۔

(۳) فتنہ کا خدشہ نہ ہو،اور اگر کلام کی وجہ سے اس کی شہوت انگیخت ہو یا پھر وہ کلام سے لذت حاصل کرنے لگے تو اس طرح کلام کرنا حرام ہو جائے گا۔

(۴) عورت کی طرف سے کلام میں نرم لہجہ نہ ہو۔اور نہ ہی سخت لہجہ ہو۔

(۵) عورت مکمل پردہ اور شرم وحیاء کی پیکر بن کر رہے۔

(٦) کلام ضرورت سے زیادہ نہ ہو بلکہ حسب ضرورت ہی رہے۔ واللہ اعلم بالصواب

کتبہ

فقیر تاج محمد قادری واحدی

(بیٹی کی شادی چمار سے کرنا کیسا ہے؟)

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مسئلہ:۔کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ ہندہ ایک شادی شدہ عورت ہے ایک غیر مسلم چمار سے اس کا ناجائز تعلق ہوگیا، ہندہ کے شوہر کو جب یہ پتا چلا تو اس نے اپنے ساس یعنی ہندہ کی والدہ سے اس بات کا ذکر کیا مگر ہندہ کی ماں نے اس بات کو ماننے سے انکار کر دیا اور بولی کہ تم لوگ میری بیٹی کو بدنام کرنا چاہتے ہو پھر جب معاملہ حد سے بڑھ گیا تو ہندہ کے شوہر نے ہندہ کو طلاق دے دیا بعد طلاق ہندہ اسی چمار کے ساتھ فرار ہوگئی اور ہندہ کے ماں باپ کی مرضی سے کورٹ میرج ہوگیا یعنی باپ نے خود جا کر کورٹ میرج کروا دیا اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ ہندہ اور اس کے ماں باپ اور جتنے بھی لوگ اس ناپاک سازش میں شریک تھے ان کے بارے میں شریعت مطہرہ کا کیا حکم ہے؟

المستفتی:۔ عبداللہ بہار

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوہاب

اجنبی مرد سے ملنا عشق کرنا بے حیائی کا کام ہے ارشاد ربانی ہے:"اِنَّ اللّٰهَ یَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَاِیْتَآیِ ذِی الْقُرْبٰی وَیَنْهٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ وَالْبَغْیِ یَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ "بیشک اللہ حکم فرماتا ہے انصاف اور نیکی اور رشتہ داروں کے دینے کا اور منع فرماتا بے حیائی اور بری بات اور سرکشی سے تمہیں نصیحت فرماتا ہے کہ تم دھیان کرو۔(کنزالایمان، سورۃ النحل آیت نمبر ۹۰)

اور ایک دوسرے مقام پر فرماتا ہے:" وَلَا تَقْرَبُوا الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا

بَطَنَ وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِیْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ ذٰلِكُمْ وَصّٰكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ‘‘ اور بے حیائیوں کے پاس نہ جاؤ جو ان میں کھلی ہیں اور جو چھپی اور جس جان کی اللہ نے حرمت رکھی اسے ناحق نہ مارو یہ تمہیں حکم فرمایا ہے کہ تمہیں عقل ہو۔ (کنزالایمان، سورۃ الأنعام آیت نمبر ۱۵۱)

نیز فرماتا ہے: ’’وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنٰٓی اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً وَسَآءَ سَبِیْلًا ‘‘ اور بدکاری کے پاس نہ جاؤ بیشک وہ بے حیائی ہے، اور بہت ہی بری راہ۔ (کنزالایمان، سورۃ ال إسراء آیت نمبر ۳۲)

پس معلوم ہوا کہ یہ بے حیائی کا کام ہے جس سے بچنا بے حد ضروری بلکہ فرض ہے تو ہندہ کے والدین کو چاہیئے تھا کہ داماد کی بات پر تحقیق کر کے اپنی بیٹی کو راہ رست پر لا تے کیونکہ والدین کی ذمہ داری بنتی ہے کہ اپنی اولاد کو اللہ کے قہر غضب سے وعذاب الٰہی سے بچائیں ارشاد ربانی ہے: ’’یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا قُوْۤا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِیْكُمْ نَارًا وَّقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ عَلَیْهَا مَلٰٓىٕكَةٌ غِلَاظٌ شِدَادٌ لَّا یَعْصُوْنَ اللّٰهَ مَاۤ اَمَرَهُمْ وَیَفْعَلُوْنَ مَا یُؤْمَرُوْنَ ‘‘ اے ایمان والو! اپنی جانوں اور اپنے گھر والوں کو اس آگ سے بچاؤ جس کے ایندھن آدمی اور پتھر ہیں اس پر سخت کرّے (طاقتور) فرشتے مقرر ہیں جو اللہ کا حکم نہیں ٹالتے اور جو انہیں حکم ہو وہی کرتے ہیں۔

(سورۃ نمبر التحریم آیت نمبر ۶)

صورت مسئولہ میں والدین گناہ کبیرہ کے مرتکب ہوئے۔ پھر جب شوہر نے طلاق دے دیا تھا تو ہندہ پر لازم تھا کہ عدت گزار کر دوسری جگہ شادی کر لیتی مگر وہ چمار کے ساتھ بھاگ کر کورٹ میرج کر لی اور اس کا ساتھ والدین نے دیا یعنی چمار کے ساتھ شادی کرا دئے جس کے سبب ہندہ کے ساتھ وہ بھی گناہ کبیرہ کے مرتکب ہوئے لہذا لازم ہے کہ ہندہ اس چمار کو چھوڑ دے اور والدین مع ہندہ یونہی جو بھی اس شادی سے راضی ہوئے یا شرکت کئے سب کے سب سچے دل سے رب کی بارگاہ میں توبہ و استغفار کریں کہ اللہ تعالیٰ توبہ کرنے والوں کو معاف کر دیتا ہے، توبہ کو پسند کرتا ہے اور وہی توبہ قبول کرنے والا ہے ارشاد ربانی ہے: ’’وَالَّذِیْنَ اِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً اَوْ ظَلَمُوْۤا اَنْفُسَهُمْ ذَكَرُوا

اللہَ فَاسۡتَغۡفَرُوۡا لِذُنُوۡبِھِمۡ وَمَنۡ یَّغۡفِرُ الذُّنُوۡبَ اِلَّا اللہُ وَلَمۡ یُصِرُّوۡا عَلٰی مَا فَعَلُوۡا وَھُمۡ یَعۡلَمُوۡنَ ،،اور وہ کہ جب کوئی بے حیائی یا اپنی جانوں پر ظلم کریں اللہ کو یاد کرکے اپنے گناہوں کی معافی چاہیں اور گناہ کون بخشے سوا اللہ کے، اور اپنے کئے پر جان بوجھ کر اڑ نہ جائیں۔(کنزالایمان،سورۃ الآل عمران آیت نمبر ۱۳۵)

بعد توبہ کار خیر کریں کہ اعمال صالحہ قبول توبہ میں معاون ہوتے ہیں جیسا کہ قرآن شریف میں ہے: ،،اِلَّا مَنۡ تَابَ وَ اٰمَنَ وَ عَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا فَاُولٰٓئِکَ یُبَدِّلُ اللہُ سَیِّاٰتِھِمۡ حَسَنٰتٍ ؕ وَ کَانَ اللہُ غَفُوۡرًا رَّحِیۡمًا،، مگر جو توبہ کرے اور ایمان لائے اور اچھا کام کرے تو ایسوں کی برائیوں کو اللہ بھلائیوں سے بدل دے گا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔(کنزالایمان،سورۃ الفرقان ۷۰)

اور اگر توبہ نہ کریں تو ان کا سماجی بائیکاٹ کردیا جائے جیسا کہ ارشاد ربانی ہے: ،،وَ اِمَّا یُنۡسِیَنَّکَ الشَّیۡطٰنُ فَلَا تَقۡعُدۡ بَعۡدَ الذِّکۡرٰی مَعَ الۡقَوۡمِ الظّٰلِمِیۡنَ،، اور جو کہیں تجھے شیطان بھلا دے تو یاد آئے پر ظالموں کے پاس نہ بیٹھ۔(کنزالایمان سورہ انعام ۶۸)

اور اگر اس چمار کو مسلمان سمجھ کر شادی کئے یا اس شادی کو جائز سمجھ کر کئے تو اسلام سے خارج ہو گئے ان سب پر تجدید ایمان فرض ہے اور جو شادی شدہ ہوں وہ تجدید نکاح بھی کریں اور بیعت ہوں تو پھر سے کسی صاحب شریعت سے تجدید بیعت کریں اور اگر ایسا نہ کریں تو سخت سماجی بائیکاٹ کردیا جائے۔واللہ اعلم بالصواب

کتبہ

فقیر تاج محمد قادری واحدی

(کافر کی لڑکی سے شادی کرنا کیسا ہے؟)

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مسئلہ:۔کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ ایک شخص کا ایک ہندو لڑکی کے ساتھ شادی ہوئی تھی اور کچھ دن بعد طلاق ہوگئی ،طلاق ہوئے دو مہینے ہوگیا ہے اب وہ دونوں دوبارہ شادی کرنا چاہتے ہیں تو دونوں کے لئے کیا حکم ہے؟اور کب شادی کر سکتے ہیں؟ **المستفتی:۔** محمد رضا بلیا

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوہاب

اگر لڑکی مشرف باسلام ہوئی تھی اس کے بعد نکاح کی تھی پھر اس کے شوہر نے طلاق دیا تو طلاق واقع ہو جائے گی ایک طلاق رجعی دیا تو عدت کے اندر رجعت کر سکتا ہے اور اگر دو طلاق رجعی دیا تو عدت کے اندر رجعت کر سکتا ہے مثلاً شوہر کہہ دے یہ میری بیوی ہے یا میاں بیوی جیسا برتاو کرلے تو وہ پہلے کی طرح وہ اس کی بیوی رہے گی نکاح کی ضرورت نہیں رب کا ارشاد ہے:" اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ فَاِمۡسَاكٌۢ بِمَعۡرُوۡفٍ اَوۡ تَسۡرِيۡحٌۢ بِاِحۡسَانٍ" یہ طلاق دو بار تک ہے پھر بھلائی کے ساتھ روک لینا ہے یا نکوئی کے ساتھ چھوڑ دینا ہے۔(کنزالایمان،سورہ بقرہ ۲۲۹)

اور اگر لڑکی سے بغیر کلمہ پڑھائے نکاح کیا تھا تو وہ نکاح صحیح نہیں ہوا اب اس لڑکی سے شادی کرنا چاہتا ہے تو پہلے دونوں توبہ و استغفار کریں کہ ابھی تک زنا کاری ہوتی رہی بعدہ اس لڑکی کو کلمہ پڑھائے اور مذہب اسلام کے احکام کے مطابق زندگی گزارنے کا عہد کرے پھر اس سے نکاح کرنا جائز ہے۔(ھکذا فتاوی فیض الرسول جلد اول صفحہ ۶۰۸)واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہ

العبد محمد عمران القادری التنویری غفرلہ

(کیا وقت نکاح دولہا دلہن کو چھوہارا اور پان کھلانا ضروری ہے؟)

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مسئلہ:۔کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ نکاح کے بعد دولھا دلھن کو چھوہارا اور پان کھلانا کیا ضروری ہے؟ **المستفتی**:۔غلام حسین رضوی گونڈہ یوپی

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوہاب

دولہا دوہن کو نکاح کے بعد پان چھوہارا کھلانا ضروری نہیں، بلکہ مباح ہے حضور صدر الشریعہ بدر الطریقہ علامہ امجد علی اعظمی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: مُباح اسے کہتے ہیں جس کا کرنا اور نہ کرنا یکساں ہو۔(بہار شریعت حصہ دوم)

دولہا دوہن کو نکاح کے بعد پان چھوہارا برائے محبت کھلایا جاتا ہے اگر نہ بھی کھلایا جائے تو شرعاً کوئی حرج نہیں۔واللہ اعلم بالصواب

کتبہ

فقیر محمد معصوم رضا نوریؔ ارشدی عفی عنہ

(حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی رخصتی کے وقت عمر کتنی تھی؟)

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مسئلہ:۔کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا کی جب رخصتی ہوئی تھی اس وقت عمر کیا تھی اور جب نکاح ہوا تھا اس وقت آپ کی عمر کیا تھی؟ قرآن وحدیث اور اقوال فقہاء کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔ **المستفتیہ:**۔عتیق النساء اسمعیلی پتہ شراوستی یوپی

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوہاب

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا کی جب رخصتی ہوئی تھی اس وقت آپ کی عمر نو سال تھی۔

اور جب آپ کا نکاح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہوا تھا اس وقت حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا کی عمر شریف چھ برس تھی جیسا کہ شیخ الحدیث حضرت علامہ ومولانا مفتی عبدالمصطفی اعظمی علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں کہ: (حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا) امیر المومنین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالی عنہ کی نور نظر اور دختر نیک اختر ہیں۔انکی والدہ ماجدہ کا نام" ام رومان" ہے۔یہ چھ برس کی تھیں جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلان نبوت کے دسویں سال ماہ شوال میں ہجرت سے تین سال قبل نکاح فرمایا اور شوال سنہ ۲ھ میں مدینہ منورہ کے اندر یہ کاشانہ نبوت میں داخل ہوگئیں اور نو برس تک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحبت سے سرفراز رہیں۔(سیرت مصطفی صفحہ ۶۵۸،۶۵۹)

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمتہ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا سے زفاف فرمانا بھی پہلی سن ہجری میں نو ماہ بعد ماہ شوال المکرم میں واقع ہے اور سن نبوی مکی کے احوال کے ضمن میں معلوم ہوگیا ہوگا کہ دسوی سن نبوت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدہ عائشہ اور

سیدہ سودہ رضی اللہ تعالی عنہما سے نکاح فرمایا تھا۔

حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا سے نکاح فرمایا تھا سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالی عنھا اس وقت چھ سال کی تھیں الخ.

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالی عنھا سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے ساتھ زفاف فرمایا۔کوئی اونٹ یا بکری ذبح کرکے عروسی کھانا (ولیمہ) تیار نہ کیا دودھ کا ایک پیالہ جو سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالی عنہ، کے گھر سے آیا تھا میں اس دن نو سال کی تھی۔مزید تفصیل کے لئے مذکورہ حوالہ صفحہ کا مطالعہ فرمائیں (مدارج النبوت جلد دوم صفحہ ۱۰۲) واللہ اعلم بالصواب

کتبہ

محمد مدثر جاوید رضوی

(باپ کافر ہو تو نکاح میں باپ کا نام لیا جائے گا یا نہیں؟)

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مسئلہ:۔کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ ایک ہندو لڑکی مسلمان ہوئی ہے اس کا نام فاطمہ رکھا گیا ہے لیکن اس کے گھر والے کافر ہیں اور اب اس لڑکی کی شادی ہو رہی ہے تو نکاح میں اس کے باپ کا نام لیا جائے گا یا کسی اور کا؟ **المستفتی:**۔عابد رضا، پتہ: جھارکھنڈ

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوہاب

اس صورت میں وہ لڑکی فاطمہ جس سے پیدا ہوئی ہے اسی کا نام لیا جائے گا یعنی اس کے اسی ہندو باپ کا نام لیا جائے گا جس سے وہ پیدا ہوئی ہے جیسا کہ امام عشق ومحبت سرکار اعلیٰ حضرت الشاہ امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ارشاد فرماتے ہیں (باپ دادا کا کافر ہونا نکاح کے وقت ان کی طرف نسبت، نسبت سے مانع نہیں، جیسے سیدنا عکرمہ رضی اللہ تعالی عنہ کو ابن ابی جہل ہی کہا جاتا ہے، اگر چہ وہ نہایت اخبث کافر عدو اللہ تھا اور یہ جلیل القدر صحابی سردار لشکر اسلام، ایسے ہی عمر بن خطاب، عثمان بن عفان، علی بن ابی طالب کہا جاتا ہے اگر چہ خطاب، عفان، ابی طالب، مسلمان نہ تھے۔

الحاصل نکاح کے وقت اس لڑکی کے نام کے ساتھ اسی کے باپ کا نام لیا جائے گا جس سے وہ پیدا ہوئی ہے، یہی صحیح ہے۔مزید معلومات کے لیے فتاویٰ افریقہ صفحہ نمبر ۵۳ / تا ۵۵ / کا مطالعہ کریں۔واللہ اعلم بالصواب

کتبہ

محمد سالک رضا حبیبی

(بیٹے کا نکاح باپ پڑھا سکتا ہے کہ نہیں؟)

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مسئلہ:۔کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ بیٹے کا نکاح اُسکا باپ پڑھا سکتا ہے یا نہیں؟

المستفتی: غلام حسین

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوہاب

پڑھا سکتا ہے لاحرج فیہ اور اگر باپ عالم ہو تو باپ ہی نکاح پڑھائے یہ زیادہ بہتر اور سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے کہ حضرت سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا نکاح مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہی پڑھایا ہے۔ (کتب سیرت وتواریخ)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہ

فقیر محمد معصوم رضا نوری عفی عنہ

(کیا نکاح سے پہلے دولہا دلہن کو کلمہ پڑھانا ضروری ہے؟)

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مسئلہ:۔کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ زید کہتا ہے کہ شادی کے وقت لڑکے کو کلمہ پڑھانے سے پہلے توبہ کرانی چاہیئے بکر کہتا ہے کہ کوئی ضروری نہیں ہے۔تو دونوں میں سے کس کا قول درست ہے؟ **المستفتی**: اسلم رضا دمکا جھارکھنڈ

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوہاب

بکر کا قول درست ہے بکر کہتا ہے کوئی ضروری نہیں وہ صحیح کہتا ہے کیونکہ کچھ جہلاء نکاح سے پہلے کلمہ پڑھانے و توبہ کروانے کو ضروری سمجھتے ہیں جو کہ سراسر، غلط ہے ہاں اگر توبہ کرایا جائے یا کلمہ پڑھا جائے تو اس سے انکار کرنا غلط ہے کہ اسے پڑھنا باعث برکت اور نزول رحمت کا سبب بھی ہے۔

حضور فقیہ ملت مفتی جلال الدین امجدی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: نکاح سے پہلے دولہا دولہن کو کلمہ پڑھانا ضروری نہیں مگر دولہا یا دولہن کو اس کے پڑھنے سے انکار کرنا غلط ہے کہ اس کا پڑھنا باعث برکت اور نزول رحمت کا سبب بھی ہے۔ بوقت نکاح کلمۂ طیبہ پڑھانے کا ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ مومن اور کافر کا نکاح نہیں ہوتا۔تو اگر لاعلمی میں دولہا یا دولہن کسی سے کفر سرزد ہوا ہوگا تو نکاح ہی نہیں ہوگا اور زندگی بھر حرام کاری ہوتی رہے گی اسی لئے علماء کرام نے دولہا اور دولہن کو نکاح سے پہلے کلمہ پڑھانا جاری فرمایا۔(فتاوی برکاتیہ صفحہ ۱۳۸)واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہ

فقیر محمد معصوم رضا نوری عفی عنہ

(شادی میں ہلدی اور ابٹن لگانا کیسا ہے؟)

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مسئلہ:۔کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ شادی کے موقع پر ہلدی لگوانا کیسا ہے؟ نیز کیا ہلدی لگوانا ضروری ہے؟ قرآن و حدیث کی روشنی میں مدلل جواب عنایت فرمائیں بہت ہی مہربانی ہوگی۔ **المستفتی**:۔محمد رضوان علی مقام۔مٹھیاں شریف پرتاپ پور سارن بہار

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوہاب

ہلدی اور ابٹن جس کو بعض جگہ بکوا کہتے ہیں لگانا جائز ہے مگر ضروری نہیں شادی ہو یا غیر شادی البتہ بالغ عورت سے لگوانا ناجائز وحرام ہے یہاں تک کہ ماں بھی بدن کو ہاتھ نہیں لگا سکتی اعلی حضرت مجدد اعظم امام احمد رضا خان علیہ الرحمۃ والرضوان سے پوچھا گیا کہ دولھے کو ابٹن لگانا اور اس موقع پر گڑ تقسیم کرنا کیسا ہے؟ تو جواب میں ارشاد فرمایا کہ ابٹن ملنا جائز ہے اور کسی خوشی پر گڑ کی تقسیم اسراف نہیں اور دولھا کی عمر نو دس سال کی ہو تو اجنبی عورتوں کا اس کے بدن میں ابٹن ملنا بھی گناہ وممنوع نہیں۔

بالغ کے بدن میں نامحرم عورتوں کا ملنا ناجائز ہے اور بدن کو ہاتھ تو ماں بھی نہیں لگا سکتی یہ حرام اور سخت حرام ہے۔(فتاوی رضویہ جلد ۲۲ ص ۲۴۵ /دعوت اسلامی) واللہ تعالی اعلم بالصواب

کتبہ

فقیر تاج محمد قادری واحدی

(کیا جنت میں بیوی سے نکاح کرنا پڑے گا؟)

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مسئلہ:۔کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ کیا جنت میں مردوں کا دنیوی بیوی کے ساتھ دوبارہ نکاح بھی ہوگا کیونکہ زید کا کہنا ہے کہ بیوی کے انتقال کے بعد شوہر کا نکاح ٹوٹ جاتا ہے اس لئے جنت میں دوبارہ نکاح بھی ہوگا۔ بینوا توجروا **المستفتی**:۔محمد وسیم القادری اترولہ

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوہاب

جو عورتیں مسلمان مرد کے نکاح میں مریں گی وہ اسی کے ساتھ رہے گی وہاں نکاح نہ ہوگا یونہی مرد کے انتقال کے بعد بیوی نے شادی نہیں کی تو وہ جنت میں اپنے شوہر کے ساتھ رہے گی اور اگر شادی کرلی تو شوہر ثانی کے ساتھ میں رہے گی ہاں تجدید نکاح نہ ہوگا۔(ماخوذ تفسیر نعیمی جلد اول ص ۲۳۰)

اور سرکار اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ تحریر فرماتے ہیں کہ ابن سعد ام المومنین (ام سلمہ) رضی اللہ تعالی عنہا سے راوی کہ انہوں نے فرمایا "بلغنی انه لیس امرأة یموت زوجها وهو من اهل الجنة وهي من اهل الجنة ثم لم تزوج بعده الاجمع الله بينهما في الجنة" جس عورت کا شوہر مرجائے اور وہ دونوں جنتی ہوں پھر عورت اُس کے بعد نکاح نہ کرے تو اللہ تعالی اُن دونوں کو جنت میں جمع فرمائے۔(فتاوی رضویہ جلد ۱۲/ص ۳۰۳/دعوت اسلامی)

دنیا میں مسلمان مرد کے انتقال کے بعد بیوی کا نکاح اس لئے ٹوٹ جاتا ہے تاکہ وہ دنیا میں نکاح کرکے گناہ سے محفوظ رہ سکے۔واللہ اعلم بالصواب

کتبہ

فقیر تاج محمد قادری واحدی

(کیا نکاح فضولی باطل ہے؟)

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مسئلہ:۔کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ زید نے ہندہ سے اجازت لئے بغیر نکاح پڑھا دیا اب بکر کہتا ہے کہ یہ نکاح باطل ہے پھر نکاح پڑھایا جائے اور زید کا کہنا ہے کہ یہ نکاح فضولی ہے عورت رد نہ کرے تو نکاح ہو جائے گا لہذا شرعی احکام سے آگاہ فرمائیں کہ کس کا قول درست ہے؟

المستفتی: ۔محمد رضوان گونڈہ

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک وہاب

بغیر اجازت نکاح پڑھانے کو نکاح فضولی کہتے ہیں اور نکاح فضولی کو باطل جاننا محض جہالت ہے جیسا کہ سرکار اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نکاح فضولی کو مذہب حنفی میں باطل جاننا محض جہالت وفضولی بلکہ بالاجماع ائمہ حنفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم منعقد ہوجاتا ہے اور اجازت اصیل پر(کہ یہاں وہ عورت ہے جس کے لئے بے اذن اس کا نکاح غیر وکیل نے کر دیا) موقوف رہتا ہے اگر وہ اجازت دے نافذ ہو جائے اور رد کر دے تو باطل۔(فتاوی رضویہ ج ۱۱ ص ۱۴۶ / دعوت اسلامی)

لہذا زید کا قول درست ہے اور بکر کا کہنا غلط ہے بکر پر لازم ہے کہ توبہ کرے اور دوبارہ بغیر علم کے مسئلہ نہ بتائے۔واللہ اعلم بالصواب

کتبہ

فقیر تاج محمد قادری واحدی

(شوہر کسی دوسری لڑکی کے ساتھ چلا گیا تو بیوی کیا کرے؟)

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مسئلہ:۔ کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ زید ایک شادی شدہ شخص ہے اور اس کی بیوی اور دو بچے ہیں لیکن وہ ایک لڑکی کو لے کر بھاگ گیا اور بیوی بچوں کی قطعا خبر گیری نہیں کرتا اب ایسی صورت میں بیوی کیا کرے؟ کیا وہ بلا طلاق دوسرے سے شادی کر سکتی ہے؟ خیال رہے زید کا کچھ پتہ نہیں کہ کہاں رہتا ہے، مفصل مدلل جواب عنایت فرمائیں۔ **المستفتی**:۔ غلام حسین

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوہاب ھو الھادی الی الصواب

زید فعل بد کرنے کے سبب گناہ کبیرہ کا مرتکب ضرور ہوا لیکن اس کی بیوی اس کے نکاح سے ابھی نہیں نکلی لہذا وہ دوسرے سے نکاح نہیں کر سکتی جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے "وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ النِّسَآءِ" اور حرام ہیں شوہر دار عورتیں (سورہ نساء ۲۴)

ہاں اگر اس کی کوئی خبر نہ ہو تو وہ قاضی شہر یا مفتی شہر کے حضور مستغیثہ ہو پھر وہ حضرت امام مالک رضی اللہ عنہ کے قول پر عمل کرتے ہوئے اس دن سے چار سال کی مہلت دیں گے اس چار سال کی مدت میں تلاش کی جائے گی پھر بھی زید نہ ملا تو قاضی شہر یا مفتی شہر تفریق کا حکم دیں گے پھر عورت (چار ماہ دس دن) عدت گزارنے کے بعد نکاح کر سکتی ہے۔ اور اگر قاضی شہر یا مفتی شہر کے پاس استغاثہ نہیں کیا تو شادی نہیں کر سکتی اگر چہ پوری زندگی گزار دے جیسا کہ مجدد اعظم امام احمد رضا خان علیہ الرحمتہ والرضوان تحریر فرماتے ہیں کہ عورت حاکم شرعی کے حضور مستغیثہ ہو وہ بعد ثبوت مفقودی روز مرافعہ سے چار سال کی مہلت دے۔ اس کے گزرنے پر قاضی تفریق کرے۔ اب عورت عدت پوری کر کے

نکاح کرسکتی ہے پیش از حکم قاضی شرع اگر بیس برس گزر گئے تو وہ معتبر نہیں "صرح به علماء المالكية فى كتبهم "مالکی علماء نے اپنی کتب میں اس کی تصریح کی۔ (فتاوی رضویہ ج ۱۱ ص ۳۴۶ / دعوت اسلامی) واللہ اعلم بالصواب

کتبہ

فقیر تاج محمد قادری واحدی

(اگر عورت کہے میں فلاں کی بیوی ہوں تو کیا ہو جائے گی؟)

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مسئلہ:۔کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ الیکشن وغیرہ کے موقع پر بعض عورتیں اپنے کو دوسرے کی بیوی منسوب کرکے ووٹ ڈالتی ہیں ان کا ایسا کرنا کیسا ہے؟

(۲)اور جس کی طرف منسوب کرتی ہیں اگر وہ گواہوں کے سامنے اس بات کا اقرار کرلے کہ ہاں یہ میری بیوی ہے تو کیا وہ اس کی بیوی ہوجائے گی؟ اور اگر وہ شادی شدہ ہے تو کیا حکم ہے؟ اور اگر شادی شدہ نہیں ہے تو کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: ۔غلام صمدانی قادری

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوہاب

(۱)اس طرح دھوکہ دیکر ووٹ ڈالنا شرعاً ناجائز ہے اور قانوناً جرم ہے کیونکہ اس میں حکومت کو دھوکہ دینا ہے اور اسکے قانون کو توڑنا ہے اپنے کو اہانت کے لئے پیش کرنا اپنی عزت کو خطرہ میں ڈالنا ہے حالانکہ عزت کی حفاظت کرنا اور ذلت ورسوائی سے بچنا ضروری ہے حضرت مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ سے سوال کیا گیا کہ بلاٹکٹ سفر کرنا کیسا ہے؟ تو جواب میں تحریر فرمایا یہاں کے کفار اگرچہ حربی ہیں مگر بلاٹکٹ ریل میں سفر کرنا اپنے کو اہانت کے لئے پیش کرنا ہے اپنی عزت کو خطرہ میں ڈالنا ہے کہ خلاف قانون ہے مستوجب سزا ہوگا اس حرکت سے احتراز لازم جو موجب ذلت ورسوائی ہو۔(فتاوی مصطفویہ حصہ سوم صفحہ ۱۴۶)

اور اس طرح کرنے کے لئے جھوٹ بھی بولنا پڑتا ہے جو کہ ہمارے دین اسلام میں جھوٹ بہت بڑا عیب اور بدترین گناہ کبیرہ ہے اور حرام ہے جھوٹ ام الخبائث (برائیوں کی جڑ) ہے، جھوٹوں پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہوتی ہے ارشاد ربانی ہے ”لَعْنَتَ اللّٰهِ عَلَى الْكٰذِبِيْنَ۔(سورہ آل عمران آیت ۶۱)

اور نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جب بندہ جھوٹ بولتا ہے تو فرشتہ اس سے ایک میل دور ہو جاتا اس بد بو کی وجہ سے جو (اس کے منہ سے) آتی ہے۔(رواہ الترمذی ،مشکوۃ صفحہ ٤١٣،باب حفظ اللسان والغیبۃ والشتم ،فصل ثانی)

(٢)عورت کا گواہوں کے سامنے یہ جملہ کہنا کہ یہ میری بیوی ہے اس جملہ سے نکاح ہرگز نہیں ہوگا اگر چہ آدمی اقرار بھی کرلے جب تک کہ گواہوں پر ظاہر نہ کیا جائے کہ یہ ایجاب وقبول نکاح کے ہیں فقط اقرار سے نکاح نہیں ہوتا۔(ماخوذ از بہار شریعت حصہ ٧ نکاح کا بیان)

اگر شادی شدہ ہے تو دوسرے سے نکاح نہیں ہوسکتا جب تک نکاح میں ہے قال اللہ تعالیٰ "وَ الۡمُحۡصَنٰتُ مِنَ النِّسَآءِ" اور حرام ہیں شوہر دار عورتیں (سورہ نساء ٢٤)

خلاصہ کلام یہ ہے کہ یونہی کہہ دینے سے کوئی کسی کی بیوی نہیں بن جائے گی البتہ جو عورتیں جھوٹ بول کر ووٹ ڈالتی ہیں اور انہیں جھوٹ بولنے کے لئے جو کہتا ہے ان سب پر توبہ لازم ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہ

فقیر تاج محمد قادری واحدی

(کیا دیوبندی کی نماز جنازہ پڑھانے سے نکاح ٹوٹ جاتا ہے؟)

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مسئلہ:۔کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ کسی نے دیوبندی کی نماز جنازہ پڑھی تو کیا اس کا نکاح ٹوٹ گیا؟ برائے مہربانی جلد اس کا جواب دیں کتاب کے حوالہ سے۔ **المستفتی:۔** عبد الرحمن

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوہاب

دیوبندی وہابی اپنے عقائد باطلہ کی وجہ سے بمطابق فتاوی حسام الحرمین شریفین کافر ومرتد ہیں جن کے بارے میں علمائے عرب وعجم نے بالاتفاق یہ فتوی دیا "**من شك فی کفره وعذابه فقد کفر**" یعنی جو ان کے کفر وعذاب میں شک کرے وہ بھی کافر ہے۔

کسی مجبوری و چاپلوسی کی وجہ سے یا غلطی سے نماز جنازہ پڑھنے کی صورت میں علانیہ توبہ لازم ہے، حدیث شریف میں ہے "**لا تصلو علیهم ولا تصلو معهم**" نہ انکے جنازہ کی نماز پڑھو نہ انکے ساتھ نماز پڑھو (کنز العمال)

اور جو انکے عقائد باطلہ پر مطلع ہوتے ہوئے مسلمان سمجھ کر ایسا کرے گا تو اسلام سے خارج ہو جائے گا اس پر توبہ تجدید ایمان اور شادی شدہ ہو تو تجدید نکاح لازم ہے۔ (عامۂ کتب فتاوی) واللہ اعلم بالصواب

کتبہ

فقیر تاج محمد قادری واحدی

(حضرت مریم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا نکاح ہوا تھا یا نہیں؟)

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مسئلہ:۔کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ حضرت مریم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا نکاح ہوا تھا یا نہیں اور جنت میں آپ کس کے نکاح میں رہیں گی؟ بینوا توجروا **المستفتی**:۔منظور احمد نقشبندی

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوہاب

حضرت مریم بنت عمران والدہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نکاح کسی سے نہیں ہوا اور حضرت عیسی علیہ السلام جو اب بھی زندہ ہیں اور آسمان پر ہیں بے باپ کے پیدا ہوئے جس کا ذکر قرآن مجید واحادیث کریمہ میں ہے آپ کی ولادت کے بعد بھی حضرت مریم رضی اللہ تعالیٰ عنہا باکرہ تھیں اور جنت میں مالک جنت حضرت محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زوجیت میں رہیں گی جیسا کہ امام اہلسنت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں قادری برکاتی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ (حضرت عیسی علیہ السلام) کی ولادت کے بعد بھی حضرت بتول طیبہ طاہرہ سیدتنا مریم رضی اللہ تعالیٰ عنہا بکر تھی اور بکر ہی رہیں گی اور بکر ہی جنت النعیم میں داخل ہوں گی یہاں تک کی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نکاح اقدس سے مشرف ہوں گی۔

(فتاویٰ رضویہ شریف ج ۱۲/ص ۳۶)

اور حکیم الامت مفتی یار احمد خاں نعیمی علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت کے بعد بھی حضرت مریم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کنواری تھیں اور ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نکاح میں آئیں گی۔(تفسیر نعیمی پ ۳ ص ۳۵۷)

نیز فرماتے ہیں کہ حضرت مریم، عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ اور حضرت آسیہ جنت میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

کے نکاح میں رہیں گی۔(پ اول ص ٢٠٢) واللہ تعالی ورسولہ الاعلی اعلم بالصواب

کتبہ

حقیر محمد علی قادری واحدی

(کیا سنی کا نکاح مرتدہ کے ساتھ جائز ہے؟)

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مسئلہ:۔کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ سنی لڑکے کا نکاح وہابیہ لڑکی سے یا وہابی لڑکے کا نکاح سنیہ لڑکی سے ہوگا یا نہیں اگر کسی نے نکاح پڑھا دیا تو نکاح خواں پر شریعت مطہرہ کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی:۔جان محمد قادری

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوہاب

وہابی دیوبندی اپنے کفریات قطعیہ وعقائد باطلہ کی بنا پر کافر ومرتد ہیں اور مرتد کا نکاح عالم میں کسی سے نہیں ہوسکتا ہے اعلی حضرت امام اہلسنت وہم سنی حنفیوں کا یہی مسلک ہے کہ ایسے نکاح باطل ہیں اگر کسی حریص و چاپلوس مولوی نے یہ سمجھ کر کہ وہابی ہے نکاح پڑھایا تو اس نے زنا کا دروازہ کھولا اس پر واجب ہے کہ مجمع عام میں اعلانیہ توبہ واستغفار کرے اور نکاح نہ ہونے کا اعلان کرے کہ غلطی سے میں نے جو نکاح پڑھایا ہے وہ نکاح نہ ہوا اور نکاح خوانی کی اجرت بھی واپس کرے اور اگر کسی نے وہابی کو مسلمان سمجھ کر نکاح پڑھایا تو اس نے کفر کیا نکاح خواں کی بیوی اس کے نکاح سے نکل گئی بیعت کا سلسلہ ٹوٹ گیا اب اس پر توبہ استغفار، تجدید ایمان، تجدید نکاح، فرض ہے۔

نوٹ۔وہابیوں، دیوبندیوں، بدمذہبوں سے نکاح کرنے کے متعلق فتاوی رضویہ وفتاوی مصطفویہ ج اص ۳۲۱ رکا مطالعہ کریں اور اپنے ایمان وعقائد کو محفوظ ومضبوط کرنے کے لئے وہابیوں دیوبندیوں سے رشتۂ نکاح ہرگز، ہرگز نہ کریں ان سے بچیں اور ان سے دور بھاگیں جس طرح موذی جانور سے بلکہ اس سے بھی زیادہ کہ موذی جانور سے جان کا خطرہ ہے مگر وہابیوں کے میل جول ان کی صحبت سے ایمان کا

خطرہ ہے۔واللہ تعالی ورسولہ الاعلی اعلم بالصواب

کتبہ

حقیر محمد علی قادری واحدی

(سہرے کے اشعار پڑھنا کیسا ہے؟)

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مسئلہ:۔کیافرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ سہرے کے اشعار پڑھنا کیسا ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی:۔ سلیمان واحدی ضلع گونڈہ

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوہاب

سہرا پڑھنا جائز و درست ہے جبکہ سہرے کے اشعار درست ہوں اگر ایسے اشعار ہوں کہ اس میں دولھا کی تعریف ہو اور دولھا فاسق ہو جیسا کہ بعض حریص قسم کے لوگ پڑھتے ہیں تو درست نہیں کہ فاسق شرعا واجب الاہانت ہے یہاں تک کہ زبان سے اس کی مدح پر حدیث کا ارشاد ہے "عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ اِذَا مُدِحَ الْفَاسِقُ غَضَبَ الرَّبُّ وَاهْتَزَّلَهُ الْعَرْشُ"
حضرت انس رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جب فاسق کی تعریف کی جاتی ہے تو رب تعالیٰ غضب فرماتا ہے اور عرش الٰہی لرز جاتا ہے۔(رواہ البیہقی فی شعب الایمان مشکوٰۃ المصابیح باب حفظ اللسان فصل الثالث ص ۴۱۴)

فاسق دولھا کی شان میں ایسے اشعار پڑھنا جس میں اس کی تعریف ہو یا اس کی اعلی ترین تعریف ہے ظاہر ہے کہ یہ گناہ وحرام ہے حدیث مذکور سے واضح ہوگیا کہ اگر دولھا داڑھی مونڈہ اور تارک الصلوٰۃ ہے وغیرہ وغیرہ تو اس کی شان میں سہرا پڑھنا جائز نہیں بہتر یہ ہے کہ کلام رضا پڑھیں۔ واللہ تعالی اعلم بالصواب

کتبہ

حقیر محمد علی قادری واحدی

(شادی سے پہلے رت جگا کرنا کیسا ہے؟)

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مسئلہ:۔کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ شادی سے ایک رات پہلے چند عورتیں جمع ہو کر رت جگا کرتی ہیں اور گلگلے پکاتی ہیں صبح کو مسجد میں لے جا کر طاق بھرتی ہیں یہ شرعا کیسا ہے؟ بینوا تو جروا

المستفتی:۔(مولانا) نظام الدین رضوی

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوہاب

رت جگا کرنا اور مسجد میں عورتوں کو طاق بھرنے کے لئے جانا یقیناً بہت سی واہیات وخرافات پر مشتمل ہے جو ناجائز وحرام ہے جیسے رات بھر گانا ناچنا وغیرہ وغیرہ یونہی رات کو جاگنا اور صبح نماز فجر قضا کر دینا شرعا جائز نہیں بلکہ باعث نحوست ہے ہاں ضروریات دین کے لئے جاگنا جائز وافضل ہے جبکہ نماز قضا نہ ہو،اور اسی طرح تعلیم دین کے لئے بعد عشاء تھوڑی دیر جاگنا بھی افضل ہے ہاں اگر کوئی ناچ گانا نہ کرے نہ کوئی اور فعل شریعت کے خلاف پایا جائے تو رات جاگنا اور گلگلے بنانا جائز ہے جیسا کہ فقیہ اعظم ہند حضور صدر الشریعہ علامہ مفتی محمد امجد علی علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں کہ رت جگا جو عام طور پر ہوتا ہے کہ عورتیں گاتی بجاتی ہیں یہ ناجائز ہے اور گلگلے پکانے میں کوئی حرج نہیں ہے جبکہ ان کے ساتھ کوئی گانا بجانا نہ ہو۔(فتاوی امجدیہ جلد ثالث صفحہ ٧٥)

چونکہ دور حاضر میں بغیر گانے بجانے کے رت جگا ہوتا نہیں ہے اس لئے دور حاضر میں اس رسم کو ختم کریں بجائے رت جگا میں گلگلے بنانے کے مٹھائی وغیرہ پر نیاز دلا دیں یہی بہتر ہے۔

واللہ تعالی ورسولہ الاعلی اعلم بالصواب

کتبہ

حقیر محمد علی قادری واحدی

(النکاح من سنتی الخ کیا یہ حدیث ہے؟)

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مسئلہ:۔کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ خطبہ نکاح میں یہ حدیث پڑھی جاتی ہے "اَلنِّکَاحُ مِنْ سُنَّتِیْ فَمَنْ رَغِبَ عَنْ سُنَّتِیْ فَلَیْسَ مِنِّیْ "یہ حدیث پاک ان الفاظ کے ساتھ حدیث کی کس کتاب میں ہے؟ بینوا توجروا **المستفتی**:۔(حافظ) محمد شعیب رضا قادری برکاتی

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوہاب

شارح بخاری فقیہ العصر علامہ مفتی محمد شریف الحق امجدی علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں کہ یہ دونوں ٹکڑے اکٹھے ان الفاظ کے ساتھ مجھے کہیں نہیں ملے ہاں دونوں جز الگ ،الگ مروی ہیں بخاری شریف ص ۷۵۷ /باب الترغیب فی النکاح میں ہے "وَاَتَزَوَّجُ النِّسَاءَ فَمَنْ رَغِبَ عَنْ سُنَّتِیْ فَلَیْسَ مِنِّیْ "اور ابن ماجہ میں ہے "اَلنِّکَاحُ مِنْ سُنَّتِیْ فَمَنْ لَّمْ یَعْمَلْ بِسُنَّتِیْ فَلَیْسَ مِنِّیْ "(نزہۃ القاری ج ۸ ص ۲۸) واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہ

حقیر محمد علی قادری واحدی

(شادی کے موقع پر پیسہ لٹانا کیسا ہے؟)

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مسئلہ:۔کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ آج کل جو شادی بیاہ میں روپیہ پیسہ لٹاتے ہیں تو ایسی صورت میں شریعت کا کیا حکم ہے جواب عنایت فرمائیں مہربانی ہوگی؟

المستفتی:۔ قطب الدین رضوی سعد اللہ نگر بلرام پور یوپی

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوہاب

شادی بیاہ میں روپیہ پیسہ لٹانا، پھینکنا جائز نہیں ہے کیونکہ یہ اسراف ہے اس لیے کہ لوگ دکھاوا اور اپنے نام ونمود کے لئے ایسا کرتے ہیں جو فضول خرچی ہے اور فضول خرچ کرنے والوں کے بارے رب کا ارشاد ہے۔

قال اللہ تعالیٰ: اِنَّ الْمُبَذِّرِیْنَ كَانُوْۤا اِخْوَانَ الشَّیٰطِیْنِ-وَ كَانَ الشَّیْطٰنُ لِرَبِّهٖ كَفُوْرًا" بیشک اڑانے والے شیطانوں کے بھائی ہیں اور شیطان اپنے رب کا بڑا ناشکرا ہے۔(سورہ بنی اسرائیل آیت ۲۷)

حدیث شریف میں ہے: رسول للہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: ان الله تعالی کرہ لکم ثلثا قیل وقال واضاعۃ المال وکثرۃ السوال" بے شک اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے تین کاموں کو ناپسند فرمایا: (۱) فضول باتیں کرنا (۲) مال کو ضائع کرنا (۳) بہت زیادہ سوال کرنا اور مانگنا، صحیح البخاری جلد اول صفحہ ۲۰۰ روپیہ پیسہ لٹانا آتش بازی کرنا گانا بجانا یہ سب رسوم غیروں کے ہیں مسلمانوں کو ان تمام خرافات سے بچنا چاہیئے اور غیروں کے نقش قدم پر نہیں چلنا چاہیئے اور نہ ہی اپنا

مال ضائع کرنا چاہئے۔

حضور اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تحریر فرماتے ہیں: لاطاعة لاحد فی معصیة الله تعالیٰ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں کسی کی اطاعت نہیں۔ (فتاوی رضویہ جلد ۲۳ صفحہ ۲۸۱) واللہ اعلم بالصواب

کتبہ

محمد عمران قادری تنویری عفی عنہ

(شادی کے دن دلہن کے گھر کھانا بھیجنا کیسا ہے؟)

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مسئلہ:۔کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ بعض جگہ شادی سے ایک دن قبل لڑکے والے لڑکی کے گھر کھانا بھیجتے ہیں جس کو بنام بھورا کہتے ہیں تو اس کھانے کو لڑکی کے گھر پہنچانا کیسا ہے؟ جواب عنایت فرمائیں۔ **المستفتی**:۔راشد علی یوپی

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوہاب

شادی سے ایک دن قبل لڑکے والے لڑکی کے گھر کھانا بھیجتے ہیں یہی رسم بعض جگہوں میں کپڑے پھل شیرنی وغیرہ بھیجتے ہیں۔بعض جگہوں میں دو دن قبل بھیجتے ہیں جس کو بنام بھورا کہتے ہیں، بعض جگہوں پر ڈال بَری کی سامان کہتے ہیں،جس میں لڑکی کے لیے سنگار کا سامان کنگن اور تبرک کے طور پر مٹھائی یا پھل کپڑے چپل وغیرہ وغیرہ ہوتا ہے۔! جس کا پہنچانا کوئی حرج نہیں شرعاً ناجائز وحرام نہیں ہے بلکہ جائز ہے۔حضور صدر الشریعہ علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں: شادیوں میں طرح طرح کی رسمیں، ہر رسوم کی بنا عرف پر ہے یہ کوئی نہیں سمجھتا کہ شرعاً واجب یا سنت یا مستحب ہیں لہٰذا جب تک کسی رسم کی ممانعت شریعت سے ثابت نہ ہو اُس وقت تک اُسے حرام و ناجائز نہیں کہہ سکتے کھینچ تان کر ممنوع قرار دینا زیادتی ہے۔ڈال بَری کی رسم کے کپڑے وغیرہ بھیجے جاتے ہیں یہ جائز ہے۔(بہار شریعت حصہ ہفتم صفحہ ۱۰۵،۱۰۶ المکتبۃ المدینہ کراچی)واللہ اعلم بالصواب

کتبہ

فقیر محمد امتیاز قمر رضوی امجدی عفی عنہ

(حضور ﷺ کی صاحبزادیوں کا نکاح کس کس سے ہوا؟)

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مسئلہ:۔کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بیٹیوں کی شادی کس کس سے ہوئی ہے؟

المستفتی: محمد ابوطالب رضا نیپالی

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوہاب

پہلے یہ جان لیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی چار صاحبزادیاں تھیں جن کے اسماء یہ ہیں (1) حضرت زینب (2) حضرت رقیہ (3) حضرت ام کلثوم (4) حضرت فاطمہ۔اب ملاحظہ فرمائیں کہ ان میں سے کن کا نکاح کن کے ساتھ ہوا۔

(1) حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سب سے بڑی صاحبزادی تھیں ان کا نکاح انکے خالہ زاد بھائی ابو العاص بن ربیع سے ہوا تھا۔

(2) حضرت رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ان کا نکاح دو سے ہوا تھا۔

(۱) پہلے ان کا نکاح ابولہب کے بیٹے "عتبہ" سے ہوا تھا لیکن ابھی رخصتی نہیں ہوئی تھی کہ عتبہ نے اپنے باپ کے کہنے پر طلاق دے دی۔

(۲) اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنھا کا نکاح حضرت عثمان بن عفان سے کر دیا۔

(3) حضرت ام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنھا کا نکاح دو کے ساتھ ہوا پہلا نکاح ابولہب کے بیٹے عتیبہ کے ساتھ لیکن ابولہب کے مجبور کر دینے سے بدنصیب عتیبہ نے ان کو رخصتی سے پہلے ہی طلاق دے دی حضرت

بی بی رقیہ رضی اللہ تعالی عنھا کی وفات کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بی بی ام کلثوم کا نکاح حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالی عنہ کے ساتھ کر دیا۔

(4) حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالی عنہا یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سب سے چھوٹی اور سب سے پیاری بیٹی ہیں ان کا نکاح حضرت علی شیر خدا رضی اللہ تعالی عنہ کے ساتھ ہوا۔(سیرت مصطفی صفحہ ۶۹۱/ ۶۹۸)

واللہ اعلم بالصواب

کتبہ

محمد مدثر جاوید رضوی

(ولیمہ کتنے دن کرنا سنت ہے؟)

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مسئلہ:۔کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ ہندہ کہتی ہے تین دن لگاتار ولیمہ کرنا گناہ ہے اور منع ہے اور فاطمہ کہتی ہیں تین دن ولیمہ کرسکتا ہے جب کہ ریاء مقصود نہ ہو تو ، ہندہ اسکا حوالہ طلب کرتی ہے دونوں میں کس کی بات درست ہے؟ اصلاح فرما کر عند اللہ ماجور ہوں **المستفتی:۔سید عبید رضا**

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوہاب

مسئلہ یہ ہے کہ پہلے دن ولیمہ کرنا سنت ہے اور اگر کسی وجہ سے نہ کرسکا تو دوسرے دن کرسکتا ہے،لیکن تیسرے دن کھلانا دکھاوا ہو یا نہ ہو خلاف سنت ضرور ہے۔علامہ شیخ نظام الدین حنفی متوفی ۱۱۶۱ھ اور علمائے ہند کی ایک جماعت نے تحریر فرمایا ہے: **ولا بأس بأن يدعو يومئذ من الغد وبعد الغد، ثم ينقطع العرس والوليمة، كذا في الظهيرية**(الفتاویٰ الھندیۃ، المجلد الخامس، کتاب الکراھیۃ، ص۳۴۳،بیروت لبنان)

حضور صدر الشریعہ علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں دعوت ولیمہ صرف پہلے دن ہے یا اس کے بعد دوسرے دن بھی یعنی دو ۲ ہی دن تک یہ دعوت ہوسکتی ہے،اس کے بعد ولیمہ اور شادی ختم! ہندوستان میں شادیوں کا سلسلہ کئی دن تک قائم رہتا ہے سنت سے آگے بڑھنا ریا و سمعہ ہے اس سے بچنا ضروری ہے۔(بہار شریعت،حصہ ۱۶،ص ۳۹۲ تا ۳۹۳/مکتبہ مدینہ دھلی)

خلاصہ یہی ہے کہ دعوت ولیمہ بعدِ شبِ زفاف صبح کو کرے یا اسکے دوسرے دن! تیسرے دن خلاف سنت ہے اور اگر ریاکاری ہے تو اس صورت میں گنہگار بھی ہوگا۔صورت مسئولہ میں نہ ہندہ کی

بات درست ہے اور نہ ہی فاطمہ کی ،ہندہ کی اس لئے کہ اس نے مطلقا کہا کہ تین دن لگاتار کرنا گناہ ہے،اور فاطمہ کا قول اس لئے غلط ہے کہ اس نے کا کہا کہ ریا نہ ہوتو کرسکتا ہیں جبکہ تیسرے دن ریا نہ ہو جب بھی خلاف سنت ہے ۔واللہ ورسولہ اعلم بالصواب

کتبہ
عبیداللہ حنفی بریلوی

(زوال کے وقت نکاح پڑھانا کیسا ہے؟)

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مسئلہ:۔کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ زوال کے وقت نکاح پڑھانا کیسا ہے؟

المستفتی:۔غلام رسول رضوی جودھ پور راجستھان

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوہاب

زوال کے وقت نکاح پڑھانا جائز و درست ہے اس میں کوئی حرج نہیں،ہاں مکروہ وقت میں قرآن مجید کی تلاوت کے بجائے ذکر واذکار کرنے کا حکم ہے،حضور سیدی سرکار اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں کہ جب آفتاب قریب غروب کو پہنچے اور وقت کراہت آئے تو اس وقت قرآن کی تلاوت ملتوی کی جائے اور اذکار الہیہ کئے جائیں کہ آفتاب نکلتے ڈوبتے اور ٹھیک دوپہر کے وقت نماز ناجائز اور تلاوت (قرآن) مکروہ (تنزیہی) ہے۔(فتاوی رضویہ شریف جلد دوم ص ۳۵۹/مکتبہ رضویہ آرام باغ روڈ کراچی پاکستان)واللہ تعالی اعلم بالصواب

کتبہ

محمد مدثر جاوید رضوی

(نابالغہ خود اپنا نکاح کسی لڑکے سے کرے تو کیا حکم ہے؟)

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مسئلہ:۔کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ زید اور ہندہ اپنے گھر والے کو بتائے بغیر چپکے سے نکاح کرلیا جوکہ ہندہ نابالغہ ہے تو کیا اِن دونوں کا نکاح جائز ہے؟ اور دونوں انصاری میں سے ہیں؟

المستفتی: ۔شاہد جھارکھنڈ

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوہاب

سمجھدار نابالغہ کا بغیر اذنِ ولی نکاح کرنا اور اس نکاح کا درست و صحیح ہونا محض صحت تک محدود ہوگا، مگر نفاذِ نکاح اجازتِ ولی پر موقوف رہے گا! اولیاء رضامندی ظاہر کردیں تو ایسا نکاح نافذ بھی ہو جائے گا، اور رد کردیں تو نکاحِ مذکور ختم یعنی کالعدم ہو جائے گا! حضور فقیہ ملت مفتی جلال الدین امجدی علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں اگر نابالغ بچہ ناسمجھ ہے تو نکاح منعقد نہ ہوا اور اگر سمجھ والا ہے تو نکاح منعقد ہو جائے گا مگر ولی کی اجازت پر موقوف رہے گا فتاوی عالمگیری میں ہے " لا ینعقد نکاح الصبی الذی لا یعقل و نکاح الصبی العاقل یتوقف نفاذہ علی اجازۃ ولیہ ھکذا فی البدائع ملخصا (جلد اول صفحہ ۲۰۵)(فتاوی فیض الرسول جلد اول صفحہ ۵۵۹)

صورت مسئولہ میں اگر بچی ناسمجھ ہے تو نکاح منعقد نہ ہوا اور اگر بچی سمجھ دار ہے تو نکاح منعقد ہو جائے گا مگر ولی کی اجازت پر موقوف رہے گا۔واللہ تعالی اعلم بالصواب

کتبہ

محمد مدثر جاوید رضوی

(دو بار نکاح کرنا کیسا ہے؟)

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مسئلہ:۔کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ لڑکا اور لڑکی بھاگ کر شادی کیئے گھر والوں کو پتہ چلا تو بہت شرمندہ ہوئے اب لڑکا اور لڑکی کے والدین سماج میں عزت کی خاطر دوبارہ سے ان دونوں کا نکاح کرنا چاہتے ہیں تو کیا جائز ہے؟ **المستفتی:۔** ہدایت اللہ کلکتہ

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوہاب

اگر لڑکا اور لڑکی کا نکاح کرنا شرعی اعتبار سے جائز تھا تو پہلی مرتبہ میں ہی نکاح ہوگیا اب مزید دوبارہ نکاح پڑھوانے کی حاجت نہیں لیکن پھر بھی دوبارہ ایجاب وقبول کروانا چاہیں تو حرج بھی نہیں کہ یہ تجدید نکاح ہے نہ کہ نکاح از سرے نو! حضرت علامہ مفتی منظور احمد یار علوی ارشدی دامت برکاتھم القدسیہ فرماتے ہیں موانع نکاح سے اگر کوئی اور امر مانع نہ تھا تو نکاح منعقد ہوگیا پھر سے نکاح کی ضرورت نہیں ہاں دوبارہ نکاح کرتا ہے تو یہ تجدید نکاح ہے نہ کہ سرے سے نکاح (فتاوی یار علویہ صفحہ ۱۳۲ مطبوعہ دارالعلوم اہل سنت برکاتیہ گلشن نگر جوگیشوری)

تنبیہ: زوجین کو ان کے اس فعل بد سے لازمی طور پر توبہ کروائی جائے جو انہوں نے بھاگ کر ایک دوسرے کے ساتھ وقت گزارا، قال اللہ تعالٰی فی القرآن المجید "اِلَّا مَنۡ تَابَ وَ اٰمَنَ وَ عَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا فَاُولٰٓئِکَ یُبَدِّلُ اللّٰہُ سَیِّاٰتِہِمۡ حَسَنٰتٍ" مگر جو توبہ کرے اور ایمان لائے اور اچھا کام کرے تو ایسوں کی برائیوں کو اللہ بھلائیوں سے بدل دے گا۔ (سورہ فرقان آیت ۷۳) واللہ تعالٰی اعلم بالصواب

کتبہ

محمد معراج رضوی

(حضرت بلال کی شادی کیوں نہیں ہوئی ؟)

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مسئلہ:۔کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی شادی کیوں نہیں ہوئی تھی؟ **المستفتی**:۔محمد کوثر رضا گڑھوا جھارکھنڈ

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوہاب

یہ محض بے اصل ہے بلکہ کثیر روایات سے ظاہر ہے کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی شادی ہوئی تھی البتہ اللہ تعالی کی مصلحت تھی کہ آپ صاحب اولاد نہیں ہوئے،حضرت مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں،!چوں بلال از ضعف شد ہمچوں ہلال، رنگ مرگ افتاد برروئے بلال، جب حضرت بلال کمزوری سے چاند کی طرح ہو گئے،حضرت بلال کے چہرے پر موت کے آثار آگئے،جفت او دیدش بگفتا واحرب، پس بلالش گفت نے نے واطرب،ان کی بیوی نے ان کو دیکھا کہا ہائے لٹ گئے،تو حضرت بلال نے ان سے کہا نہیں نہیں خوشی ہے،تاکنوں اندرحرب بودم ززیست،تو چہ دانی مرگ چہ عیش وچیست،اب تک میں زندگی سے مصیبت میں تھا،تو کیا جانے موت کس قدر عیش ہے اور کیا چیز ہے،گفت جفتش الفراق اے خوش خصال،گفت نے نے الوصال ست ایں وصال،ان کی بیوی نے کہا کی اے خوش خصلت جدائی ہے،انہوں نے فرمایا نہیں نہیں یہ جدائی وصال ہے،(مثنوی معنوی مولائے روم صفحہ ۳۳۷ ،۳۳۴ مکتبہ سب رنگ کتاب گھر دھلی)

اور حضرت علامہ مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت بلال ابن رباح آپ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالی عنہ کے آزاد کردہ غلام ہیں مکہ معظمہ میں آپ نے اپنا اسلام ظاہر کیا بدر

وغیرہ تمام غزوات میں شامل ہوئے آخر میں شام رہے آپ کی اولاد کوئی نہیں۔(مرآۃ المناجیح شرح مشکوۃ المصابیح جلد ۸ صفحہ ۴۹۱ مکتبہ ادبی دنیا دہلی)واللہ تعالی اعلم بالصواب

کتبہ

محمد معراج رضوی

(گودلی بچی کی شادی میں کس کا نام ضروری ہے؟)

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مسئلہ:۔کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ زید اپنے سالے کی لڑکی ہندہ کو گود لیا اور بچپن سے ہی ہندہ کی پرورش کی اپنی لڑکی کی طرح اب ہندہ کی شادی ہونے والی ہے تو ہندہ کے نکاح میں زید کا نام ہوگا یا ہندہ کے باپ کا؟ شریعت کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں بڑی مہربانی ہوگی

المستفتی:۔حافظ محمود عالم مدرسہ قادریہ رضاء العلوم پانکھوپالی ضلع گوپال گنج بہار

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوہاب

کسی غیر کے بچے کو گود لینا یا کسی بے سہارا کو سہارا دینا یہ بہت ہی بڑا کار خیر ہے گود لینے والا ان شاء اللہ اجر عظیم کا مستحق ہوگا لیکن اسکے باوجود اسکی ولدیت کو قطعا نہیں بدلا جاسکتا خواہ تحریری صورت میں ہو یا تقریری صورت میں ہر گورمنٹی و دنیاوی کاغذات پر اسکے حقیقی باپ ہی کا نام لکھا جائے گا قرآن مجید میں رب تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے "اُدْعُوْهُمْ لِاٰبَآئِهِمْ هُوَ اَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ انہیں ان کے باپ ہی کا کہ کر پکارو یہ اللہ کے نزدیک زیادہ ٹھیک ہے۔ (کنز الایمان، سورہ احزاب، آیت نمبر ۵)

بچہ گود لینا جائز ہے لیکن یہ یاد رہے کہ گود میں لینے والا عام بول چال میں یا کاغذات وغیرہ میں اس کے حقیقی باپ کے طور پر اپنا نام استعمال نہیں کرسکتا بلکہ سب جگہ حقیقی باپ کے طور پر اس بچے کے اصلی والد ہی کا نام استعمال کرنا ہوگا اور اگر اصلی باپ کا نام معلوم نہیں تو اس کی معلومات کروا کر باپ کے طور پر حقیقی باپ کا نام لکھنا ہوگا اور اگر کوشش کے باوجود کسی طرح اس کے اصلی باپ کا نام معلوم نہ ہو سکے تو گود لینے والا گفتگو میں حقیقی باپ کے طور پر اپنا نام ہرگز استعمال نہ کرے اور نہ ہی بچہ اسے حقیقی والد

کے طور پر اپنا باپ کہے، اسی طرح کاغذات وغیرہ میں سرپرست کے کالم میں اپنا نام لکھے حقیقی والد کے کالم میں ہرگز نہ لکھے ۔(تفسیر صراط الجنان)

اور اسکے متعلق کے احادیث واقوال ائمہ وسلف صالحین وغیرہ بھی موجود ہیں کہ اپنی ولدیت کو بدلنے والا یا بدلنے والی سخت ازسخت گنہگار و مستحق عذاب نار ہے میں اسکے حوالے میں ایک حدیث پیش کر رہا ہوں "لَيْسَ مِنْ رَجُلٍ ادَّعَى لِغَيْرِ أَبِيهِ وَهُوَ يَعْلَمُهُ إِلَّا كَفَرَ وَمَنِ ادَّعَى قَوْمًا لَيْسَ لَهُ فِيهِمْ فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ " جس شخص نے قصدا یعنی جان بوجھ کر اپنے حقیقی باپ کے علاوہ کسی دوسرے باپ کو منسوب کیا تو اس نے کفر کیا یعنی گناہ عظیم کیا اور جس نے ایسی برادری میں سے اپنے آپ کو بتایا جس میں سے وہ نہیں ہے تو اس ٹھکانا جہنم ہے ۔(الصحیح البخاری، کتاب المناقب، ص ۴۹۷ مجلس برکات)

ہاں اتنا ضرور کرسکتا ہے کہ اس متبنی گودلیا ہوا بچہ) کے آگے زید زیر پرورش میں اپنا نام درج کرسکتا ہے اور نکاح کے رجسٹر ڈ میں ولی دولھا و دلہن کے کالم میں بھی اپنا نام درج کرسکتا ہے البتہ ولدیت میں اسکے حقیقی باپ ہی کا نام درج کیا جائے گا خواہ اسکا باپ کسی قوم و قبیلے و مذہب سے تعلق کیوں نہ رکھتا ہو۔ واللہ و رسولہ اعلم بالصواب

کتبہ

عبیداللہ حنفی بریلوی

(کیا حلالہ میں صحبت شرط ہے؟)

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مسئلہ:۔کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ کیا حلالہ میں صحبت شرط ہے؟ (۲) اور عوام میں ایک چیز کا رواج ہے صرف جس کے ساتھ حلالہ کیا جائے اس کے پیر ہاتھ دبا دو اور کچھ کھلا پلا دو حلالہ ہو جائے گا؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں مہربانی ہوگی

المستفتی: ۔محمد راشد خان برکاتی

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوہاب

(۱) جی ہاں حلالہ میں صحبت شرط ہے بغیر صحبت کے حلالہ ممکن ہی نہیں۔قرآن شریف میں اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہے: فَإِن طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهُ مِن بَعْدُ حَتَّىٰ تَنكِحَ زَوْجًا غَيْرَهُ پھر اگر تیسری طلاق اسے دی تو اب وہ عورت اسے حلال نہ ہوگی جب تک دوسرے خاوند کے پاس نہ رہے۔

(کنزالایمان، سورہ بقرہ ۲۳۰)

اس آیت کریمہ کی آخری جملے کی تفسیر میں امام جلال الدین بکر السیوطی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں۔ویطأھا (تفسیر الجلالین، پ ۲، ص ۳۵ مجلس برکات مبارکپور)

یَطأُ سمع یسمع سے آیا ہے جس کا معنیٰ روندنا یعنی ہمبستری وطی، (مصباح اللغات صفحہ ۹۵۳)

یطإ فعل مضارع کا صیغہ ہے اس میں ھُوَ ضمیر فاعل ہے جو مشیر ہے مرد کی جانب، اور یطأھا میں جو ھا ہے یہ ضمیر مؤنث ہے جو مشیر ہے عورت کی جانب مطلب یہ ہوا شوہر ثانی اس بیوی کے ساتھ وطی یعنی ہمبستری کرے گا۔

اور حدیث شریف میں ہے:عن عائشة- رضی الله عنها ان امرأة رفاعة القرظی جاءت إلی رسول الله صلی الله علیه وسلم- فقالت: یارسول اللهﷺ ان رفاعة طلقنی فبَتَّ طلاقی، وانی نکحت بعده عبد الرحمن بن الزَّبیر، القرضی وإنما معه مثل هُدْبَةِ قال رسول الله -صلی الله علیه وسلم- لعلك أتریدین أن ترجعی إلی رفاعة؟ لاحتی تَذُوقی عُسَیْلَتَاك، وتذوقی عُسَیْلَته" ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رفاعہ قرضی کی بیوی نبی کریم ﷺ کے پاس آئیں اور کہا یارسول اللہ ﷺ بے شک میں رفاعہ کے پاس تھی انہوں نے مجھے تین طلاق دی پھر میں نے اس کے بعد عبدالرحمن بن زبیر سے نکاح کیا مگر میں نے ان کو پایا نرم کپڑے کی طرح یعنی ان کے اندر قوت مردانیت نہیں تھی اور وہ مجھ سے صحبت نہیں کر پائے تو نبی ﷺ نے فرمایا شاید تم رفاعہ کے نکاح میں دوبارہ پلٹنا چاہتی ہو، اس وقت تک پہلے شوہر سے نکاح نہیں کر سکتی جب تک تم ایک دوسرے کا مزہ نہ چھک لو یعنی تم ایسے کے ساتھ صحبت کرو کہ تم دونوں آپس میں لطف اندوز ہو جاؤ۔ (صحیح البخاری، المجلد الثانی، کتاب الطلاق، صفحہ ۷۹۱، مجلس برکات مبارکپور)

اور فتاویٰ عالمگیری میں ہے:ان کان الطلاق ثلاثا فی الحرة و ثنتین فی الأمة لم تحل له حتی تنكح زوجا غیره نكاحا صحیحا یدخل بها ثم یطلقها او یموت عنها ، كذا فی الهدایة (المعروف الفتاویٰ الھندیہ، الجلد الاول، باب الرجعۃ ص ۵۰۶ (دارالکتب العلمیہ بیروت لبنان)

بغیر صحبت کے مذکورہ جہالت کو عمل میں لانے کے بعد شوہر اول سے نکاح باطل ہے اگر کر دیا تو یہ محض زنا ہوگا تو اس صورت میں بیوی و شوہر، اہل خانہ سب کے سب گناہ کبیرہ کے مرتکب ہونگے اور خاص کر وہ جہّال جو غلط مسئلہ بیان کرتے ہیں ان کو اللہ سے و عذاب جہنم سے خوف کھانا چاہئے۔

حدیث شریف میں ایسے لوگوں پر لعنت فرمائی گئی ہے:قال ﷺ: "من أفتی بغیر علم فعلیه لعنة الله والملائكة والناس أجمعین" فكم و كم من الناس یهلكون

أنفسهم ويهلكون غيرهم بسبب فتوى بغير علم یعنی اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ جس نے بغیر علم کے مسئلہ بتایا اس پر اللہ کی اور تمام فرشتوں اور تمام لوگوں کی لعنتیں ہوتی ہیں پس ایسے لوگ اپنی جانوں کو ہلاک کریں گے اور وہ لوگ ہلاک ہوں گے بغیر علم کے فتوی لینے کی سبب ۔(سنن ابن ماجہ کتاب العلم،مکتبہ تھانوی دیوبند)

ایک اور حدیث میں ایسے کو گمراہ بتایا گیا یعنی غلط مسئلہ بتانے والے خود بھی گمراہ ہوں گے اوروں کو بھی گمراہ کریں گے ۔

عن عبدالله بن عمر و قال قال رسول الله ﷺ ان الله لا يقبض العلم انتزاعا ينتزعه من العباد ولكن يقبض العلم بقبض العلماء حتى اذا لم يبق عالما اتخذ الناس رئوسا جهالا فسئلوا فافتوا بغير علم فضلوا واضلوا (مشکوۃ المصابیح، کتاب العلم،صفحہ ۳۳ مجلس برکات مبارکپور)والله اعلم بالصواب

کتبہ

عبیداللہ حنفی بریلوی

(فرشتوں کو گواہ بنا کر نکاح کرنا کیسا ہے؟)

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مسئلہ:۔کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ لڑ کا لڑکی خود میں فرشتوں کو گواہ بنا کر نکاح کر سکتے ہیں؟ **المستفتی:۔** التمش رضا (بہار)

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب بعون الملک الوہاب

نہیں کر سکتے اس طرح کرنے سے نکاح منعقد نہیں ہوگا کیونکہ فقہائے کرام نے یہاں تک لکھا ہے کہ اگر کوئی اللہ اور اسکے رسول کو گواہ بنا کر انسانی گواہ کے بغیر آپس میں ایجاب وقبول کرنا چاہے یا کرلے تو اس طرح نکاح درست نہیں ہوتا ہے ۔فتاویٰ عالمگیری میں ہے :من تزوج امراۃ بشھادۃ اللہ و رسولہ لایصح النکاح " نکاح منعقد ہونے کیلئے دو آزاد مکلف مرد یا ایک مرد دو عورت کا گواہ ہونا اور اسکا سننا شرط ہے ۔ درمختار جلد چہارم صفحہ ۸۷ میں ہے : شرط حضور شاھدین حرین او حر حرتین مکلفین سامعین قولھما معا علی الاصح "

الجوھرۃ النیرۃ جلد دوم صفحہ ۱۰۷ میں ہے: ولا ینعقد نکاح المسلمین الا بحضور شاھدین حرین مسلمین بالغین عاقلین او رجل وامرأتین " معلوم ہوا کہ نکاح منعقد ہونے کے لیے گواہ شرط ہے اور جب شرط فوت ہو جائے تو مشروط بھی فوت ہو جاتے ہیں، شرع کا قاعدہ کلیہ یہ ہے: اذا فات الشرط فات المشروط "واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہ

محمد معصوم رضا نوری عفی عنہ

(فاسق کی گواہی سے نکاح ہوگا؟)

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مسئلہ:۔کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ زید کا نکاح ہوا نکاح میں دونوں گواہ بغیر داڑھی والے اور نکاح وکیل دیوبندی اور نکاح پڑھانے والے سنی حافظ صاحب تھے عرض یہ ہے نکاح ہوا کہ نہیں؟ اگر نکاح نہیں ہوا کیا دوبارہ پڑھنا ہوگا؟ جواب عنایت فرمائیں۔

المستفتی: ۔محمد ظفر عالم قادری ہوشنگ آباد ایم پی

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب بعون العلیم الوھاب وھو الموفق للحق والصواب

صورت مسئولہ میں نکاح صحیح و درست ہوگیا، دوبارہ نکاح پڑھنے کی کوئی حاجت وضرورت نہیں ۔تفصیل اس کی یہ ہے نکاح کی صحت کے لیے گواہوں کا متشرع ہونا اور وکیل کا سنی ہونا ضروری نہیں ۔نیز نکاح میں وکیل وہ ہوتا ہے جس کو زوجین میں سے کوئی ایک نکاح کی اجازت دیتا ہے، تو وکیل کا کام صرف اپنے مؤکل یا مؤکلہ کے الفاظ کو مجلس نکاح میں بیان کرنا رہتا ہے، اس کے بعد وکیل کا کام ختم۔ لہٰذا گواہوں کا داڑھی منڈا ہونا اور وکیل وہابی ہونا انعقاد نکاح میں مخل نہیں ہے۔

شیخ الاسلام امام برہان الدین المرغینانی گواہوں کے متعلق تحریر فرماتے ہیں :"ولا ینعقد نکاح المسلمین الا بحضور شاھدین حرین عاقلین بالغین مسلمین رجلین او رجل وامراتین عدولا کانوا او غیر عدول ولا تشترط العدالۃ حتی ینعقد بحضرۃ الفاسقین عندنا" مسلمانوں کا نکاح دو مسلمان آزاد عاقل بالغ گواہوں کی موجودگی میں منعقد ہوجاتا ہے خواہ دو مرد ہوں یا ایک مرد اور دو عورتیں ہوں، خواہ یہ گواہ عادل یا غیر

عادل (فاسق) ہوں۔نکاح میں گواہوں کا باشرع ہونا شرط نہیں ہے فاسق گواہوں کی موجودگی میں بھی ہمارے نزدیک نکاح منعقد ہوجاتا ہے۔(الهداية ،جلد دوم ، کتاب النکاح ، فصل فی الوكالة بالنکاح ص326. مطبوعه مکتبه رحمانیه)

نیز آپ وکیل کے متعلق دوسرے مقام پر فرماتے ہیں "أن الوكيل في النكاح معبر وسفير والتمانع في الحقوق دون التعبير ولا ترجع الحقوق إليه بخلاف البيع لأنه مباشر حتى رجعت الحقوق إليه" نکاح میں وکیل کی حیثیت محض معبر اور سفیر کی ہوتی ہے اور ممانعت حقوق میں ہے نہ کہ تعبیر میں اور باب نکاح میں حقوق وکیل کی جانب نہیں لوٹتے برخلاف بیع کے کہ اس میں یہ خود ہی عمل کرنے والا ہوتا ہے اسی لئے باب بیع میں حقوق اسی کی جانب لوٹتے ہیں ۔(الهداية ،جلد دوم ، کتاب النکاح ، فصل فی الوكالة بالنکاح ص 326. 344 مطبوعه مکتبه رحمانیه) واللہ تعالی اعلم بالصواب

کتبہ
محمد ایاز حسین تسلیمی

(سود کا دھندہ کرنے والے کی بیٹی کا نکاح پڑھانا کیسا ہے؟)

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مسئلہ:۔کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ بستی میں ایک پریوار ہے جس کے سبھی مرد باپ، بیٹے کھلے طور پر سود کا اور سٹے کا دھندہ کرتے ہیں اس کے علاوہ دوسرا کوئی ذریعہ آمدنی نہیں اس پریوار کے ایک چھوٹے بیٹے کی شادی ہوئی جس کا نکاح مسجد کے موجودہ امام نے پڑھایا اور نکاح کے عوض امام صاحب نے ان سے نذرانہ لیا اور مسجد کمیٹی کی رسید کاٹ کر مسجد کمیٹی کے لئے بھی پیسے لئے دریافت طلب امر یہ ہے کہ ایسا شخص جو بستی میں کھلے عام سود کا دھندہ کرتا ہے اس کا نکاح پڑھانا اور نکاح کے بدلے امام کا اور مسجد کمیٹی کا پیسہ لینا قرآن وحدیث کی روشنی میں کیا درست ہے؟

المستفتی:۔ عبدالرحمن رضوی

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوہاب

سود کی حرمت نص قطعی سے ثابت ہے اور سود/ بیاج کا کاروبار خواہ کھلے عام ہو یا پوشیدہ طور پر دونوں صورتوں میں قرآن وحدیث کی رو سے بالکل ناجائز وحرام اور سخت گناہ ہے۔اس پر شدید وعیدیں بھی آئی ہیں سودی معاملہ لین دین دنیوی واخروی تباہی وبربادی کا سبب ہے اور اس میں ذلت و رسوائی بھی ہے۔قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:**وَاَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا** ”اور اللہ نے حلال کیا بیع کو اور حرام کیا سود۔ (پارہ۳،سورۃ البقرۃ،آیت ۲۷۵)

اور مسند امام احمد بن حنبل ج ۴ ص ۲۲۳ کی حدیث مبارک میں سود کے ایک درہم کو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ۳۶ / مرتبہ زنا کرنے سے زیادہ سخت گناہ قرار دیا ہے لیکن سودی کاروبار

والے کا نکاح پڑھانا اس کا نذرانہ و ہدیہ قبول کرنا مسجد کے لیے چندہ لینا اس کے وہاں کھانا پینا اس وقت جائز ہے جب تک کہ یقینی طور پر یہ معلوم نہ ہو جائے کہ وہ بعینہ مال حرام سے نذرانہ یا چندہ دے رہا ہے یا کھانا کھلا رہا ہے کیوں کہ جب حلال وحرام دونوں مال ہوں اور غلبہ حلال مال کا ہو تو نذرانہ ہدیہ قبول کرنا جائز ہے لیکن اگر غلبہ حرام مال کا ہو تو پھر بچنا ہی اولی اور بہتر ہے چاہے امام ہو یا عوام! الاَشباہ والنظائر میں ہے: "القاعدة الثانية من النوع الثاني: إذا اجتمع عند أحد مال حرام وحلال فالعبرة للغالب ما لم يتبين" (الاشباہ والنظائر ۱/۱۰۴)

فتاوی عالمگیری میں ہے: أهدى إلى رجل شيئا أو أضافه إن كان غالب ماله من الحلال فلا بأس إلا أن يعلم بأنه حرام، فإن كان الغالب هو الحرام ينبغي أن لا يقبل الهدية ولا يأكل الطعام إلا أن يخبره بأنه حلال ورثته أو استقرضته من رجل كذا في الينابيع۔ ولا يجوز قبول هدية أمراء الجور لأن الغالب في مالهم الحرمة إلا إذا علم أن أكثر ماله حلال بأن كان صاحب تجارة أو زرع فلا بأس به؛ لأن أموال الناس لا تخلو عن قليل حرام فالمعتبر الغالب، وكذا أكل طعامهم "۔ یعنی: اگر کوئی شخص کسی کو بطور ہدیہ کوئی چیز دے یا اس کی مہمان نوازی کرے تو اگر اس کا غالب مال حلال ہو تو قبول کرنے میں کوئی حرج نہیں جب تک کہ اسے معلوم نہ ہو کہ اس کا غالب حصہ حرام ہے اگر اکثر مال حرام ہو تو اسے چاہیے کہ وہ ہدیہ قبول نہ کرے اور نہ ہی کھانا کھائے۔ جب تک معلوم نہ ہو کہ یہ حلال ہے اور یہ کہ اس نے اسے وراثت میں حاصل کیا ہے یا اسے فلاں آدمی سے قرض لیا ہے، اور اسی طرح ظالم حاکموں سے ہدیہ لینا جائز نہیں، کیونکہ ان کے مال کی اکثریت حرام ہوتی ہے، جب تک یہ معلوم نہ ہو کہ اس کا اکثر مال مباح ہے، مثلاً اگر وہ تاجر ہو یا کاشتکار، تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ کیوں کہ لوگوں کے مال حرام کی قلیل و کثیر مقدار سے خالی نہیں (یعنی حرام مال کم ہوگا یا زیادہ) پس تو اس صورت میں اعتبار غلبہ کا ہوگا اور یہی حکم ان کے ہاں کھانا کھانے کا ہوگا

(الفتاویٰ الھندیۃ، "کتاب الکراھیۃ: الباب الثانی عشر فی الھدایا والضیافات": ج۵، ص: ۳۴۲)

سرکار اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں: جائز بایں معنی تو ہے کہ کھائے گا تو کوئی شئی حرام نہ کھائی جب تک معلوم نہ ہو کہ یہ شئی جو میرے سامنے آئی بعینہ حرام ہے: به ناخذ مالم نعرف شیا حرام بعینه نص علیه محرر المذهب الامام محمد رحمه الله تعالی کما فی الذخیرہ وغیرھا. مگر احتراز اولی خصوصاً جب کہ غالب حرام ہو خروجا عن الخلاف و کما فی ردالمحتار عن الذخیرۃ عن الامام ابی جعفر احب الی فی دینه ان لا یاکل ویسعه حکما ان لم یکن ذلك الطعام غصبا ورشوة " (فتاوی رضویہ۔ج ۹ ص ۱۰۶)

اور ایک جگہ فرماتے ہیں: جس کا ذریعۂ معاشی صرف مال حرام ہے اس کے یہاں سے بچنا ہی اولی ہے: تحرزا عن الخلاف" مگر کوئی کھانا حرام نہیں جب تک کہ تحقیق نہ ہو کہ خاص یہ کھانا حرام سے ہے عملا باصل الحل ہاں یہ جدا بات ہے ایسے فاسقوں کے یہاں خلط ملط مناسب نہیں خصوصا ذی علم کو۔ (فتاوی رضویہ ج ۹ نصف اول ص ۲۲۴)

حضرت علامہ امجد علی اعظمی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: جس نے ہدیہ بھیجا اگر اس کے پاس حلال و حرام دونوں قسم کے اموال ہوں مگر غالب مال حلال ہے تو اس کے قبول کرنے میں کوئی حرج نہیں یہی حکم اس کے یہاں دعوت کھانے کا ہے اور اگر اس کا غالب مال حرام ہے تو نہ ہدیہ قبول کرے اور نہ اس کی دعوت کھائے جب تک یہ معلوم نہ ہو کہ یہ چیز جو اسے پیش کی گئی ہے حلال ہے۔ (بہار شریعت ج ۳ ح ۱۵ ص ۳۹۴ ب مطبوعہ مکتبۃ المدینہ)

وقار الفتاوی میں حضرت علامہ مفتی وقار الدین قادری علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں: جس شخص کی آمدنی حلال وحرام دونوں طرح کی ہے اگر علیحدہ علیحدہ مال رکھے ہیں اور وہ حرام مال میں سے مسجد میں چندہ دیتا ہے یا مسلمانوں کی دعوت کرتا ہے تو وہ چندہ لینا اور دعوت کھانا حرام ہیں اگر حلال مال میں

سے یہ کام کرتا ہے تو جائز ہے اگر دونوں قسم کی آمدنی ملائی گئی ہے اب حلال وحرام کو جدا نہیں کیا جاسکتا تو اس کا عطیہ چندہ وغیرہ جائز ہے فتاوی عالمگیری میں ہے: "اختلف الناس فی اخذ الجائزۃ من السلطان قال بعضھم یجوز مالم یعلم انہ یعطیہ من حرام قال محمد رحمہ اللہ تعالٰی و بہ ناخذ مالم نعرف شیئا حرامًا بعینہ وھو قول ابی حنیفۃ رحمہ اللہ تعالٰی واصحابہ" یعنی: بادشاہ سے انعام لینے میں لوگوں کا اختلاف ہے بعض نے کہا جائز ہے جب تک یہ معلوم نہ ہو وہ (مال) حرام سے دے رہا ہے امام محمد علیہ الرحمہ فرماتے ہیں اور ہمارا مسلک یہی ہے کہ جب تک ہم جان نہ لیں کہ وہ چیز حرام بعینہ ہے امام اعظم ابوحنیفہ اوران کے ساتھیوں کا بھی یہی قول ہے۔(ج ۵ ص ۳۴۲ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ/بحوالہ وقار الفتاوی ص ۳۲۱ / ۳۲۲)

الانتباہ: مذکورہ حکم شرعی امام وعوام دونوں کے لیے ہے صرف امام کی پکڑ کرنا اور خود کو اس سے بری سمجھنا سراسر غلط اور ناانصافی ہے۔ واللہ تعالٰی جل جلالہ و رسولہ الاعلٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ و آلہ وسلم اعلم بالصواب

کتبہ

سید محمد نذیر الہاشمی سہروردی نوری ارشدی شاہی

(جب جب نکاح کروں تو طلاق کہا تو کس طرح نکاح کرے؟)

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مسئلہ:۔کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ اگر زید نے کہا کہ جب جب میں نکاح کروں تو طلاق! تو زید کے نکاح کرنے سے کونسی طلاق واقع ہوگی؟ اور آگر زید پھر نکاح کرنا چاہتا ہے تو کس طرح نکاح کرے کہ دوبارہ طلاق واقع نہ ہو؟

المستفتی: محمد خالد بنارس

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب بعون الملک الوہاب

زید کا یہ کہنا کہ جب جب میں نکاح کروں تو طلاق! تو زید کے نکاح کرنے پر طلاق واقع ہو جائے گی۔ اور جب جب نکاح کرے گا تب تب طلاق واقع ہوگی۔ چونکہ جس سے نکاح کرے گا وہ غیر مدخولہ ہی ہوگی اور غیر مدخولہ ہونے کی وجہ سے طلاق بائنہ واقع ہوگی جیسا کہ فقیہ اعظم حضور صدر الشریعہ بدر الطریقہ علامہ مفتی محمد امجد علی اعظمی علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں: اگر کہا جب کبھی میں کسی عورت سے نکاح کروں اُسے طلاق ہے تو جب کبھی نکاح کرے گا طلاق ہو جائے گی۔

ان صورتوں میں اگر چاہے کہ نکاح ہو جائے اور طلاق نہ پڑے تو اسکی صورت یہ ہے کہ فضولی (یعنی جسے اس نے نکاح کا وکیل نہ کیا ہو نہ وہ اس کا ولی ہو) بغیر اس کے حکم کے اُس عورت یا کسی عورت سے نکاح کر دے اور جب اسے خبر پہونچے تو زبان سے نکاح کو نافذ نہ کرے بلکہ کوئی ایسا فعل کرے جس سے اجازت ہو جائے مثلاً مہر کا کچھ حصہ یا کل اُس کے پاس بھیج دے یا اُس کے ساتھ جماع کرے یا شہوت کے ساتھ ہاتھ لگائے یا بوسہ لے یا لوگ مبارکباد دیں یا خاموش رہے انکار نہ کرے تو اِس صورت میں نکاح ہو جائے گا اور طلاق نہ پڑے گی اور اگر کوئی خود نہیں کر دیتا اسے کہنے کی

ضرورت پڑے تو کسی کو حکم نہ دے بلکہ تذکرہ کرے کہ کاش کوئی میرا نکاح کر دے یا کاش تو میرا نکاح کر دے یا کیا اچھا ہوتا کہ میرا نکاح ہو جاتا اب اگر کوئی نکاح کر دے گا تو نکاح فضولی ہوگا اور اس کے بعد وہی طریقہ برتے جو اوپر مذکور رہوا۔(فتاویٰ علیمیہ جلد دوم صفحہ ۲۰۵/۲۰۶) واللہ اعلم بالصواب

کتبہ

محمد عتیق اللہ صدیقی فیضی یارعلوی ارشدی عفی عنہ

(خنثی کی گواہی سے نکاح منعقد ہوگا؟)

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مسئلہ:۔کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ نکاح پڑھاتے وقت ایک گواہ مرد ہو اور ایک خنثی ہو تو کیا نکاح منعقد ہوگا

المستفتی:۔غلام مصطفی

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب بعون الملک الوہاب

صورت مستفسرہ میں نکاح منعقد نہیں ہوگا ہاں اگر دو خنثی ہوں اور ایک مرد ہو تب نکاح ہو جائے گا۔فتاویٰ ہندیہ میں ہے" لاینعقد بشهادة المرأتين بغير رجل و كذا الخنثيين إذا لم يكن معهما رجل هكذا فی فتاویٰ قاضيخان"(المجلد الاول، کتاب النکاح، ص۲۹۵/بیروت لبنان)

حضور صدر الشریعہ علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں: صرف عورتوں یا خنثیٰ کی گواہی سے نکاح نہیں ہوسکتا جب تک ان میں کے دو کے ساتھ ایک مرد نہ ہو۔(بہار شریعت، حصہ ۷، ص ۱۲/مکتبہ مدینہ دھلی) واللہ و رسولہ اعلم

کتبہ

عبید اللہ حنفی بریلوی

(خلع کے بعد دوبارہ نکاح کرسکتے ہیں؟)

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مسئلہ:۔کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ زید کہتا ہے کہ بیوی اپنے شوہر سے خلع لینے کے بعد اگر چاہے تو اپنے شوہر اول سے دوبارہ نکاح کرسکتی ہے۔اور بکر کہتا کہ خلع لینے کے بعد اب وہ عورت اپنے شوہر اول سے کبھی بھی نکاح نہیں کرسکتی ہے۔دریافت طلب امر یہ ہے کہ دونوں میں کس کی بات درست ہے؟ مدلل ومفصل حوالے کے ساتھ جواب عنایت فرمائیں کرم نوازش ہوگی۔

المستفتی: محمد عمر صدیقی ضلع بہرائچ شریف یوپی

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوہاب

جو خلع شرعاً درست ہو اس سے ایک طلاق بائن واقع ہوجاتی ہے جیسا کہ "بہار شریعت" میں حضور صدر الشریعہ مفتی محمد امجد علی اعظمی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ: جب خلع کرلیں تو طلاق بائن ہوجاتی ہے۔(جلد ۲،حصہ ۸،صفحہ ۱۹۴،دعوت اسلامی)

اب اگر شوہر نے اس سے پہلے کبھی طلاق نہیں دی ہے اور اب باہمی رضامندی سے نکاح کرنا چاہتے ہیں تو از سرِ نو نئے مہر کے ساتھ دوبارہ نکاح کرسکتے ہیں لیکن اب شوہر کو دو ہی طلاق کا اختیار رہے گا۔حضرت علامہ شیخ نظام الدین اور علماء ہند کی ایک جماعت نے تحریر فرمایا ہے:"إذا كان الطلاق بائنًا دون الثلاث فله أن يتزوجها في العدة وبعد انقضائها." جب طلاق بائن ایک ہو تین نہ ہو تو اس کے لئے جائز ہے کہ اس عورت سے نکاح کرلے عدت کے اندر اور عدت کے بعد۔(فتاویٰ ہندیہ،جلد ۱،صفحہ ۴۷۲،مطبوعہ بولاق مصر المحمیۃ)

لہٰذا صورت مذکورہ میں جبکہ زید نے جو کہا وہ درست ہے۔زوج نے اس سے پہلے کبھی اپنی زوجہ کو طلاق نہیں دی ہے تو بعد خلع زوج اور اس کی زوجہ باہمی رضامندی سے دوبارہ نکاح کرنا چاہیں تو جدید مہر کے ساتھ نکاح کر سکتے ہیں لیکن اب زوج فقط دو ہی طلاق کا مختار رہے گا۔اور بکر نے جو کہا وہ بالکل غلط ہے بکر کو چاہیئے کہ کبھی بھی بغیر تفتیش کے کوئی مسئلہ بیان ہرگز نہ کرے۔پوری تحقیق کے بعد ہی بیان کرے۔واللہ تعالیٰ عزوجل و رسولہ ﷺ أعلم بالصواب

کتبہ

عبدالوکیل صدیقی نقشبندی

(بغیر طلاق لئے دوسری شادی کی کیا صورت ہوگی؟)

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مسئلہ:۔ کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ ایک لڑکی ہے جس کا شوہر شرابی ہے اور اس لڑکی کو پیسہ وغیرہ نہیں دیتا ہے اور شراب پیکر اُسے مارتا ہے تو وہ اپنے شوہر کے ساتھ نہیں رہنا چاہتی ہے لیکن وہ اس کو طلاق نہیں دے رہا ہے تو کیا لڑکی دوسرا نکاح کرسکتی ہے؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں مہربانی ہوگی **المستفتی:۔** محمد حبیب رضا نعمانی

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوہاب

جب تک مذکورہ لڑکی کا شوہر اس کو طلاق نہیں دے دیتا اور وہ عدت طلاق نہیں گزار لیتی وہ کسی سے نکاح نہیں کرسکتی ارشاد باری ہے "وَّ الْمُحْصَنٰتُ مِنَ النِّسَآءِ "اور حرام ہیں شوہر دار عورتیں۔ (سورۂ نساء آیت نمبر ۲۴)

مذکورہ لڑکی اپنے شرابی شوہر سے چھٹکارا چاہتی ہے تو اس سے طلاق لے لے اور اگر نہ دے تو جبرا یا ڈرا دھمکا کر یا کسی چیز کی لالچ دے اس سے طلاق لے لے یا اس سے خلع کرلے حضور صدر الشریعہ مفتی امجد علی اعظمی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: اگر زوج وزوجہ میں نا اتفاقی رہتی ہو اور یہ اندیشہ ہو کہ احکام شرعیہ کی پابندی نہ کرسکیں گے تو خلع میں مضائقہ نہیں اور جب خلع کرلیں تو طلاق بائن واقع ہوجائے گی اور جو مال ٹھہرا ہے عورت پر اُس کا دینا لازم ہے۔ (بہار شریعت حصہ ہشتم خلع کا بیان) واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہ

محمد عمران قادری تنویری غفرلہ

(شافعی لڑکی سے نکاح ہوسکتا ہے؟)

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مسئلہ:۔کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ کوئی حنفی کسی شافعی لڑکی سے شادی کرسکتا ہے یا نہیں؟

المستفتی:۔محمد توقیر رضا اشرفی

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوہاب

کرسکتا ہے کوئی حرج نہیں خواہ لڑکی شافعی ہو یا لڑکا حنفی یا اس کا عکس فتاویٰ عالمگیری جلد اول صفحہ ۳۱۶/ میں ہے: سئل شیخ الاسلام عطا بن حمزة عن مرأة شافعية بكر بالغة زوجت نفسها من حنفي بغير اذن أبيها والأب لايرضى ورده هل يصح هذا النكاح قال نعم و كذالك لو زوجت نفسها من شافعي كذا في الظهيرية "

بہار شریعت حصہ ہفتم صفحہ ۴۸ میں ہے: شافعیہ عورت بالغہ کوآری نے حنفی سے نکاح کیا اور اس کا باپ راضی نہیں تو نکاح صحیح ہوگیا یو ہیں اس کا عکس۔واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہ

محمد معصوم رضا نوری عفی عنہ

(کیا صرف عورتوں کی گواہی سے نکاح منعقد ہوسکتا ہے؟)

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ نکاح میں گواہ دو عورتیں ہوں تو کیا گواہی مانی جائے گی؟ یعنی نکاح ہو جائے گا؟ جواب عنایت کریں **المستفتی**: ۔جابر علی بلرام پوری

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوہاب

نکاح منعقد ہونے کے لئے دو مرد یا ایک مرد دو عورتوں کا ہونا ضروری ہے صرف دو عورت سے نہ نکاح منعقد ہوگا اور نہ ہی گواہی مانی جائے گی۔

ارشاد ربانی ہے "وَ اسْتَشْهِدُوْا شَهِیْدَیْنِ مِنْ رِّجَالِكُمْ فَاِنْ لَّمْ یَكُوْنَا رَجُلَیْنِ فَرَجُلٌ وَّ امْرَاَتٰنِ مِمَّنْ تَرْضَوْنَ مِنَ الشُّهَدَآءِ اَنْ تَضِلَّ اِحْدٰىهُمَا فَتُذَكِّرَ اِحْدٰىهُمَا الْاُخْرٰى" اور دو گواہ کرلو اپنے مردوں میں سے پھر اگر دو مرد نہ ہوں تو ایک مرد اور دو عورتیں ایسے گواہ جن کو پسند کرو کہ کہیں ان میں ایک عورت بھولے تو اس ایک کو دوسری یاد دلاوے۔

(سورہ بقرہ آیت نمبر ۲۸۲)

اس آیت کے تحت تفسیر صراط الجنان میں مدارک، البقرۃ، تحت الآیۃ: ۲۸۲، ص ۱۴۴ ، کے تحت ہے "حدود و قصاص میں عورتوں کی گواہی بالکل معتبر نہیں صرف مردوں کی شہادت ضروری ہے، اس کے سوا اور معاملات میں ایک مرد اور دو عورتوں کی گواہی بھی مقبول ہے۔

فتاوی عالمگیری میں ہے" ولا ینعقد بشهادة المرأتین بغیر رجل و کذا الخنثین اذا لم یکن معهما رجل هکذا فی فتاویٰ قاضی خان (ج ۱ ص ۲۶۷ کتاب

النکاح بیروت)

درمختار میں ہے "شرطه حضور شاهدين حرين أو حر و حرتين مكلفين "یعنی نکاح منعقد ہونے کی شرط یہ ہے کہ دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتیں عاقل بالغ اور حر مجلس میں حاضر ہوں۔(جلد اول کتاب النکاح ص ۱۶۸/بحوالہ فتاوی رضویہ جلد ۱۱ ص ۲۱۷)

بہار شریعت میں نکاح کے شرائط بیان کرتے ہوئے علامہ صدر الشریعہ علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں کہ گواہ ہونا یعنی ایجاب و قبول دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتوں کے سامنے ہوں۔گواہ آزاد، عاقل، بالغ ہوں اور سب نے ایک ساتھ نکاح کے الفاظ سنے۔بچوں اور پاگلوں کی گواہی سے نکاح نہیں ہوسکتا، نہ غلام کی گواہی سے اگرچہ مدبر یا مکاتب ہو۔واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہ

فقیر تاج محمد قادری واحدی

(بیٹی کی شادی دیوبندی کے گھر کریں تو بیٹی کیا کرے؟)

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مسئلہ:۔کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ زید سنی صحیح العقیدہ ہے جامع مسجد کا امام ہے اور اُس کے ماں باپ اُس کی مرضی کے خلاف اُس کے منع کرنے کے باوجود اُس کی شادی دیوبندی کے گھر کروانا چاہتے ہیں تو ایسی صورت میں زید کے لئے کیا حکم ہے؟ اور زید کے ماں باپ کے لئے کیا حکم ہے؟ اور جو لوگ اس کام میں زید کے ماں باپ کا ساتھ دے رہے ہیں اُن کے لئے کیا حکم ہے؟ جس گھر میں زید کی شادی کروانا چاہتے ہیں اُس لڑکی کا باپ نہ فاتحہ کرتا ہے نہ اولیائے کرام کو مانتا ہے اور سلام کو بولتا ہے کہ لوگ مسجد میں گانا گاتے ہیں۔قران وحدیث کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں بہت بڑی مہربانی ہوگی۔ **المستفتی:۔محمود احمد قادری مہنڈر جموں وکشمیر الہند**

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب اللھم ھدایۃ الحق والصواب

سنی کا نکاح مرتد یعنی دیوبندی وہابی کے ساتھ جائز نہیں خواہ لڑکا ہو یا لڑکی سرکار اعلٰی حضرت رضی اللہ عنہ تحریر فرماتے ہیں کہ مرتد ومرتدہ حکم شرعی یہی ہے کہ ان کا نکاح نہ کسی مسلم ومسلمہ سے ہوسکتا ہے نہ کافرو کافرہ سے۔نہ مرتد ومرتدہ سے ان کے ہم مذہب خواہ مخالف مذہب سے، غرض تمام جہاں میں کہیں نہیں ہوسکتا۔مبسوط امام شمس الائمہ سرخسی پھر فتاوٰی ہندیہ میں ہے "لایجوز للمرتد ان یتزوج مرتدۃ ولا مسلمۃ لا کافرۃ اصلیۃ وکذلك لا یجوز نکاح المرتدۃ مع احد" مرتد شخص کو مرتدہ، مسلمان ہو یا اصلی کافرہ عورت سے نکاح جائز نہیں، یوں ہی مرتدہ عورت کسی مسلمان مرد کے لیے حلال نہیں۔

(فتاوٰی ہندیہ کتاب النکاح القسم السابع المحرمات بالشرک نورانی کتب خانہ پشاور ۱ / ۲۸۲ بحوالہ فتاوی رضویہ جلد ۱۱ ص ۳۶۹)

اور اگر والدین مجبور کریں تو انہیں حکم شرع بتایا جائے نہ مانیں تو انکی مخالفت کرتے ہوئے شادی سے انکار کردے کیونکہ والدین اگر شرع کے خلاف حکم دیں تو ان کی اطاعت نہ کی جائے گی جیسا کہ ارشاد ربانی ہے "وَ اِنْ جَاهَدٰكَ عَلٰۤى اَنْ تُشْرِكَ بِیْ مَا لَیْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ-فَلَا تُطِعْهُمَا وَ صَاحِبْهُمَا فِی الدُّنْیَا مَعْرُوْفًا٘-وَّ اتَّبِـعْ سَبِیْلَ مَنْ اَنَابَ اِلَیَّۚ-ثُمَّ اِلَیَّ مَرْجِعُكُمْ فَاُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ" اور اگر وہ دونوں تجھ سے کوشش کریں کہ میرا شریک ٹھہرائے ایسی چیز کو جس کا تجھے علم نہیں تو اُن کا کہنا نہ مان اور دنیا میں اچھی طرح اُن کا ساتھ دے اور اس کی راہ چل جو میری طرف رجوع لایا پھر میری ہی طرف تمہیں پھر آنا ہے تو میں بتادوں گا جو تم کرتے تھے۔ (کنزالایمان، سورہ لقمن آیت نمبر ۱۵)

والدین کی خدمت اگرچہ عظیم چیز ہے لیکن اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرنے کے معاملے میں ان کی بات نہیں مانی جائے گی بلکہ اللہ تعالیٰ کے حکم پر عمل کیا جائے گا اور اسی کی اطاعت کی جائے گی، لہٰذا اگر وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک اور کفر کرنے کا حکم دیں تو ان کا یہ حکم نہیں مانا جائے گا، اسی طرح اگر وہ کسی فرض چیز کو چھوڑنے کا کہیں مثلاً نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج وغیرہ تو اس وقت بھی ان کا حکم ماننا لازم نہیں۔

(تفسیر صراط الجنان)

زید اگر شادی سے راضی ہوگیا تو وہ بھی گنہگار ہوگا ورنہ نہیں۔ یونہی والدین یا جو لوگ بھی شادی کروائیں گے یا شادی کے لئے کسی طرح مدد کریں گے وہ سب گناہ کبیرہ کے مرتکب ہونگے۔ محلہ کے مسلمانوں پر لازم ہے کہ زید کے والدین کو دیوبندی کے گھر شادی کرنے سے سخت منع کریں اور اگر نہ مانیں تو علانیہ سماجی بائیکاٹ کردیں ارشاد ربانی ہے "وَ اِمَّا یُنْسِیَنَّكَ الشَّیْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ" اور جو کہیں تجھے شیطان بھلاوے تو یاد آئے پر ظالموں کے پاس نہ بیٹھ۔ (کنزلایمان، سورہ انعام ۶۸) واللہ اعلم بالصواب

کتبہ

فقیر تاج محمد قادری واحدی

(رضاعی بہن کی بہن سے نکاح کرنا کیسا ہے؟)

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مسئلہ:۔کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ میری ماں کا دودھ میرے خالہ کی لڑکی نے بچپن میں پیا کیا میں اس کی دوسری والی بہن سے شادی کرسکتا ہوں **المستفتی**:۔محمد احمد کشن گنج

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوہاب

خالہ کی دوسری بیٹی جس نے دودھ نہیں پیا ہے اس سے بالکل نکاح کرسکتے ہیں اسی طرح کا سوال فقیہ ملت مفتی جلال الدین امجدی علیہ الرحمۃ سے کیا گیا کہ حفیظ النساء اور حسین بی دونوں بہنیں ایک ہی ماں باپ سے ہیں حفیظ النساء کے دولڑکے لطیف اور رحمت اور حسین بی کی ایک لڑکی فرحت النساء رحمت کو زمانہ شیر خواری میں حسین بی نے چند دنوں تک دودھ پلایا ہے تو دریافت طلب امر یہ ہے کہ فرحت النساء کا نکاح رحمت کے بھائی لطیف کے ساتھ درست ہے یا نہیں تو آپ نے کنز الدقائق اور بحر الرائق کے حوالے سے ارشاد فرمایا کہ حسین بی نے رحمت کو دودھ پلایا تو رحمت کے بھائی لطیف کو حسین بی کی لڑکی فرحت النساء کے ساتھ نکاح کرنا جائز ہے اگر کوئی دوسری وجہ مانع نکاح نہ ہو۔(فتاوی فیض الرسول جلد اول صفحہ ۷۱۸)

اور حضور صدر الشریعہ حضرت علامہ امجد علی اعظمی علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں حقیقی بھائی کی رضاعی بہن یا رضاعی بھائی کی حقیقی بہن یا رضاعی بھائی کی رضاعی بہن سے نکاح جائز ہے اور بھائی کی بہن سے نسب میں بھی ایک صورت جواز کی ہے یعنی سوتیلے بھائی کی بہن جو دوسرے باپ سے ہو۔(بہار شریعت جلد ثانی حصہ ہفتم صفحہ ۳۹، دعوت اسلامی) واللہ اعلم بالصواب

کتبہ

محمد فرقان برکاتی امجدی

(ماموزاد بھانجی سے نکاح کرنا کیسا ہے؟)

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مسئلہ:۔کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ کیا ماموں زاد بہن کی بیٹی سے نکاح کرنا جائز ہے؟ جواب عنایت فرمائیں مہربانی ہوگی

المستفتی:۔مولانا محمد طیفور رضا امجدی امینی جامنگر حال ملاوی افریقہ

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوہاب

ماموں زاد بہن کی بیٹی سے نکاح کرنا جائز ہے جبکہ کوئی اور وجہ مانع نکاح نہ ہو یعنی حرمت مصاہرت یا رضاعت نہ ہو کیوں کہ ماموں زاد بہن کی بیٹی ان عورتوں میں سے نہیں ہے جن سے نکاح کرنا حرام قرار دیا گیا ہے۔جن عورتوں سے نکاح کرنا حرام ہے قرآن مجید میں ان عورتوں کو صراحتاً بیان کر کے فرمایا "وَاُحِلَّ لَکُمْ مَّا وَرَآءَ ذٰلِکُمْ "اوران کے سوا جو رہیں وہ تمہیں حلال ہیں۔

(قرآن مجید پارہ ۵ سورۃ النساء آیت ۲۴)

اور حضرت علامہ ابن عابدین المعروف بہ علامہ شامی رقم فرماتے ہیں : "تحل بنات العمات والاعمام والاخوال" یعنی پھوپھی ،چچا،خالہ،ماموں کی بیٹیوں سے نکاح حلال ہے

۔(ردالمحتار مع الدرالمختار کتاب النکاح ج ۴ ص ۱۰۷)

نیز فقہائے کرام وعلمائے ذوی الاحترام اس بارے میں وضاحت فرماتے ہیں : چچا، تایا، پھوپھی ،خالہ،اور ماموں کی اولاد اور پھر آگے ان کی اولاد سے نکاح حلال ہے شرعی طور پر اس میں کوئی حرج نہیں۔

مندرجہ بالا آیات مبارکہ اورفقہائے کرام کی تصریحات وتوضیحات کی روشنی میں معلوم ہوا کہ قرآن مجید میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے جن عورتوں سے نکاح کرنا حرام فرمایا ہے ان کا واضح طور پر ذکر فرمادیا کہ یہ یہ عورتیں ہیں اوران سے نکاح کرنا حرام ہے ۔اور ماموں زاد بہن کی لڑکی ان عورتوں میں سے نہیں ہے لہذا اگر کوئی مانع شرعی یعنی حرمت مصاہرت یا رضاعت وغیرہ کوئی سبب نہ ہو تو ماموں زاد بہن کی بیٹی سے نکاح کرنا بالکل جائز اور حلال ہے شرعاً اس میں کوئی حرج نہیں جیسا کہ تصریحات بالا سے واضح ولائح ہے ۔واللہ تعالیٰ اعلم ورسولہ الاعلیٰ ﷺ اعلم بالصواب

کتبہ

سید محمد نذیر الہاشمی سہروردی

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

(حُرِّمَتۡ عَلَیۡکُمۡ اُمَّہٰتُکُمۡ وَ بَنٰتُکُمۡ وَ اَخَوٰتُکُمۡ الخ)

حرام ہوئیں تم پرتمہاری مائیں اور بیٹیاں اور بہنیں ۔(کنزالایمان،سورۃ النساء ۲۳)

محرمات کابیان

۲۹/فتاوی

ناشرین

جملہ اراکین مسائل شرعیہ

(رضاعی بہن سے نکاح ہوگیا تو کیا کرے؟)

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مسئلہ:۔کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ زید نے لاعلمی کی بنیاد پر اپنی رضاعی بہن ہندہ سے نکاح کرلیا پھر کچھ سالوں کے بعد کسی طریقے سے معلوم ہوا کہ ہندہ تو زید کی رضاعی بہن ہے تو اب اس صورت میں شرع شریف کا کیا حکم ہے؟ نیز ان دونوں سے جو اولاد ہوئی اس اولاد کا کیا حکم ہوگا آیا یہ ثابت النسب ہوں گے یا نہیں؟ نیز اولاد کس کے ساتھ رہے گی؟ **المستفتی:۔رضی اللہ خان علیمی**

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک وہاب

رضاعی بہن سے نکاح کرنا حرام ہے جیسے نسبی بہن سے نکاح حرام ہے لیکن اگر کسی نے لاعلمی میں رضاعی بہن سے نکاح کرلیا تو یہ نکاح نکاحِ فاسد ہوا بشرطیکہ شرعی اعتبار سے معلوم ہوا ہو جیسا کہ "بہار شریعت" میں ہے: "کسی عورت سے نکاح کیا اور ایک عورت نے آکر کہا، میں نے تم دونوں کو دودھ پلایا ہے اگر شوہر یا دونوں اس کے کہنے کو سچ سمجھتے ہوں تو نکاح فاسد ہے" اھ (جلد ۲، صفحہ ۴۱ / مطبوعہ مکتبہ المدینہ)

اس لئے اگر شرعی طریقہ سے یہ علم ہوا ہو کہ وہ آپس میں رضاعی بھائی بہن ہیں تو زید پر فرض ہے کہ فوراً جدا ہو جائے البتہ اس نکاحِ فاسد سے تفریق پر وطی سے عورت پر عدت واجب ہوگی اور اس وطی سے پیدا ہونے والا لڑکا ثابت النسب ہوگا۔

"درمختار" میں ہے: "(وعدة المنكوحة نكاحا فاسدا) فلا عدة في باطل وكذا موقوف قبل الإجازة اختيار، لكن الصواب ثبوت العدة والنسب بحر"

اورعلامہ شامی علیہ الرحمہ نے ”رد المحتار“میں تحریر فرمایا ہے:”أن الدخول فی النکاح الفاسد موجب للعدۃ وثبوت النسب“اھ(کتاب الطلاق، باب العدۃ، جلد ۵، صفحہ ۱۹۷، مطبوعہ بیروت-لبنان)

رہا یہ کہ اولاد کس کے ساتھ رہے گی؟ تو اولاد اگر نا سمجھ ہے تو بچہ سات سال تک اور بچی نو سال تک اپنی والدہ کے پاس رہے گی۔جیسا کہ”حضور صدر الشریعہ بدر الطریقہ مفتی امجد علی اعظمی علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں کہ: بچہ کی پرورش کا حق ماں کے لئے ہے خواہ وہ نکاح میں ہو یا نکاح سے باہر ہوگئی ہو۔(بہار شریعت جلد ۲ صفحہ ۲۵۲،مطبوعہ مکتبۃ المدینہ دعوت اسلامی)

فتاوی ملت میں ہے کہ: اگر لڑکا پیدا ہو تو سات سال کی عمر تک اور لڑکی پیدا ہو تو نو سال کی عمر تک ماں کی پرورش میں رہے گی۔(فتاویٰ فقیہ ملت، باب الحضانت، جلد ۲، صفحہ ۷۹، مطبوعہ شبیر برادرز لاہور)واللہ تعالیٰ عزوجل ورسولہ ﷺ أعلم بالصواب

کتبہ

عبدالوکیل صدیقی نقشبندی پھلودی

(عورت کو برہنہ شہوت سے دیکھا تو حرمت ثابت ہوگی؟)

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مسئلہ:۔کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ زید نے ہندہ کی ماں کو حالت عریاں میں شہوت سے دیکھا ہے اور پھر ایک مرتبہ ایسا بھی ہوا ہے کہ زید نے ہندہ کی ماں کو شہوت سے کپڑے کے اوپر سے لمس بھی کیا ہے اب پوچھنا یہ ہے کہ کیا زید اور ہندہ ایک دوسرے سے شادی کر سکتے ہیں یا نہیں؟ یا شادی کی کوئی صورت ہے کہ نہیں؟ اور اگر غیر دانستہ طور پر ان کا آپس میں نکاح ہوگیا ہو تو اب کیا صورت ہے؟ **المستفتی:**۔رضی اللہ خان علیمی

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوہاب

کسی عورت کی طرف حالت عریاں میں فرج داخل کی طرف شہوت کے ساتھ دیکھنے سے اور شہوت کے ساتھ چھونے سے جبکہ درمیان میں کوئی ایسا کپڑا نہ ہو جو جسم کی گرمی محسوس ہونے سے مانع ہو تو حرمت مصاہرت ثابت ہو جاتی ہے اور اس چھونے والے پر اس عورت کے اصول وفروع حرام ہو جاتے ہیں اور اس عورت کے فروع سے نکاح کسی صورت میں جائز نہیں، اور اگر درمیان میں کوئی ایسا کپڑا ہے جس سے جسم کی گرمی محسوس نہ ہو تو حرمت نہیں ہوگی۔اور اگر فرج داخل کو نہ دیکھا ہو یا چھوتے وقت شہوت نہ ہو تو حرمت نہ ہوگی۔ایسا ہی بہار شریعت، محرمات کا بیان، میں ہے۔

فتاوی عالمگیری میں ہے:ما تثبت هذه الحرمة بالوطی تثبت بالمس والتقبیل و النظر إلی الفرج بشهوة كذا فی الذخیرة" حرمت مصاہرت جس طرح وطی سے ثابت ہوتی ہے اسی طرح شہوت کے ساتھ چھونے اور بوسہ دینے اور نظر کرنے سے بھی ثابت

ہو جاتی ہے ایسا ہی ذخیرہ میں ہے۔

اسی میں ہے:والمعتبر النظر إلى الفرج الداخل هكذا في الهداية"اھ حرمت مصاہرت کے ثبوت کے لئے فرج داخل کی طرف نظر کرنا معتبر ہے۔(کتاب النکاح، الباب الثالث فی بیان المحرمات، جلد ۲، صفحہ ۲۸۴، مطبوعہ بولاق مصر المحمية)

لہذا صورت مذکورہ میں فرج داخل تک نظر کا پہنچنا مذکور نہیں ہے یونہی کپڑے کے اوپر سے چھونے سے حرمت مصاہرت نہیں ہوئی اس لئے زید کے لئے ہندہ سے نکاح کرنا جائز ہے۔ہاں اگر کسی طرح فرج داخل پر بشہوت نگاہ پڑی ہو یا کپڑے کے اوپر چھونے سے بدن کی گرمی محسوس ہوئی ہو تو حرمت ثابت ہو جائے گی پس ایسی صورت میں نکاح نہیں کر سکتا اور اگر نکاح ہو گیا تو فوراً جدائی اختیار کر لے۔واللہ تعالیٰ عزوجل و رسولہ ﷺ أعلم بالصواب

کتبہ

عبدالوکیل صدیقی نقشبندی پھلودی

(شوہر اول کی لڑکی شوہر دوم کا لڑکا کی شادی ہو سکتی ہے؟)

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مسئلہ:۔کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ ہندہ کے بطن سے شوہر اول کے ذریعے ایک لڑکی زینب ہے اور شوہر دوم کے ذریعے ایک لڑکا ہے دونوں نے ہندہ کا دودھ پیا ہے تو کیا انکا آپس میں نکاح ہو سکتا ہے؟ اور اگر دودھ نہیں پیا ہے تو نکاح ہو گا یا نہیں؟ **المستفتی:۔** عبید رضا گونڈی

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک وہاب

ہندہ کے شوہر اول کی بیٹی اور شوہر دوم کے بیٹے کے درمیان نکاح کا انعقاد حرام ہے خواہ دونوں نے ہندہ کا دودھ پیا ہو یا نہ پیا ہو۔اس لئے کہ یہ دو اخیافی (ماں شریکی) ہیں۔ یہ دونوں بھائی بہن ہوئے لہذا انکے درمیان نکاح حرام ہے جیسا کہ قرآن مقدسہ میں رب تبارک وتعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ "حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ أُمَّهٰتُكُمْ وَ بَنٰتُكُمْ وَ اَخَوٰتُكُمْ "حرام ہوئیں تم پر تمہاری مائیں اور بیٹیاں اور بہنیں۔ (پارہ نمبر ۴ سورۃ النساء آیت نمبر ۲۳) واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہ

محمد انوار رضا فیضی

(سوتیلی بہن سے شادی ہوسکتی ہے؟)

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مسئلہ:۔کیافرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ اگرکسی مطلقہ عورت نے شادی کی ساتھ میں ایک بچی لائی جس سے شادی کی اُسکے ایک بچہ ہے اب اِس صورت میں مطلقہ عورت کی بچی سے شوہر کے بچے کی شادی کرنا کیسا ہے؟ بحوالہ جواب عنایت فرمائیں مہربانی ہوگی۔

المستفتی:۔عبدالستار صدیقی راجستھان

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوہاب

سوتیلی ماں کی لڑکی سے نکاح کرنا جائز ہے جبکہ حرمت رضاعت وغیرہ نہ ہو کیونکہ سوتیلی ماں کی لڑکی جو پہلے شوہر سے اورلڑکا جو اس عورت کے دوسرے شوہر سے ہے ان دونوں کا نہ تو باپ ایک ہے اور نہ ماں ایک ہے۔لہٰذا دونوں کا باہم نکاح کرنا جائز ہے۔

درمختار میں ہے:"اَمَّا بِنْتُ زَوْجَةِ اَبِيْهِ اَوْ اِبْنِه فَحَلَالٌ"یعنی اپنے باپ کی زوجہ(جو اسکی حقیقی ماں نہ ہو اس)کی بیٹی سے یا اپنے باپ کے بیٹے(جو اسکی حقیقی ماں سی نہ ہو اس)سے نکاح حلال ہے۔(الدرالمختار مع ردالمحتار، جلد ۴، صفحہ ۱۱۲، مطبوعہ کوئٹہ)

اورصدرالشریعہ بدرالطریقہ حضرت علامہ مولانا مفتی امجد علی اعظمی علیہ الرحمہ سے سوال ہوا کہ"ایک شخص کا نکاح ایک بیوہ عورت سے ہوا تھا،اس عورت کا ایک لڑکا اگلے مرد سے ہے اور اب جس مرد سے نکاح کیا،اس مرد کی پہلی عورت سے ایک لڑکی ہے اب دونوں لڑکے اور لڑکی کا باہم نکاح کرنا چاہتے ہیں تو یہ درست ہے یا نہیں؟ تو آپ نے جواباً ارشاد فرمایا:ان دونوں کا باہم نکاح ہوسکتا ہے کہ دونوں کا نہ

ایک باپ ہے نہ ایک ماں ۔قال اللہ تعالی: وَاُحِلَّ لَکُمۡ مَّا وَرَآءَ ذٰلِکُم " (سورہ نساء ۲۴/فتاوی امجدیہ، کتاب النکاح، جلد دوم، صفحہ ۵۵، مطبوعہ مکتبہ رضویہ کراچی)وَاللّٰہُ تَعَالٰی عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہٗ ﷺ أَعْلَمُ بِالصَّوَابِ

کتبہ

وکیل احمد صدیقی نقشبندی

(بیوی اور اسکی چچیری بھتیجی کو ایک ساتھ رکھنا کیسا ہے؟)

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مسئلہ:۔کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ زید شادی شدہ ہے اور وہ بکر کا بہنوئی ہے زید بکر کی بہن اور اس کے چچیری بھتیجی دونوں کو ایک نکاح میں جمع کرسکتا ہے؟ **المستفتی:۔اکرم رضا**

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب بعون الملک الوہاب

زید کا بکر کی بہن اور اس کے چچیری بھتیجی کو ایک نکاح میں جمع کرنا جائز ہے جب کہ اور کوئی مانع وجہ نہ ہو، حقیقی پھوپھی بھتیجی کو ایک نکاح میں جمع کرنا حرام ہے نہ کہ چچیری "عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "لَا يُجْمَعُ بَيْنَ الْمَرْأَةِ وَعَمَّتِهَا، وَلَا بَيْنَ الْمَرْأَةِ وَخَالَتِهَا". مُتفَقٌ عَلَيْهِ" حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہ عورت اور اس کی پھوپھی کو جمع کرے اور نہ عورت اور اس کی خالہ کو۔(متفق علیہ)

حرمت جمع کے لیے قاعدہ یہ ہے کہ ایسی دو عورتوں کو نکاح میں جمع کرنا حرام ہے کہ ان میں سے جو بھی مرد فرض کی جائے تو دوسری اس پر حرام ہو دیکھو خالہ بھانجی ،اگر خالہ مرد ہوتی تو ماموں ہوتی بھانجی اس پر حرام ہوتی، اگر بھانجی مرد ہوتی تو بھانجہ ہوتی خالہ اس پر حرام ہوتی۔(مرآۃ المناجیح فی شرح مشکوۃ المصابیح جلد ۵،محرمات کا بیان)واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہ

محمد عمران قادری تنویری

(ماموں زاد بہن کی بیٹی سے نکاح کا شرعی حکم؟)

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مسئلہ:۔کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ کیا ماموں زاد بہن کی بیٹی سے نکاح کرنا جائز ہے؟ جواب عنایت فرمائیں مہربانی ہوگی۔

المستفتی:۔مولانا محمد طیفور رضا امجدی امینی جامنگر حال ملاوی افریقہ

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوہاب

ماموں زاد بہن کی بیٹی سے نکاح کرنا جائز ہے جبکہ کوئی مانع شرعی یعنی حرمت مصاہرت یا رضاعت نہ ہو کیوں کہ ماموں زاد بہن کی بیٹی ان عورتوں میں سے نہیں ہے جن سے نکاح کرنا حرام قرار دیا گیا ہے۔جن عورتوں سے نکاح کرنا حرام ہے قرآن مجید میں ان عورتوں کو صراحتاً بیان کردیا گیا ہے۔

چنانچہ اللہ تبارک وتعالیٰ ارشاد فرماتا ہے "وَ اُحِلَّ لَكُمْ مَّا وَرَآءَ ذٰلِكُمْ "اور ان کے سوا (جن سے نکاح حرام ہے) جو رہیں وہ تمہیں حلال ہیں۔(قرآن مجید پارہ ۵ سورۃ النساء آیت ۲۴)

حضرت علامہ ابن عابدین المعروف بہ علامہ شامی رقم فرماتے ہیں: "تحل بنات العمات والاعمام والاخوال" یعنی پھوپھی، چچا، خالہ، ماموں کی بیٹیوں سے نکاح حلال ہے۔(ردالمحتار مع الدرالمختار کتاب النکاح ج ۴ ص ۱۰۷)

نیز فقہائے کرام وعلمائے ذوی الاحترام اس بارے میں وضاحت فرماتے ہیں: کہ چچا، تایا، پھوپھی، خالہ، اور ماموں کی اولاد اور پھر آگے ان کی اولاد سے نکاح حلال ہے شرعی طور پر اس میں کوئی حرج نہیں۔

مندرجہ بالا آیات مبارکہ اور فقہائے کرام کی تصریحات و توضیحات کی روشنی میں معلوم ہوا کہ قرآن مجید میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے جن عورتوں سے نکاح کرنا حرام فرمایا ہے ان کا واضح طور پر ذکر فرما دیا کہ یہ یہ عورتیں ہیں اور ان سے نکاح کرنا حرام ہے۔اور ماموں زاد بہن کی لڑکی ان عورتوں میں سے نہیں ہے۔

لہٰذا اگر کوئی مانع شرعی یعنی حرمت مصاہرت یا رضاعت وغیرہ کوئی سبب نہ ہو تو ماموں زاد بہن کی بیٹی سے نکاح کرنا بالکل جائز اور حلال ہے شرعاً اس میں کوئی حرج نہیں جیسا کہ تصریحات بالا سے واضح ولائح ہے۔واللہ تعالیٰ اعلم و رسولہ الاعلیٰ ﷺ اعلم بالصواب

کتبہ

سید محمد نذیر الہاشمی سہروردی نوری ارشدی

(سوتیلی دو بہنوں کو نکاح میں رکھنا کیسا ہے؟)

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مسئلہ:۔کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ ایک شخص کی دو شادیاں ہوئیں، پہلی بیوی سے جولڑکی ہوئی اس کی شادی کردی، دوسری بیوی سے بھی ایک لڑکی پیدا ہوئی، اب وہ شخص اس لڑکی کو بھی اسی لڑکے سے شادی کرنا چاہتا ہے، واضح رہے کہ پہلی بیوی سے لڑکی اب تک اس لڑکے کے نکاح میں ہے، تو کیا ایسا کرنا درست ہے یا نہیں کیونکہ دونوں کا باپ ایک ہی ہے جبکہ ماں الگ الگ، تو کیا یہ نکاح پڑھانا جائز ہے یا نہیں؟ **المستفتی:۔محمد صدام حسین، انڈیا**

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوہاب

پوچھی گئی صورت میں ایسا کرنا درست نہیں کیونکہ دو بہنوں کو ایک نکاح میں جمع کرنا حرام ہے اگرچہ دونوں علاتی یعنی باپ شریک ہوں، لہٰذا یہ نکاح پڑھانا ناجائز وگناہ ہے۔ چنانچہ دو علاتی بہنوں کو نکاح میں جمع کرنے کا حکم بیان کرتے ہوئے مفتی جلال الدین امجدی حنفی متوفی ۱۴۲۰ھ لکھتے ہیں: بکر ان دونوں لڑکیوں کو اپنے نکاح میں ہرگز نہیں لاسکتا ہے اِس لئے کہ وہ جمع بین الاختین ہے جس کا حرام ہونا قرآنِ مجید، حدیث شریف اور فقہ سے ثابت ہے۔ پارہ چہارم کی آخری آیتِ محرمات میں ہے: **وَاَنۡ تَجۡمَعُوۡا بَيۡنَ الۡاُخۡتَيۡنِ**" یعنی، دو بہنوں کو ایک نکاح میں جمع کرنا حرام ہے۔(سورہ نساء آیت ۲۳)

حدیث شریف میں آیا ہے: من كان يؤمن بالله واليوم الآخر فلا يجمعن ماءه في رحم اختين" یعنی جو اللہ اور قیامت پر ایمان رکھتا ہے تو وہ اپنے نطفہ کو ہرگز دو بہنوں کے رحم میں جمع نہ کرے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ دو بہنوں سے عقد نہ کرے۔

فتاوی عالمگیری جلد اول مطبوعہ مصر ص ۲۵۹ / میں ہے: لا یجمع بین الاختین بنکاح " یعنی، دو بہنوں کو ایک نکاح میں جمع نہ کرے ۔ ھکذا فی السراج الوھاج ۔

خواہ دونوں بہنیں عینی ہوں یا علاتی یا اخیافی، لہٰذا بکر ایسی شادی ہرگز ہرگز نہ کرے ورنہ سخت حرام کار نہایت بدکار، لائق عذابِ قہار اور دین و دنیا میں روسیاہ و شرمسار ہوگا۔ (فتاویٰ فیض الرسول، جلد اول، صفحہ ۵۹۸ / ۵۹۹) واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہ

محمد اُسامہ قادری

(موبائل میں عورت کا فرج دیکھنے سے حرمت ثابت ہوگی؟)

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مسئلہ:۔کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ زید نے ایک عورت کا فرج داخل شہوت کے ساتھ موبائل میں دیکھا تو حرمت مصاہرت ثابت ہوگی یا نہیں؟ بحوالہ جواب عنایت فرمائیں

المستفتی: محمد عامر فضیل مرکزی مقام رمول کمتول دربھنگہ بہار

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوہاب

موبائل وغیرہ کے ذریعہ عورت کے فرج کی تصویر دیکھنے سے حرمت مصاہرت ثابت نہیں ہوتی ہے خواہ فرج کے داخلی حصہ کو دیکھے یا بیرونی حصہ کو۔کیونکہ تصویر میں عکس ہوتا ہے اور عکس کو دیکھنے سے حرمت ثابت نہیں ہوتی ہے۔البتہ ایسا فعل قبیح اور ناجائز وحرام ہے۔فتاویٰ عالمگیری میں ہے: **ولو نظر فی مرأۃ ورأی فیها فرج امرأۃ فنظر عن شهوۃ لا تحرم علیه أمها وابنتها؛ لأنه لم یر فرجها وإنما رأی عکس فرجها**"اور اگر آئینہ میں عورت کے فرج کو شہوۃ کے ساتھ دیکھا تو اس پر اس عورت کی ماں اور بیٹی حرام نہیں ہوگی،اس لئے کہ اس نے فرج نہیں دیکھا بلکہ فرج کا عکس دیکھا ہے۔(کتاب النکاح، الباب الثالث فی بیان المحرمات، القسم الثانی المحرمات بالصهریة، جلد۱،صفحہ ۲۷۰،مطبوعہ بولاق مصر المحمیة)

حضور صدر الشریعہ بدر الطریقہ حضرت علامہ مفتی محمد امجد علی اعظمی علیہ الرحمۃ والرضوان فرماتے ہیں کہ:فرجِ داخل کی طرف نظر کرنے کی صورت میں اگر شیشہ درمیان میں ہو یا عورت پانی میں تھی اس کی نظر وہاں تک پہنچی جب بھی حرمت ثابت ہوگئی،البتہ آئینہ یا پانی میں عکس دکھائی دیا تو حرمت مصاہرت

نہیں ۔(بہار شریعت، کتاب النکاح، محرمات کا بیان، جلد ۲، حصہ ۷، مطبوعہ دعوت اسلامی) واللہ اعلم بالصواب

کتبہ

وکیل احمد صدیقی نقشبندی

(نانی کی بھتیجی سے نکاح ہوسکتا ہے؟)

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مسئلہ:۔کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ سگی نانی کے بھائی کی بیٹی سے نکاح ہوسکتا ہے؟

المستفتی:۔محمد قمر الدین قادری پورنیہ بہار

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوہاب

سگی نانی کے بھائی کی بیٹی سے نکاح شرعاً جائز ہے بشرطیکہ اور کوئی وجہ مانع نکاح نہ ہو مثلاً رضاعت حرمت مصاہرت وغیرہ،نکاح اس لئے جائز ہے کہ وہ محرمات میں سے نہیں ہے اور محرمات کے سوا عورتوں سے نکاح جائز ہے کما قال اللہ تعالی فی القرآن المجید " وَاُحِلَّ لَکُمۡ مَّا وَرَآءَ ذٰلِکُمۡ " اور انکے سوا جو رہیں وہ تمہیں حلال ہیں۔(کنزالایمان،سورہ نساء ۲۴)واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہ

فقیر محمد معصوم رضا نوری عفی عنہ

(خالو سے نکاح کرنا کیسا ہے؟)

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مسئلہ:۔کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ ہندہ اپنے سگے خالو سے اپنی خالہ کے انتقال کے بعد نکاح کرسکتی ہے یا نہیں؟ اور اپنے سگے پھوپھا سے اپنی پھوپھی کے انتقال کے بعد نکاح کرسکتی ہے یا نہیں؟ تشفی بخش جواب عنایت فرمائیں نوازش ہوگی

المستفتی:۔رحمت لطیفی ارشدی، نیپال

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک وہاب

سگے خالو، پھوپھا، اور بہنوئی سے نکاح کرنا جائز ہے جبکہ ان کی نکاح میں یا عدت میں خالہ، پھوپھی، بہن نہ ہوں۔ان مردوں سے عورتوں کا نکاح کرنا اس حالت میں ناجائز وحرام ہے جبکہ اس کی پھوپھی خالہ یا بہن ان کے نکاح میں موجود ہوں، اگر ان میں سے کوئی عورت مثلاً خالہ انتقال کرجائے یا اسے طلاق ہوجائے اور عدت گزرگئی ہو تو اس کی بھانجی سے اس مرد کا نکاح جائز ہوگا اس میں قباحت نہیں۔حدیثِ مبارکہ میں ہے: عن ابی هريرة قال قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم لا يجمع بين المرأة وعمّتها ولا بين المرأة وخالتها۔ (رواہ البخاری والمسلم)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کسی عورت اور اس کی پھوپھی کو جمع نہ کیا جائے اور کسی عورت اور اس کی خالہ کو جمع نہ کیا جائے۔

(صحیح مسلم باب تحریم الجمع بین المرأۃ وعمتها الخ قدیمی کتب خانہ کراچی جلداول صفحہ۴۵۳،

وصحیح بخاری باب لاتنکح المرأۃ علی عمتها قدیمی کتب خانہ کراچی جلداول صفحہ۶۶،

مشکوۃ شریف مترجم جلد دوم صفحہ۸۳/ کتاب النکاح باب المحرمات فصل الاول)

" عن ابی ھریرۃ ان رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نھی ان تنکح المرأۃ علی عمّتھا اوالعمۃ علی بنت اخیھا والمرأۃ علی خالتھا اوالخالۃ علی بنت اختھا لاتنکح الصغری علی الکبری ولاالکبری وعلی الصغری " حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے کسی عورت سے اس کی پھوپھی پر یا پھوپھی سے اس کی بھتیجی پر اور کسی عورت سے اس کی خالہ پر یا خالہ سے اس کی بھانجی پر۔ نکاح نہ کیا جائے بڑی پر چھوٹی سے اور نہ چھوٹی پر بڑی سے ۔ (رواہ الترمذی وابوداؤد والدارمی والنسآء

)مشکوۃ شریف مترجم جلد دوم صفحہ ۸۵ کتاب النکاح باب المحرمات فصل الثانی)

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں،،ان سے نکاح صرف اس حالت تک حرام ہے جب تک اس کی پھوپھی یا خالہ یا بہن یا کوئی محرم عورت ان کے نکاح میں ہے بعد افتراق بموت یا طلاق ان کے شوہروں سے عورت کا نکاح حلال ہے۔(فتاوی رضویہ جدید جلد یازدھم صفحہ ۴۱۸ مکتبہ روح المدینہ اکیڈمی)

لہذا بیوی کے انتقال کے بعد اس کی بھانجی یا بھتیجی سے اسی دن بھی نکاح کر سکتے ہیں، جیسا کہ بیوی کے انتقال ہونے کے بعد اسی دن سالی سے نکاح کرنا درست ہے جیسا کہ علامہ شامی نے العقود الدریۃ فی تنقیح الفتاوی الحامدیۃ میں اس کی تحقیق فرمائی ہے، ہاں طلاق دینے کی صورت میں بیوی کی بھتیجی یا بھانجی سے نکاح اس وقت تک نہیں کرسکتے ہیں جب تک بیوی کی عدت نہ گزر جائے، اگر چہ تین طلاقیں دی ہوں۔ وھو سبحانہ تعالی اعلم بالصواب

کتبہ

العبد ابو الفیضان محمد عتیق اللہ صدیقی فیضی یارعلوی ارشدی عفی عنہ

(دو چچیری بہن کو ایک ساتھ نکاح میں رکھنا کیسا ہے؟)

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مسئلہ:۔کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ دو چچا کی لڑکیوں کو یعنی الگ الگ چچا کی لڑکیوں کو ایک ساتھ نکاح میں رکھ سکتے ہیں یا نہیں؟ رہنمائی فرمائیں

المستفتی:۔عبداللہ مصطفائی فیضی کچھ گجرات

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوہاب

دو چچا کی بیٹیوں سے نکاح کر کے رکھنا جائز و درست ہے اور وہ اس طرح ایک چچا کی ایک لڑکی دوسرے چچا کی ایک لڑکی اس طرح دونوں چچا کی لڑکیوں کو ایک ساتھ نکاح میں رکھنا جائز ہے جب کہ اور کوئی وجہ مانع نکاح نہ ہو چونکہ اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہے "وَ اُحِلَّ لَکُمۡ مَّا وَرَآءَ ذٰلِکُمۡ "اور ان کے سوا جو رہیں وہ تمہیں حلال ہیں۔(کنزالایمان،سورۃ النساء ۲۴)واللہ اعلم بالصواب

کتبہ

محمد امتیاز قمر رضوی امجدی

(سالی سے نکاح کرنا کیسا ہے؟)

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مسئلہ:۔کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ ایک شخص کی شادی ہوئی تھی اب وہ اپنی سالی کے ساتھ نکاح کرلیا ہے کیا یہ درست ہے؟ اور کیا دونوں نکاح ٹوٹ گئے؟ رہنمائی فرمائیں

المستفتی: ۔محمد سرور قادری.رائے بریلی

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک وہاب ھوالھادی الی الصواب

سالی سے نکاح حرام اشد حرام ہے جب کہ بیوی نکاح میں ہو جیسا کہ قرآن میں " وَ اَنۡ تَجۡمَعُوۡا بَیۡنَ الۡاُخۡتَیۡنِ " (حرام ہوئیں) دو بہنیں اکٹھی کرنا۔(کنزالایمان،سورہ نساء ۲۳)

شخص مذکور پر لازم ہے کہ اپنی سالی کو اپنے سے دور کردے اور سچے دل سے علانیہ توبہ کرے یونہی جو حضرات یہ علم رکھتے ہوئے کہ فلاں کی بیوی کے ساتھ سالی سے نکاح کر رہا ہے شرکت کئے یا گواہ بنے ان سب پر علانیہ توبہ لازم ہے شخص مذکور کو بعد توبہ کار خیر کرنے کا حکم دیں کہ سالی سے نکاح کرنے کے سبب سخت گنہ گار ہوا اور کار خیر توبہ میں معاون ہیں جیسا کہ ارشاد ربانی ہے "اِلَّا مَنۡ تَابَ وَ اٰمَنَ وَ عَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا فَاُولٰٓئِکَ یُبَدِّلُ اللّٰہُ سَیِّاٰتِہِمۡ حَسَنٰتٍ ؕ وَ کَانَ اللّٰہُ غَفُوۡرًا رَّحِیۡمًا" مگر جو توبہ کرے اور ایمان لائے اور اچھا کام کرے تو ایسوں کی برائیوں کو اللہ بھلائیوں سے بدل دے گا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔(کنزالایمان،سورہ فرقان ۷۰)

اور اگر علانیہ توبہ نہ کرے تو سارے مسلمان بائیکاٹ کردیں جیسا کہ قرآن شریف میں ہے "وَ اِمَّا یُنۡسِیَنَّکَ الشَّیۡطٰنُ فَلَا تَقۡعُدۡ بَعۡدَ الذِّکۡرٰی مَعَ الۡقَوۡمِ الظّٰلِمِیۡنَ" اور جو کہیں

تجھے شیطان بھلاوے تو یاد آئے پر ظالموں کے پاس نہ بیٹھ۔ (کنزالایمان، سورہ انعام ۶۸)

اگر سالی سے وطی کی ہو تو سالی پر عدت گزارنا لازم ہے اور ایام عدت میں بیوی کے پاس نہ جائے عدت کے بعد جانے میں حرج نہیں کیونکہ پہلی بیوی سے نکاح نہ ٹوٹا وہ بدستور اس کی زوجہ ہے۔

واللہ اعلم بالصواب

کتبہ

فقیر تاج محمد قادری واحدی

(سوتیلی بیٹی سے نکاح کرنا کیسا ہے؟)

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مسئلہ:۔کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ زید نے ایک ایسی عورت سے شادی کی جس کی پہلے سے ہی ایک جوان بیٹی تھی اب سوال یہ ہے کہ کیا زید اس لڑکی سے شادی کرسکتا ہے اگر یہ جائز نہیں تو کیا کوئی صورت جواز ہے؟ **المستفتی:**۔صہیب رضا رزمی مقام مجبیٰ مہاراشٹرا

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

الجواب بعون الملک الوہاب ھو الھادی الی الصواب

اگر زید اس لڑکی کی ماں سے وطی کر چکا ہے تو اب اس لڑکی سے شادی نہیں کرسکتا کہ اس سے نکاح حرام ہے جیسا کہ قرآن شریف میں آیت حرمت میں ہے "وَ اُمَّھٰتُ نِسَآئِکُمْ وَ رَبَآئِبُکُمُ الّٰتِیْ فِیْ حُجُوْرِکُمْ مِّنْ نِّسَآئِکُمُ الّٰتِیْ دَخَلْتُمْ بِھِنَّ "۔اور(حرام ہوئیں) عورتوں کی مائیں اور ان کی بیٹیاں جو تمہاری گود میں ہیں ان بیبیوں سے جن سے تم صحبت کر چکے ہو۔(سورۃ النساء ۲۳)

اس آیت کے تحت تفسیر انوار البیان میں ہے جن عورتوں سے تم نے نکاح کیا ان کی بیٹیاں جو تمہاری پرورش میں ہیں جنہیں تم گود میں لے لئے ہو ان لڑکیوں سے بھی نکاح کرنا حرام ہے بشرطیکہ تم نے ان لڑکیوں کی ماؤں سے جماع کیا ہو اور اگر کسی عورت نے نکاح کر لیا لیکن جماع نہیں کیا پھر اسے طلاق دے دی تو اس عورت کے پہلے شوہر والی لڑکی سے نکاح جائز ہے۔

اور بہار شریعت میں ہے جس عورت سے نکاح کیا نکاح کے بعد عورت سے وطی نہ کی ہو اور دونوں میں جدائی ہوگئی تو اس کی لڑکی زید پر حرام نہیں ہوگی اور اگر خلوت صحیحہ عورت کے ساتھ ہوگئی تو اس عورت کی لڑکی حرام ہوگئی اگرچہ وطی نہ کی ہو۔(بہار شریعت جلد ثانی باب حرمت مصاہرت صفحہ ۲۲) واللہ اعلم بالصواب

کتبہ

فقیر عجمی محمد علی قادری واحدی

(جھوٹی گواہی دیکر شادی شدہ سے نکاح پڑھوانا کیسا ہے؟)

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مسئلہ:۔کیافرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ زید ہندہ کو لیکر بکر کے پاس آیا کہ نکاح پڑھادو جبکہ ہندہ شادی شدہ تھی بکر نے ہندہ کے گاؤں کے بغل کے ایک عالم سے پوچھا کہ اس کا شوہر زندہ ہے کہ نہیں عالم صاحب نے بغیر تصدیق کے کہدیا کی زید مرچکا ہے جبکہ زید ممبئی میں زندہ تھا اور اب گھر آگیا ہے اور وہ ہندہ کو اپنے پاس رکھنا چاہتا ہے جبکہ ہندہ اس وقت حمل سے ہے اب اس کے بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے؟ اور جس نے نکاح پڑھایا اور جس نے بغیر تصدیق کے گواہی دی اور جس کے ساتھ نکاح ہوا ان لوگوں پر شریعت کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی:۔مولوی اقبال احمد میٹر کلڈیھ مہدیہ بلرام پور

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوہاب ھو الھادی الی الصواب

شادی شدہ عورت کے ساتھ نکاح کرنا حرام اشد حرام ہے ارشاد ربانی ہے "وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ النِّسَآءِ" اور حرام ہیں شوہر دار عورتیں۔(کنزلایمان، سورہ نسا آیت ۲۴)

زید پر لازم ہے کہ ہندہ کو اپنے سے جدا کردے اور زید و ہندہ سچے دل سے علانیہ توبہ کریں بعد توبہ کار خیر کریں کہ کار خیر توبہ میں معاون ہیں جیسا کہ ارشاد ربانی ہے "اِلَّا مَنْ تَابَ وَ اٰمَنَ وَ عَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا فَاُولٰٓئِكَ يُبَدِّلُ اللّٰهُ سَيِّاٰتِهِمْ حَسَنٰتٍ ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا" مگر جو توبہ کرے اور ایمان لائے اور اچھا کام کرے تو ایسوں کی برائیوں کو اللہ بھلائیوں سے بدل دے گا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔(کنزلایمان، سورہ فرقان ۷۰)

چونکہ ہندہ کا شوہر زندہ ہے اس لئے وہ اپنے شوہر کے گھر جائے وہ اسی کی بیوی ہے البتہ اس

کا شوہر بچہ پیدا ہونے تک اس سے ہمبستری نہیں کرسکتا ہاں اگر بچہ میں جان نہ پڑی ہو یعنی حمل چار مہینہ کا نہ ہو تو اس حمل کو اسقاط کردے یعنی گرادے کیونکہ وہ ثابت النسب نہیں ہے اور اگر جان پڑ چکی ہے تو اب نہیں گرا سکتے۔

جھوٹی گواہی دینا شرعا جائز نہیں خواہ عالم ہو یا غیر عالم، حدیث شریف میں سخت وعیدیں موجود ہیں بلکہ قرآن کریم میں بت پوجنے کے برابر شمار فرمایا گیا ہے جیسا کہ سرکار اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ تحریر فرماتے ہیں کہ ''جھوٹی گواہی دینے والے پر جو سخت ہولناک وعیدیں ارشاد ہوئی ہیں ہر مسلمان جانتا ہے یہاں تک کہ قرآن عظیم میں اسے بت پوجنے کے برابر شمار فرمایا "قَالَ اللهُ تَعَالٰی فَاجۡتَنِبُوا الرِّجۡسَ مِنَ الۡاَوۡثَانِ وَاجۡتَنِبُوۡا قَوۡلَ الزُّوۡرِ حُنَفَآءَ غَيۡرَ مُشۡرِكِيۡنَ بِهٖ " بتوں کی نجاست سے بچو، جھوٹی بات سے پرہیز کرو، شرک سے بچتے ہوئے اللہ تعالی کی طرف رجوع کرتے ہوئے۔(سورہ حج آیت ۳۰)

رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم فرماتے ہیں "عدلت شهادة الزور الاشراك بالله عدلت شهادة الزور الاشراك بالله رواه ابوداؤد والترمذی وابن ماجة عن خريم بن فاتك رضی الله تعالیٰ عنه" جھوٹی گواہی خدا کے ساتھ شریک کرنے کے برابر کی گئی جھوٹی گواہی خدا کے لئے شریک بتانے کے ہمسر ٹھہرائی گئی (جھوٹی گواہی خدا کا شریک ماننے کے مساوی کی گئی) اس کو ابوداؤد، ترمذی اور ابن ماجہ نے خریم بن فاتک رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت کیا ہے۔(سنن ابی داؤد باب فی شہادۃ الزور آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۱۵۰)

رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم فرماتے ہیں "الا انبئكم باكبر الكبائر قول الزورا وقال شهادة الزور۔ رواه الشيخان عن انس رضی الله تعالیٰ عنه" کیا میں تمھیں نہ بتادوں کہ سب کبیروں سے بڑا کبیرہ کون سا ہے، بناوٹ کی بات، یا فرمایا جھوٹی گواہی۔ اسے شیخین نے انس رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت کیا ہے۔(صحیح بخاری باب ما قیل فی شہادۃ الزور قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۳۶۲ صحیح مسلم باب الکبائر واکبرھا قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۶۴)

نیز حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم فرماتے ہیں "لن تزول قدما شاهد الزور حتی یوجب الله له النار ا۔ رواه ابن ماجة والحاكم وصحح سنده عن ابن عمر رضی الله تعالی عنهما" جھوٹی گواہی دینے والا اپنے پاؤں ہٹانے نہیں پاتا کہ اللہ عزوجل اس کے لئے جہنم واجب کر دیتا ہے، اس کو ابن ماجہ اور حاکم نے صحیح قرار دے کر ابن عمر رضی اللہ تعالی عنہما سے روایت کیا۔ (سنن ابن ماجہ باب شہادۃ الزور ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۷۳)(فتاوی رضویہ جلد ۱۱ص ۲۰۱ر ۲۰۲ر دعوت اسلامی)

لہذا امام صاحب پر بھی لازم ہے کہ سچے دل سے توبہ کریں اور اگر ایسا نہ کریں تو سماجی بائیکاٹ بھی کیا جائے نیز امامت سے معزول کر دیا جائے، سرکار اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جھوٹی گواہی دینے والا فاسق ہے اور فاسق کی نماز مکروہ تحریمی ہے۔(فتاوی رضویہ جلد ۶ ص ۴۹۴"و" جلد ۱۵رص ر ۱۵۰ر دعوت اسلامی)

ہاں اگر عالم صاحب کو کسی نے غلط خبر دی تھی یا کہیں سے انہیں معلوم ہوا کہ زید مر چکا ہے اس لئے انھوں نے ایسا کہا تو گنہگار نہ ہونگے اور نہ ہی ان کی امامت پر کچھ اثر پڑے گا مگر ان سب معاملات میں بلا تحقیق گواہی نہیں دینی چاہئے۔

نکاح پڑھانے والے، گواہ بننے والے، مجلس میں شرکت کرنے والے بھی گنہگار ہوئے جب کہ ان سب کو معلوم رہا ہو کہ ہندہ کا شوہر زندہ ہے، تو ایسی صورت میں ان سب پر لازم ہے کہ علانیہ توبہ کریں اور نکاح خواہ نکاحانہ پیسہ واپس کر دے اور جو علانیہ توبہ نہ کرے اسکا سماجی بائیکاٹ کر دیں جیسا کہ ارشاد ربانی ہے "وَاِمَّا یُنۡسِیَنَّكَ الشَّیۡطٰنُ فَلَا تَقۡعُدۡ بَعۡدَ الذِّكۡرٰی مَعَ الۡقَوۡمِ الظّٰلِمِیۡنَ" اور جو کہیں تجھے شیطان بھلاوے تو یاد آئے پر ظالموں کے پاس نہ بیٹھ۔(کنزالایمان، سورہ انعام ۶۸) واللہ اعلم بالصواب

کتبہ

فقیر تاج محمد قادری واحدی

(کیا شادی شدہ عورت سے نکاح ہوسکتا ہے؟)

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مسئلہ: ۔کیا فرماتے ہیں علمائے اہل سنت اس مسئلہ میں کہ زید کی بیوی ہندہ کو بکر سے محبت ہوگئی اور بکر نے ہندہ سے نکاح بھی کرلیا جبکہ زید نے ابھی ہندہ کو طلاق نہیں دیا ہے تو بکر کو دعوت میں بلانا یا اسکے گھر دعوت میں جانا شریعت میں کیسا ہے؟ جواب عنایت فرمائیں ۔بینوا توجروا

المستفتی: ۔محمد نوشاد علی قادری شیوہر

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک وہاب ھوالھادی الی الصواب

شادی شدہ عورت سے نکاح حرام اشد حرام ہے جیسا کہ ارشاد ربانی ہے ''وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ النِّسَآءِ'' اور حرام ہیں شوہر دار عورتیں ۔(کنزالایمان، پارہ ۵ ع ۱)

بکر پر لازم ہے کہ ہندہ کو اپنے سے دور کردے اور بکر و ہندہ سچے دل سے علانیہ توبہ کریں یونہی جو حضرات یہ علم رکھتے ہوئے کہ ہندہ زید کے نکاح میں ہے شرکت کئے یا گواہ بنے ان سب پر علانیہ توبہ لازم ہے اور نکاح خواہ نکاحانہ پیسہ واپس کرے دوبارہ اس طرح غلطی نہ کرنے کا وعدہ کرے بعد توبہ کار خیر کرے کہ کار خیر توبہ میں معاون ہیں جیسا کہ ارشاد ربانی ہے ''اِلَّا مَنْ تَابَ وَ اٰمَنَ وَ عَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا فَاُولٰٓئِكَ یُبَدِّلُ اللّٰهُ سَیِّاٰتِهِمْ حَسَنٰتٍ ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِیْمًا'' مگر جو توبہ کرے اور ایمان لائے اور اچھا کام کرے تو ایسوں کی برائیوں کو اللہ بھلائیوں سے بدل دے گا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے ۔(کنزالایمان، سورہ فرقان ۷۰)

اور اگر ایسا نہ کرے تو! مسلمانوں پر لازم ہے کہ بکر کا بائیکاٹ کردیں جیسا کہ ارشاد ربانی ہے ''وَ

اِمَّا یُنۡسِیَنَّكَ الشَّیۡطٰنُ فَلَا تَقۡعُدۡ بَعۡدَ الذِّكۡرٰی مَعَ الۡقَوۡمِ الظّٰلِمِیۡنَ" اور جو کہیں تجھے شیطان بھلاوے تو یاد آئے پر ظالموں کے پاس نہ بیٹھ۔(کنزالایمان،سورہ انعام ۶۸)

نوٹ:۔ بکر وہندہ کے ساتھ ساتھ زید کو بھی علانیہ توبہ کرایا جائے کہ اس کی لاپرواہی کی وجہ سے اس کی بیوی ہندہ بدچلن ہوئی ہے حالانکہ مرد حاکم ہے عورتوں پر جیسا کہ ارشاد ربانی ہے "اَلرِّجَالُ قَوّٰامُوۡنَ عَلَی النِّسَآءِ" اور اگر زید توبہ نہ کرے تو زید کا بھی بائیکاٹ کر دیں۔ واللہ اعلم بالصواب

کتبہ

فقیر تاج محمد قادری واحدی

(زید نے اپنی خالہ کو شہوت کے ساتھ چھوا تو کیا حکم ہے؟)

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مسئلہ:۔ اگر کوئی شخص اپنی سگی خالہ کو شہوت کے ساتھ چھوتا ہے تو اس شخص کے بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں

المستفتی: محمد ناظم رضا سورت گجرات

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوہاب ھو الھادی الی الصواب

خالہ محرمات میں سے ہے جیسا کہ اللہ تعالی جل شانہ کا فرمان عالی شان ہے "حُرِّمَتۡ عَلَيۡكُمۡ أُمَّهَٰتُكُمۡ وَبَنَاتُكُمۡ وَأَخَوَٰتُكُمۡ وَعَمَّٰتُكُمۡ وَخَٰلَٰتُكُمۡ " الخ۔ حرام ہوئیں تم پر تمہاری مائیں اور بیٹیاں اور بہنیں اور پھوپھیاں اور خالائیں۔ (کنزالایمان، سورہ نساء ۲۳)

حرمت مصاہرت جس طرح وطی سے ہوتی ہے، یونہی چھونے اور بوسہ لینے اور فرج داخل کی طرف نظر کرنے اور گلے لگانے اور دانت سے کاٹنے اور مباشرت کرنے، یہاں تک کہ سر پر جو بال ہوں انھیں چھونے سے بھی حرمت ہو جاتی ہے یہ افعال قصدا ہوں یا بھول کر یا غلطی سے یا مجبورا بہر حال مصاہرت ثابت ہو جائے گی اس کے لئے کچھ شرطیں ہیں ملاحظہ فرمائیں۔

(۱) شہوت کے ساتھ ہو بغیر شہوت کے چھوا تو حرمت ثابت نہ ہوگی ہاں اگر منہ کا بوسہ لیا تو مطلقا حرمت مصاہرت ثابت ہو جائے گی اگر چہ کہتا ہو کہ شہوت سے نہ تھا۔

(۲) جس جگہ چھوئے وہاں کوئی کپڑا حائل نہ ہو ہاں اگر کپڑا اتنا باریک ہے کہ بدن کی گرمی محسوس ہوتی ہو تو حرمت ثابت ہو جائے گی۔ خواہ یہ باتیں جائز طور پر ہوں، یا ناجائز طور پر۔

(۳) شہوت کے معنی یہ ہیں کہ اس کی وجہ سے انتشار آلہ ہو جائے اور اگر پہلے سے انتشار موجود تھا تو اب زیادہ ہو جائے یہ جوان کے لئے ہے۔ بوڑھے اور عورت کے لئے شہوت کی حد یہ ہے کہ دل میں حرکت پیدا ہو اور پہلے سے ہو تو زیادہ ہو جائے، محض میلان نفس کا نام شہوت نہیں۔

(۴) بوسہ لینے، گلے لگانے، چھونے وغیرہ میں ان دونوں میں سے ایک کو شہوت ہو جانا کافی ہے اگر چہ دوسرے کو نہ ہو۔

(۵) دونوں مشتہاۃ ہو یعنی عورت نو برس سے کم عمر کی نہ ہو، نیز یہ کہ زندہ ہو اور لڑکے کی عمر بارہ برس ہو۔

(۶) نظر کرنے اور چھونے میں حرمت جب ثابت ہوگی کہ انزال نہ ہوا ہو اور اگر انزال ہو گیا تو حرمت مصاہرت نہ ہوگی۔

(۷) مرد نے اقرار کیا ہو یا پھر عورت نے گواہ پیش کیا ہو اور اگر مرد انکار کرتا ہے اور عورت کے پاس گواہ نہیں تو حرمت ثابت نہ ہوگی.

(۸) صورت مسئولہ میں اگر یہ شرطیں پائی جائیں تو حرمت ثابت ہو جائے گی اور اس کی خالہ کی لڑکیاں اس پر ہمیشہ کے لئے حرام ہو گئیں یونہی اس کی ماں کے انتقال یا طلاق کے بعد اس کی خالہ اس کے باپ پر بھی حرام ہے۔ (ماخوذ از بہار شریعت)

اگر اسلامی حکومت ہوتی تو ایسے شخص کو سخت سزائیں دیتی لیکن جہاں اسلامی حکومت نہ ہو وہاں کوئی اور سزا نہیں دے سکتا البتہ گاؤں کے لوگ ان کا بائیکاٹ کریں جیسا کہ قرآن شریف میں ہے "وَ اِمَّا یُنۡسِیَنَّكَ الشَّیۡطٰنُ فَلَا تَقۡعُدۡ بَعۡدَ الذِّكۡرٰى مَعَ الۡقَوۡمِ الظّٰلِمِیۡنَ" اور جو کہیں تجھے شیطان بھلا دے تو یاد آئے پر ظالموں کے پاس نہ بیٹھ۔ (کنز الایمان، سورہ انعام ۶۸)

ہاں اگر توبہ استغفار کر لے تو کار خیر کرنے کے لئے کہیں مثلاً مسجد میں جن چیزوں کی ضرورت ہو وہ لا کر دیں اور میلاد وغیرہ کریں اور غریبوں میں صدقات و خیرات کریں کہ اعمال صالحہ قبول توبہ میں معاون ہوتے ہیں جیسا کہ قرآن شریف میں ہے "اِلَّا مَنۡ تَابَ وَ اٰمَنَ وَ عَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا

فَاُولٰٓئِكَ يُبَدِّلُ اللّٰهُ سَيِّاٰتِهِمْ حَسَنٰتٍ ۔وَ كَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا، مگر جو توبہ کرے اور ایمان لائے اور اچھا کام کرے تو ایسوں کی برائیوں کو اللہ بھلائیوں سے بدل دے گا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے ۔(کنزالایمان،سورہ فرقان ۷۰)واللہ اعلم بالصواب

کتبہ

فقیر تاج محمد قادری واحدی

(ماں کے چاچا کی نواسی سے شادی کرنا کیسا ہے؟)

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مسئلہ:۔ کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ کیا اپنی ماں کے چاچا کی نواسی سے نکاح جائز ہے؟ **المستفتی:۔ کاشف، جموں**

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوہاب

جائز ہے کہ یہ مُحرّمات سے نہیں ہے چنانچہ قُرآنِ کریم میں ہے: وَ اُحِلَّ لَکُمۡ مَّا وَرَآءَ ذٰلِکُمۡ "اور ان کے سوا جو رہیں وہ تمہیں حلال ہیں (کنز الایمان، النساء:۴/۲۴)

اور یہ اِس لئے کہ جب چچازاد بہن سے نکاح جائز ہے تو ماں کے چچا کی نواسی سے نکاح کرنا بدرجہ اَولیٰ جائز ہے کہ یہ اور دُور کا رشتہ ہے چنانچہ علامہ کمال الدین ابن ہمام حنفی متوفی ۸۶۱ھ لکھتے ہیں: تحل بنات العمات والاعمام والخالات والاخوال "یعنی، پھوپھی، چچا، خالہ اور ماموں کی لڑکیوں سے نکاح حلال ہے (فتح القدیر، ۳/۱۱۷) واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہ

محمد اُسامہ قادری

(بہن کو شہوت کے ساتھ چھوا تو کیا حکم ہے؟)

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مسئلہ:۔کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی بہن کو شہوت سے ہاتھ لگا دیا تو کیا اس صورت میں ان بہن بھائیوں کے بچوں کا آپس میں نکاح ہوسکتا ہے؟ جواب عنایت کریں

المستفتی:۔ طارق، کراچی

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوہاب

نکاح ہوسکتا ہے چنانچہ علامہ زین الدین ابن نجیم حنفی متوفی ۹۷۰ھ اور ان کے حوالے سے علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں: **یحل لاصول الزانی وفروعہ اصول المزنی بھا وفروعھا** یعنی، زانی کے اُصول وفروع کیلئے مزنیہ کے اُصول وفروع سے نکاح کرنا حلال ہے۔(البحر الرائق، ۱۰۸/۳/ رد المحتار، ۳۲/۳)واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہ

محمد اُسامہ قادری

(پھوپھا کی نواسی سے شادی کرنا کیسا ہے؟)

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مسئلہ:۔کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ پھوپھا کی لڑکی کی لڑکی سے شادی کر سکتے ہیں یا نہیں؟

المستفتی:۔محمد حسان رضا، انڈیا

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوہاب

صورتِ مسئولہ میں شادی کر سکتے ہیں کہ یہ محرّمات سے نہیں ہے چنانچہ قرآنِ کریم میں ہے: **وَ اُحِلَّ لَکُمۡ مَّا وَرَآءَ ذٰلِکُمۡ** "اور ان کے سوا جو رہیں وہ تمہیں حلال ہیں (کنزالایمان، النساء ۴/ ۲۴)

اور یہ اس لئے کہ جب پھوپھا کی بیٹی سے نکاح جائز ہے تو پھر اس کی نواسی سے نکاح کرنا بدرجہ اَولیٰ جائز ہے کہ یہ اور دُور کا رشتہ ہے چنانچہ علامہ ابراہیم بن محمد حلبی حنفی متوفی ۹۵۶ھ لکھتے ہیں: **یحرم علی الرجل عمته وخالته**: ملخصًا یعنی، مرد کو اپنی پھوپھی اور خالہ سے نکاح کرنا حرام ہے۔

(ملتقی الأبحر مع شرحہ مجمع الأنھر ۱/ ۴۷۶)

اِس کے تحت علامہ علاء الدین حصکفی حنفی متوفی ۱۰۸۸ھ لکھتے ہیں: **"وأما بناتھما فحلال"** یعنی خالہ اور پھوپھی کی بیٹیوں سے نکاح کرنا حلال ہے۔(الدر المنتقی فی شرح الملتقی ۱/ 477)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہ

محمد اُسامہ قادری

(چچیرے ساڑھو کی لڑکی سے نکاح کرنا کیسا ہے؟)

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مسئلہ:۔کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ چچازاد بھائی کی بیوی کے بہنوئی کی لڑکی سے نکاح کرنا جائز ہے یا نہیں؟ برائے مہربانی جواب عنایت فرمائیں عین نوازش ہوگی

المستفتی:۔ احقر محمد نوازش رضا دیناجپوری

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوہاب

مذکورہ لڑکی سے نکاح کرنا جائز ہے کیونکہ یہ مُحرّمات سے نہیں ہے چنانچہ قُرآنِ کریم میں ہے:وَ اُحِلَّ لَکُمۡ مَّا وَرَآءَ ذٰلِکُمۡ "اوران (مُحرّمات) کےسوا جو رہیں وہ تمہیں حلال ہیں۔(کنز الایمان،النساء ٤/ ٢٤) واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہ

محمد اُسامہ قادری پاکستان

(زید نانی کا دودھ پیا تو خالہ کی لڑکی سے شادی کرسکتا ہے؟)

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مسئلہ:۔کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی نانی کا دودھ پیا ہے تو زید اپنی خالہ کی لڑکی سے نکاح کرسکتا ہے یا نہیں؟ **المستفتی:۔** محمد فیضان بھدوہی

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوہاب

اگر ایام رضاعت میں یعنی ڈھائی سال کے اندر اندر زید نے اپنی نانی کا دودھ پیا ہے تو یہ اپنی خالہ کا رضاعی بھائی ہوا جس وجہ سے خالہ کی بیٹی زید کی رضاعی بھانجی ثابت ہوئی زید اسکا رضاعی ماموں ہوا لہٰذا زید کا خلیری بہن سے نکاح حرام ہے کیوں یہ اسکی رضاعی بھانجی ثابت ہوگئی کیوں کہ جس طریقے سے نسبی رشتے سے اصول وفروع حرام ہوجاتے ہیں اسی طریقے سے رضاعی رشتے بھی حرام ہوجاتے ہیں حدیث شریف میں ہے نبی کریم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں: الرَّضَاعَةُ تُحَرِّمُ مَا تُحَرِّمُ الْوِلَادَةَ" یعنی وہ رضاعی رشتے اسی وجہ سے حرام ہوجاتے ہیں جس وجہ سے نسبی رشتے حرام ہوتے ہیں
(صحیح البخاری، المجلد الثانی، کتاب النکاح ص ۷۶۴ /مجلس برکات)

علامہ شیخ ابوبکر بن علی بن الحدادی العبادی متوفی ۸۰۰ھ تحریر فرماتے ہیں وکذلک {أمھات التی أرضعته و بناتها و أخواتها وبنات اخیه} و بنات اخته من الرضاعة لقول رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیه وسلم یحرم من الرضاع مایحرم من النسب"

اور اسی طرح وہ مائیں جن سے رضاعت حاصل ہے پس ان کی بیٹیاں اور انکی بہنیں اور

بھتیجیاں، رضاعی بہن کی بیٹیاں بھی حرام ہیں نبی کریم ﷺ کے اس فرمان عالیشان کی وجہ سے جو نسب سے حرام ہو جاتے ہیں وہ دودھ سے بھی حرام ہو جاتے ہیں۔(الجوهرة النيرة، المجلد الثانی، کتاب النکاح، ص ۱۱۰/ بیروت لبنان)

حدیث مبارک وادلہ جلیلہ سے ظاہر و باہر ہے کہ زید کی خلیری بہن رضاعی بھانجی ہونے کے سبب زید پر حرام ہے! ہاں اگر زید نے اپنی نانی کا دودھ ڈھائی سال کی عمر ہو جانے کے بعد پیا ہے تو رضاعت ثابت نہیں ہوگی تب وہ زید کی فقط خلیری بہن ثابت ہوگی جس وجہ سے نکاح درست ہوگا ورنہ نہیں۔واللہ ورسولہ اعلم

کتبہ
عبید اللہ حنفی بریلوی

(کیا چچیری پھوپھی سے نکاح ہوسکتا ہے؟)

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مسئلہ:۔کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ کیا چچیری پھوپھی سے نکاح ہوسکتا ہے؟ جواب دیں مہربانی ہوگی

المستفتی:۔طاہر حسین انڈیا

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوہاب

چچیری پھوپھی سے نکاح جائز ہے، جب کہ اور کوئی وجہِ مانع نکاح نہ ہو کیونکہ چچیری پھوپھی محرمات میں سے نہیں ،اور محرمات کے سوا عورتوں سے نکاح جائز ہے کما قال اللہ تعالیٰ فی القرآن المجید وَاُحِلَّ لَکُمۡ مَّاوَرَآءَ ذٰلِکُمۡ (النساء ۲۴)واللہ اعلم بالصواب

کتبہ

فقیر محمد معصوم رضا نوری عفی عنہ

(خالہ کی نواسی سے شادی کرنا کیسا ہے؟)

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مسئلہ:۔کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ اپنی خالہ کی لڑکی کی لڑکی سے شادی یعنی نکاح کرنا کیسا ہے؟ جواب حوالے کے ساتھ ارسال فرمائیں تو مہربانی ہوگی

المستفتی:۔ غلام نبی قادری اشرفی، انڈیا

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوہاب

صورتِ مسئولہ میں نکاح جائز ہے بشرطیکہ کوئی اور مانع اَمر مثلاً رضاعت وغیرہ نہ ہو اور یہ اِس لئے کہ جب خالہ کی بیٹی سے نکاح جائز ہے تو خالہ کی نواسی سے نکاح کرنا بدرجہ اَولیٰ جائز ہے کہ یہ اور دُور کا رشتہ ہے چنانچہ علامہ کمال الدین ابن ہمام حنفی متوفی ۸۶۱ھ اور ان کے حوالے سے علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں: تحل بنات العمات والاعمام والخالات والاخوال "یعنی، پھوپھی، چچا، خالہ اور ماموں کی لڑکیوں سے نکاح حلال ہے۔ (فتح القدیر شرح الھدایۃ،۳/۱۱۷)(رد المحتار علی الدر المختار،۳/۲۸)واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہ

محمد اُسامہ قادری

(جیٹھ سے نکاح کرنا کیسا ہے؟)

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مسئلہ:۔کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ ایک لڑکے کی شادی ہوئی تھی اور اس کا انتقال ہوگیا تو اس کا بڑا بھائی اس لڑکی سے شادی کرسکتا ہے یا نہیں؟ **المستفتی**:۔حافظ فرمان علی

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوہاب

برصدق مستفتی اگر واقعی اس لڑکی کے شوہر کا انتقال ہوگیا ہے تو وہ لڑکی عدت گزار لینے کے بعد اپنے مرحوم شوہر کے بڑے بھائی سے نکاح کرسکتی ہے اس لئے کہ دیور یا جیٹھ محرمات میں سے نہیں ہیں تو جیٹھ سے نکاح کرنے میں شرعا کوئی قباحت نہیں ہے۔

جیسا حضور فقیہ ملت علامہ مفتی جلال الدین احمد امجدی علیہ الرحمہ فتاویٰ فیض الرسول میں تحریر فرماتے ہیں کہ: بھائی کی موت کے بعد اگر اس کی بیوی کی عدت ختم ہوگئی ہے تو بڑے بھائی سے اس کا نکاح کرنا جائز ہے شرعاً کوئی قباحت نہیں۔(بحوالہ فتاویٰ فیض الرسول جلد اول صفحہ ۵۷۸ باب المحرمات)

واللہ اعلم بالصواب

کتبہ

غلام محمد صدیقی فیضی ارشدی

(خالہ کے شوہر (خالو) سے نکاح کرنا کیسا ہے؟)

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مسئلہ:۔کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ لڑکی اپنی خالہ کی شوہر سے شادی کر سکتی ہے یا نہیں؟ جواب عنایت فرمائیں۔ **المستفتی**:۔محمد صدام حسین بوکارو جھارکھنڈ

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوہاب

لڑکی کا اپنی خالہ کے ہوتے ہوئے اس کے شوہر یعنی اپنی خالہ کے شوہر (خالو) سے نکاح کرنا ناجائز وحرام ہے اس لیے کہ ان دونوں میں سے ایک یعنی خالہ کو مرد فرض کریں تو رشتہ ماموں بھانجی کا ہوا اور بھانجی کو مرد فرض کریں تو رشتہ بھانجے خالہ کا ہوا ایسی دو عورتوں کو نکاح میں جمع نہیں کیا جا سکتا۔

جیسا کہ حضور صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ: وہ دو عورتیں کہ ان میں جس ایک کو مرد فرض کریں تو دوسری اس کے لیے حرام ہو (مثلاً دو بہنیں کہ ایک کو مرد فرض کرو تو بھائی، بہن کا رشتہ ہوا یا پھوپی بھتیجی کہ پھوپی کو مرد فرض کرو تو چچا بھتیجی کا رشتہ ہوا اور بھتیجی کو مرد فرض کرو تو پھوپی، بھتیجے کا رشتہ ہوا یا خالہ، بھانجی کہ خالہ کو مرد فرض کرو تو ماموں، بھانجی کا رشتہ ہوا اور بھانجی کو مرد فرض کرو تو بھانجے، خالہ کا رشتہ ہوا) ایسی دو ۲ عورتوں کو نکاح میں جمع نہیں کر سکتا بلکہ اگر طلاق دے دی ہو اگرچہ تین طلاقیں تو جب تک عدّت نہ گزار لے، دوسری سے نکاح نہیں کر سکتا۔

حدیث شریف میں ہے: "عن ابی ھریرۃ ان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نھی ان تنکح المرأۃ...علی خالتھا" حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا کہ خالہ کے ہوتے ہوئے اُس کی بھانجی

سے نکاح کیا جائے۔(مشکوۃ مترجم جلد دوم صفحہ ۸۵)

لہٰذا معلوم ہوا کہ خالو اپنی زوجہ کو طلاق دے دے تو وہ اُس کی بھانجی سے اُس وقت تک نکاح نہیں کرسکتا جب تک عدت نہ گزر جائے، اگر چہ لڑکی کی خالہ کو تین طلاقیں دی ہوں ہاں لڑکی اپنی خالہ کی وفات کے بعد فوراً اس کے شوہر یعنی اپنی خالہ کے شوہر سے نکاح کرسکتی ہے جب کہ اور کوئی شرعی رکاوٹ نہ ہو، مثلاً رضاعت وغیرہ۔

چنانچہ سرکار اعلیٰ حضرت محدث بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تحریر فرماتے ہیں: زوجہ کے انتقال ہوتے فوراً اس کی بھتیجی بھانجی سے نکاح جائز ہے "لعدم الجمع نکاحا و لا عدۃ اذ لا عدۃ علی الرجل کما حققہ فی العقود الدریۃ"

بوجہ عدم اجتماع کے نکاح اور عدت میں کیونکہ مرد پر عدت نہیں ہوتی جیسا عقود الدرایۃ میں تحقیق فرمائی۔(فتاوی رضویہ جلد یازدہم صفحہ ۴۲۳)واللہ اعلم بالصواب

کتبہ

محمد عمران قادری تنویری غفرلہ

(رضاعی بہن کی بہن سے نکاح کرنا کیسا ہے؟)

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مسئلہ:۔کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ فاطمہ نے خالد کے ساتھ خالد کی امی کا دودھ پیا اس اعتبار سے خالد فاطمہ کا بھائی ہوا اور خالد کی امی دودھ کی ماں یعنی رضاعی ماں ۔ پوچھنا یہ ہے کہ اب خالد فاطمہ کی چھوٹی بہن سے شادی کرسکتا ہے یا نہیں؟ رہنمائی فرمائیں مہربانی ہوگی

المستفتی: ۔عبداللہ شاہ قادری، اکولا، مہاراشٹر

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوہاب

فاطمہ نے خالد کی ماں کا دودھ ایام رضاعت میں پیا تو فاطمہ رضاعی بہن ہوئی مگر فاطمہ کی چھوٹی بہن وہ رضاعی بہن نہیں اس لئے فاطمہ کی چھوٹی بہن سے خالد کا نکاح ہوجائے گا اس میں کوئی حرج نہیں ۔

فتاوی عالمگیری جلد اول مطبوعہ مصر صفحہ ۳۲۱ میں ہے: تحل اخت اخیه رضاعاً کما تحل نسباً مثل الاخ لاب اذا کانت له اخت من امه یحل لاخیه من ابیه ان یتزوجها کذافی الکافی " (ھکذا فی فتاوی فیض الرسول جلد اول صفحہ ۷۳۰) وھو سبحانہ تعالی اعلم بالصواب

کتبہ

العبد ابو الفیضان محمد عتیق اللہ صدیقی فیضی یارعلوی ارشدی عفی عنہ

(پہلی بیوی کے لڑکے کا نکاح دوسری بیوی کے بہن سے ہوسکتا ہے؟)

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مسئلہ:۔کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ زید کی شادی ایک عورت سے ہوئی اس عورت سے زید کے دو لڑکے ہیں عورت کا انتقال ہوگیا اب زید نے دوسری شادی کی جس عورت سے زید نے شادی کی ہے اسی عورت کی بہن سے اپنے ایک لڑکے کا نکاح کرنا چاہتا ہے تو کیا یہ نکاح کرنا درست ہے؟

المستفتی:۔شاہ محمد یوپی

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوہاب

زید کی دوسری عورت کی بہن سے زید کی پہلی عورت کے لڑکے کا نکاح کرنا درست ہے اگر کوئی اور چیز مانع نکاح نہ ہو۔کیونکہ سوتیلی ماں کی بہن محرمات میں سے نہیں ہے۔ارشاد باری تعالی :وَ اُحِلَّ لَکُمۡ مَّا وَرَآءَ ذٰلِکُمۡ "اور ان کے سوا جو رہیں وہ تم پر حلال ہیں۔(پارہ ۵ سورہ النساء آیت ۲۴ رکوع ۱/ھکذا فی فتاوی فیض الرسول جلد اول صفحہ ۵۷۷ /مطبوعہ دار الاشاعت فیض الرسول براؤں شریف سدھارتھ نگر یوپی)

لہذا محرمات کے علاوہ جتنی عورتیں ہیں سب سے نکاح کرنا جائز ہیں بشرطیکہ بیک وقت چار عورتوں سے زیادہ نکاح میں نہ ہوں۔وھو سبحانہ تعالی اعلم بالصواب

کتبہ

العبد ابو الفیضان محمد عتیق اللہ صدیقی فیضی یارعلوی ارشدی عفی عنہ

(بھتیجے کا نکاح سالی سے ہوسکتا ہے؟)

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مسئلہ:۔کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ زید کی سالی ہے زید کا بھتیجا دونوں کے نکاح کے بارے میں کیا حکم ہے؟ جواب عنایت فرمائیں **المستفتی**:۔انوار احمد رضوی بہرائچ شریف یو پی

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوہاب

جائز ہے کیونکہ زید کی سالی اگرچہ اس کے بھتیجے کی خالہ ہوتی ہے لیکن چونکہ وہ اس کی سگی خالہ نہیں بلکہ رشتے کے اعتبار سے خالہ ہے اور یہ محرمات عورتوں میں سے نہیں ہے کہ جس سے نکاح حرام ہو لہٰذا اس سے نکاح بحکمِ قرآنی حلال ہے چنانچہ قرآنِ کریم میں ہے:وَ اُحِلَّ لَكُمْ مَّا وَرَآءَ ذٰلِكُمْ "اور ان کے سوا جو رہیں وہ تمہیں حلال ہیں۔(کنزالایمان،(النساء:۲۴/۴)واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہ

محمد اُسامہ قادری

(رضاعت کا مسئلہ؟)

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مسئلہ:۔کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ زید نے پہلی شادی ہندہ سے کیا،اس سے ایک لڑکا بکر اور ایک لڑکی خالدہ پیدا ہوئے،ہندہ کے انتقال کے بعد زید نے محمودہ سے شادی کی،زید کے بیٹے بکر کے یہاں ایک بچہ ناصر پیدا ہوا،اور خالدہ کے یہاں ایک بچی صائمہ پیدا ہوئی،صائمہ نے زید کی دوسری بیوی محمودہ کا دودھ پیا ہے،تو کیا اب زید کے بیٹے کے بیٹے یعنی ناصر کا نکاح زید کی بیٹی کی بیٹی صائمہ سے ہوسکتا ہے؟اگر ناصر اور صائمہ کا نکاح آپس میں ہوسکتا ہے تو بہار شریعت کے اس مسئلے کا کیا مطلب ''بچہ نے جس عورت کا دودھ پیا وہ اس بچہ کی ماں ہو جائے گی اور اس کا شوہر (جس کا یہ دودھ ہے یعنی اُس کی وطی سے بچہ پیدا ہوا جس سے عورت کو دودھ اترا) اس دودھ پینے والے بچہ کا باپ ہوجائے گا اور اس عورت کی تمام اولادیں اس کے بھائی بہن خواہ اسی شوہر سے ہوں یا دوسرے شوہر سے،اس کے دودھ پینے سے پہلے کی ہیں یا بعد کی یا ساتھ کی اور عورت کے بھائی،ماموں اور اس کی بہن خالہ۔یوہیں اس شوہر کی اولادیں اس کے بھائی بہن اور اُس کے بھائی اس کے چچا اور اُس کی بہنیں،اس کی پھوپیاں خواہ شوہر کی یہ اولادیں اسی عورت سے ہوں یا دوسری سے۔یوہیں ہر ایک کے باپ،ماں اس کے دادا دادی،نانا،نانی'' (ج۲ص۳۷،دودھ کے رشتہ کا بیان)

اور اگر یہ نکاح جائز نہیں ہے تو پھر فقہ کی ان دونوں عبارتوں کا کیا مطلب ہے جن سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ سوتیلی ماں کی ماں اس کی بیٹی اس کی بہن سب حلال ہیں اور جب سوتیلی ماں کی حقیقی بیٹی حلال ہے تو سوتیلی دادی کی رضاعی بیٹی بدرجۂ اَولیٰ حلال ہے۔اصل عبارت یہ ہے:''لا تحرم بنت زوج الام ولا امه ولا ام زوجة الاب ولا بنتها''(فتاوی خیریہ،ج۱،ص۲۳)

''سوتیلی ماں کی ماں اور اس کی بیٹی اور اس کی بہن سب حلال ہیں''(فتاوی رضویہ،ج۵ص۲۱۷)

نوٹ: سائل سے وضاحت لینے پر معلوم ہوا کہ صائمہ کو دودھ پلانے سے پہلے محمودہ کو چار بچے زید سے ہو چکے ہیں۔ المستفتی:۔ مصطفی وارث بھولا پور شکر پور، ضلع بستی یوپی

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوہاب

بیان کردہ صورت میں ناصر کا نکاح صائمہ سے جائز نہیں، کیونکہ صائمہ اپنے نانا (زید) کی دوسری بیوی محمودہ کا دودھ پینے کی وجہ سے زید کی رضاعی بیٹی ہوگئی اور زید کی اولاد بشمول بکر اس کے رضاعی بھائی بہن ہوگئے جیسا کہ سوال میں "بہار شریعت" کے ذکر کئے گئے جزئیہ ہی سے مستفاد ہے۔

اور علامہ نظام الدین حنفی متوفی ۱۰۹۲ھ اور علمائے ہند کی ایک جماعت نے لکھا ہے: وهذه الحرمة كما تثبت فى جانب الأم تثبت فى جانب الأب وهو الفحل الذى نزل اللبن بوطئه كذا فى الظهيرية. يحرم على الرضيع أبواه من الرضاع وأصولهما وفروعهما من النسب والرضاع جميعا حتى أن المرضعة لو ولدت من هذا الرجل أو غيره قبل هذا الإرضاع أو بعده أو أرضعت رضيعا أو ولد لهذا الرجل من غير هذه المرأة قبل هذا الإرضاع أو بعده أو أرضعت امرأة من لبنه رضيعا فالكل إخوة الرضيع وأخواته وأولادهم أولاد إخوته وأخواته وأخو الرجل عمه وأخته عمته وأخو المرضعة خاله وأختها خالته وكذا فى الجد والجدة كذا فى التهذيب" یعنی، رضاعت کی حرمت جیسے والدہ کی جانب میں ثابت ہوتی ہے اسی طرح باپ کی جانب میں بھی ثابت ہوگی اور اس سے مراد وہ شخص ہے جس کی وطی سے عورت کو دودھ اترا ہو، ایسا ہی "ظہیریہ" میں لکھا ہے۔ دودھ پینے والے پر رضاعی ماں باپ اور ان دونوں کے نسبی اور رضاعی اصول و فروع سب حرام ہیں، یہاں تک کہ دودھ پلانے والی عورت کا موجودہ خاوند سے یا کسی

دوسرے سے، دودھ پلانے سے پہلے یا بعد کا بچہ ہو یا اس نے کسی بچے کو دودھ پلایا ہو، یا اس عورت کے خاوند کی کوئی اولاد اس عورت سے ہو یا کسی اور سے ہو، دودھ پلانے سے پہلے کی ہو یا بعد کی ہو، یا عورت نے اس مرد سے اترے ہوئے دودھ کو کسی بچے کو پلایا ہو، تو یہ تمام، دودھ پینے والے بچے کے بہن بھائی ہوں گے، اور ان کی اولاد اس کے بھائی بہن کی اولاد کہلائے گی، اور رضاعی باپ کا بھائی اس کا چچا اور بہن اس کی پھوپھی، اور رضاعی ماں کا بھائی اس کا ماموں اور بہن اس کی خالہ کہلائے گی، اسی طرح یہ حرمت دادا اور دادی میں بھی ثابت ہوگی، یُوں ہی ''تہذیب'' میں لکھا ہے۔ (الفتاوی الھندیۃ، ۱/۳۴۳)

اس اعتبار سے زید کا بیٹا بکر اور صائمہ دونوں آپس میں رضاعی بہن بھائی ہوئے، اور صائمہ اپنے رضاعی بھائی کے بیٹے ناصر کی رضاعی پھوپھی ہوئی، اور جس طرح حقیقی پھوپھی سے نکاح حرام ہے، جیسا کہ قرآنِ کریم میں ہے: حُرِّمَتۡ عَلَيۡكُمۡ اُمَّهٰتُكُمۡ وَ بَنٰتُكُمۡ وَ اَخَوٰتُكُمۡ وَ عَمّٰتُكُمۡ "حرام ہوئیں تم پر تمہاری مائیں اور بیٹیاں اور بہنیں اور پھوپھیاں۔ (النسآء، ۴/۲۳)

اسی طرح رضاعی پھوپھی سے بھی نکاح حرام ہے، کیونکہ حدیث شریف میں ہے: یَحْرُمُ مِنَ الرَّضَاعِ مَا یَحْرُمُ مِنَ النَّسَبِ" یعنی، جو رشتہ نسب سے حرام ہوتا ہے وہ دودھ کے رشتہ سے بھی حرام ہوتا ہے۔ (صحیح البخاری، ۳/۱۷۰)

اور علامہ کمال الدین ابن ہمام حنفی متوفی ۸۶۱ھ، علامہ زین الدین ابن نجیم حنفی متوفی ۹۷۰ھ اور مُلّا علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں: لأنه أحال ما يحرم بالرضاع على ما يحرم بالنسب، وما يحرم بالنسب هو ما تعلق به خطاب تحريمه وقد تعلق بما عبر عنه بلفظ الأمهات والبنات {وَ اَخَوٰتُكُمۡ وَ عَمّٰتُكُمۡ وَ خٰلٰتُكُمۡ وَ بَنٰتُ الۡاَخِ وَ بَنٰتُ الۡاُخۡتِ} [النسآء: ۲۳] فما كان من مسمى هذه الألفاظ متحققا في الرضاع حرم فيه۔ (واللفظ للأول)" یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دودھ کی حرمتوں کو نسب کی

حرمتوں پر حوالہ فرمایا کہ جو رشتہ نسب سے حرام ہے وہ دودھ کے رشتہ سے بھی حرام ہے، اور نسب سے وہ حرام ہیں جن سے اللہ تعالیٰ کا خطاب حرام کرنے کے ساتھ متعلق ہوا، اور وہ ان سے متعلق ہوا ہے، جن پر ماں اور بیٹی اور بہن اور پھوپھی اور خالہ اور بھتیجی اور بھانجی کا لفظ صادق آئے تو دودھ کے رشتوں میں جن جن پر یہ لفظ صادق آئیں وہ بھی حرام ہیں ۔(مرقاۃ المفاتیح، ۵/۲۰۷۷،فتح القدیر، ۳/۴۴۷،بحر الرائق، ۳/۲۴۲)

اس تفصیل سے صاف ظاہر ہے کہ سائل نے جن عبارات کو نقل کر کے جو استدلال کیا ہے کہ ”جب سوتیلی ماں کی حقیقی بیٹی حلال ہے تو سوتیلی دادی کی رضاعی بیٹی بدرجہ اَولیٰ حلال ہے“، وہ درست نہیں کیونکہ استفتاء میں ذِکر کردہ ”خیریہ“ اور ”فتاویٰ رضویہ“ کی عبارات میں جن عورتوں سے نکاح کو جائز قرار دیا گیا ہے وہ اس صورت میں ہے کہ جب اُن سے صرف یہی رشتہ ہو یعنی رضاعت وغیرہ کسی اور سبب سے حرمت کا رشتہ قائم نہ ہو، جب کہ صورتِ مسئولہ میں بکر کے بیٹے (ناصر) کا خالدہ کی بیٹی (صائمہ) سے رضاعت کا رشتہ قائم ہے کہ وہ اس کی رضاعی پھوپھی ہے جس سے نکاح بلا شبہ ناجائز وحرام ہے، اس لئے عبارات میں کوئی تعارض اور ٹکراؤ نہیں ہے، بلکہ ہر ایک اپنے محل پر صحیح وبجا ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہ

محمد اُسامہ قادری

(بیوی کے ساتھ اسکی سوتیلی ماں سے نکاح کرنا کیسا ہے؟)

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مسئلہ:۔کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ زید نے ہندہ سے نکاح کیا ہندہ کے والد کے انتقال کے بعد زید نے ہندہ کی ماں سے بھی نکاح کرلیا جو ہندہ کی سوتیلی ماں ہے سگی ماں نہیں ہے زید نے ہندہ کو اور ہندہ کی سوتیلی ماں کو ایک ساتھ نکاح کر کے فی الحال رکھے ہوئے ہے کیا یہ نکاح درست ہے اس کے بارے میں کیا حکم ہے رہنمائی فرمائیں

المستفی:۔محمد عرفان رضوی اسلام نگر جملا پور وزیر گنج گونڈہ یوپی

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوہاب

زید کا نکاح بالکل جائز و درست ہے اس لئے کہ وہ زید کی بیوی کی حقیقی ماں نہیں بلکہ سوتیلی ماں ہے اور بیوی کی سوتیلی ماں سے نکاح جائز ہے جیسا کہ فتاویٰ فقیہ ملت میں ہے: اپنی بیوی کی سوتیلی ماں سے نکاح جائز ہے اصل یہ ہے کہ ساس کی حرمت اس وجہ سے نہیں کہ وہ خسر کی زوجہ ہے بلکہ اس لئے ہے کہ وہ زوجہ کی ماں ہے اور سوتیلی ساس میں یہ وجہ نہیں ۔لہذا اس کے حلال ہونے میں کوئی شبہ نہیں ۔(فتاویٰ فقیہ ملت جلد اول صفحہ نمبر/۳۹۶، باب المحرمات) واللہ اعلم بالصواب

کتبہ

محمد الطاف حسین قادری عفی عنہ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

(وَ اٰتُوا النِّسَآءَ صَدُقٰتِہِنَّ نِحۡلَۃً-فَاِنۡ طِبۡنَ لَکُمۡ عَنۡ شَیۡءٍ مِّنۡہُ نَفۡسًا فَکُلُوۡہُ ہَنِیۡٓـًٔا مَّرِیۡٓـًٔا)

اورعورتوں کے ان کے مہر خوشی سے دو پھر اگر وہ اپنے دل کی خوشی سے مہر میں سے

تمہیں کچھ دے دیں تو اسے کھاؤ رچتا پچتا۔(کنزالایمان،سورۃالنساء ۴)

مہر کا بیان

۷/فتاوی

ناشرین

جملہ اراکین مسائل شرعیہ

(مہر فاطمی کی مقدار کیا ہے؟)

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مسئلہ:۔کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ مہر کی صحیح مقدار کیا ہے؟ مہر فاطمی کی مقدار کیا ہے؟ چاندی کی صورت میں کم سے کم مہر کی مقدار کیا ہے؟ **المستفتی:**۔ساجد علی نظامی

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوہاب

کم سے کم مہر دس درہم چاندی ہے یعنی بتیس 32 گرام چھ سو انسٹھ 659 ملی گرام دو سو 200 ر میکرو ملی گرام ہے اور زیادہ کی کوئی حد نہیں جتنے پر دونوں فریق راضی ہو جائیں، مگر حد سے زیادہ نہیں ہونا چاہئے۔

مہر فاطمی چار سو مثقال ہے جیسا کہ سرکار اعلی حضرت رضی اللہ عنہ تحریر فرماتے ہیں کہ مہر حضرت بتول زہرا چار سو مثقال چاندی تھا کہ یہاں کے ایک سو ساٹھ روپے بھر ہوئی۔(فتاویٰ رضویہ جلد ۱۱ ر ص ۲۴۹ ر دعوت اسلامی)

چونکہ ایک مثقال شرعی چار 4 گرام چھ سو پینسٹھ 665 ملی گرام چھ سو 600 میکرو ملی گرام کا ہوتا ہے اس لئے چار سو مثقال (1866.240) گرام یعنی ایک کلو آٹھ سو چھانسٹھ گرام دو سو چالیس ملی گرام چاندی ہوا۔واللہ اعلم بالصواب

نوٹ:۔مثقال درہم دینار صاع کی مزید معلومات کے لئے فقیر کا رسالہ واحدی پہاڑہ کا مطالعہ کریں۔

کتبہ

فقیر تاج محمد قادری واحدی

(مہر معاف کرانا کیسا ہے؟)

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مسئلہ:۔کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ بعض لوگ شب زفاف بیوی سے مہر معاف کرواتے ہیں کیا ان کا مہر معاف کروانا جائز ہے؟ اور اگر بیوی معاف کر دے تو کیا معاف ہو جائے گا یا پھر بھی دینا پڑے گا؟ تسلی بخش جواب مع حوالہ عنایت فرمائیں

المستفتی:۔قمر اشرف اشرفی بھوانی گنج سدھارتھ نگر

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوہاب

مہر کی تین قسمیں ہیں (۱) مہر معجل (۲) مہر مؤجل (۳) مہر مطلق۔

(۱) معجل کہ خلوت سے پہلے مہر دینا قرار پایا ہے۔

(۲) مؤجل جس کے لیے کوئی میعاد مقرر ہو۔

(۳) مطلق جس کی کوئی میعاد مقرر نہ ہو۔

چونکہ فی زمانہ مہر معجل پر نکاح ہوتا ہے اور اکثر جگہوں پر مہر زیور ہوتا ہے جو خلوت سے پہلے عورت کے قبضہ میں دے دی جاتی ہے ایسی صورت میں معاف کرانا حماقت اور جہالت ہے یعنی معاف کرانے کی کوئی حاجت نہیں۔

اور اگر مہر مؤجل یا مطلق ہے جب بھی جبراً معاف کرانا جائز نہیں جیسا کہ لوگ کرتے ہیں کہ نئی نویلی دلہن کے سر پر سوار ہو کر کہتے ہیں معاف کر دو اب وہ کرے تو کیا کرے مجبوراً معاف کر دیتی ہے شریعت اس کی اجازت نہیں دیتی ہاں اگر وہ اپنی خوشی سے معاف کر دے تو معاف ہو جائے گا اور مہر

کی رقم شوہر کے حق میں جائز ہوگا جیسا کہ ارشاد ربانی ہے "اٰتُوا النِّسَآءَ صَدُقٰتِهِنَّ نِحْلَةً ۚ فَاِنْ طِبْنَ لَكُمْ عَنْ شَیْءٍ مِّنْهُ نَفْسًا فَكُلُوْهُ هَنِیْٓــٴًـا مَّرِیْٓــٴًـا"، اورعورتوں کو ان کے مہر خوشی سے دو پھر اگر وہ اپنے دل کی خوشی سے مہر میں سے تمہیں کچھ دے دیں تو اسے کھاؤ رچتا پچتا۔

(کنزالایمان، سورہ نساء ۴)

نیز فرماتا ہے "فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ بِهٖ مِنْهُنَّ فَاٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ فَرِیْضَةً ۚ وَ لَا جُنَاحَ عَلَیْكُمْ فِیْمَا تَرٰضَیْتُمْ بِهٖ مِنْۢ بَعْدِ الْفَرِیْضَةِ ۚ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِیْمًا حَكِیْمًا"، تو جن عورتوں کو نکاح میں لانا چاہو، ان کے بندھے ہوئے مہر انہیں دو اور قرارداد کے بعد تمہارے آپس میں کچھ رضا مندی ہو جائے تو اس میں گناہ نہیں بیشک اللہ (عزوجل) علم و حکمت والا ہے۔ (کنزالایمان، سورہ نساء ۲۴) واللہ اعلم بالصواب

کتبہ

فقیر تاج محمد قادری واحدی

(تھوڑا تھوڑا مہر دینا کیسا ہے؟)

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مسئلہ:۔کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ زید کا مہر دین بیس ہزار اکاون روپیہ ہے، زید اپنی بیوی کو بولا کہ ہم ایک مرتبہ نہیں دے پائیں گے بلکہ تھوڑا تھوڑا کرکے دیں گے یعنی کبھی پانچ سو کبھی ہزار کرکے دیں گے پھر زید پورا بھی کر دیا اپنا مہر دین کیا زید کا دیا ہوا مہر دین ادا ہوا؟ قرآن و حدیث کی روشنی میں جواب فرما کر شکریہ کا موقع عنایت فرمائیں

المستفتی: ۔حافظ محمد علاء الدین رضوی ہزاری باغ جھارکھنڈ

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوہاب ھو الھادی الی الصواب

صورت مسئولہ میں مہر ادا ہو گیا کہ بیوی اس سے راضی تھی اور لے بھی لیا تو کوئی حرج نہیں بلکہ بیوی معاف کر دیتی جب بھی معاف ہو جاتا اللہ تعالی قرآن مجید میں ہے ارشاد فرماتا ہے " وَ اٰتُوا النِّسَآءَ صَدُقٰتِهِنَّ نِحْلَةً فَاِنْ طِبْنَ لَكُمْ عَنْ شَیْءٍ مِّنْهُ نَفْسًا فَكُلُوْهُ هَنِیْٓــٴًـا مَّرِیْٓــٴًـا " اور عورتوں کو ان کے مہر خوشی سے دو پھر اگر وہ اپنے دل کی خوشی سے مہر میں سے تمہیں کچھ دے دیں تو اسے کھاؤ رچتا پچتا۔(کنز الایمان، سورہ نساء ۴) واللہ اعلم بالصواب

کتبہ

فقیر تاج محمد قادری واحدی

(کیا احتیاطاً نکاح کی صورت میں مہر دینا ہوگا؟)

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مسئلہ:۔کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ کیا احتیاطًا تجدیدِ نکاح کی صورت میں مہر دینا واجب ہے؟ **المستفتی**:۔ محمد ہارون، انڈیا

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوہاب

اِس صورت میں بیوی کو دوبارہ نکاح کا مہر دینا واجب نہیں ہے چنانچہ علامہ حافظ الدین ابن بزار کردری حنفی متوفی ۸۲۷ھ اور ان کے حوالے سے علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں: ان جدد النکاح للاحتیاط لا یلزم الزیادۃ بلا نزاع (واللفظ للأول) یعنی، اگر احتیاطاً تجدید نکاح کیا تو مہر کی زیادتی بلا اختلاف لازم نہیں ہوگی۔

(الفتاوی البزازیۃ علی ھامش الھندیۃ،۱۳۳/۴)(رد المحتار،۱۱۳/۳)

اور صدر الشریعہ محمد امجد علی اعظمی حنفی متوفی ۱۳۶۷ھ لکھتے ہیں: محض احتیاطاً تجدید نکاح کی تو دوبارہ نکاح کا مہر واجب نہ ہوا۔(بہار شریعت ۶۹/۲) واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہ

محمد اُسامہ قادری

(مدخولہ کو طلاق دی تو مہر کتنا ملے گا؟)

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مسئلہ:۔کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ زید کا ہندہ سے ایک لاکھ روپے مہر پر عقدِ نکاح ہوا پھر زید نے ہندہ کو طلاقِ بائن دے دی اب ہندہ زید سے مہر کا مطالبہ کر رہی ہے تو ہندہ جو کہ مدخولہ ہے اُس کا زید سے مہر کا مطالبہ کرنا شرعاً کیسا ہے، اگر درست ہے تو ہندہ کتنے مہر کی مستحق ہوگی؟ دلائل کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں **المستفتی**:۔محمد نعمان نوری، انڈیا

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوہاب

صُورتِ مسئولہ میں ہندہ کا زید سے اپنے مہر کا مطالبہ کرنا دُرست ہے کہ یہ اُس کا حق ہے اور ہندہ اب پورے ایک لاکھ روپے کی مستحق ہے کیونکہ مطلّقہ مدخولہ مقررہ مہر کی حقدار ہوتی ہے چنانچہ علامہ ابو الحسین احمد بن محمد قدوری حنفی متوفی ۴۲۸ھ لکھتے ہیں: **من سمی مهرًا عشرة فما زاد فعلی المسمی ان دخل بها او مات عنها** یعنی، جس نے دس درہم یا اِس سے زائد مہر مقرر کیا تو اُس پر مقررہ مہر لازم ہوگا اگر اُس نے بیوی سے صحبت کی ہو یا فوت ہوگیا ہو۔ (مختصر القدوری،ص ۳۰۱)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہ

محمد اُسامہ قادری

(لڑکی طلاق مانگے تو مہر کا کیا حکم ہوگا؟)

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مسئلہ:۔کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ کیا اگر لڑکی والے طلاق لیں اور لڑکے والے راضی ہوں تو کیا مہر کا حق عورت رکھ سکتی ہے یا نہیں؟ لڑکے والوں کو مہر دینا پڑے گا یا نہیں؟ جواب عنایت فرمائیں حوالے کے ساتھ عین نوازش ہوگی۔ **المستفتی:۔** محمد واجد علی قادری

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوہاب

رب العالمین کا ارشاد پاک ہے:"آتُوا النِّسَآءَ صَدُقٰتِهِنَّ نِحْلَةً"،عورتوں کو ان کے مہر خوشی سے دو۔(سورہ نساء ۴)

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے شوہروں کو حکم دیا کہ وہ اپنی بیویوں کو ان کے مہر خوشی سے ادا کریں اور بوجھ سمجھ کر نہیں دینا چاہئے بلکہ عورت کا شرعی حق سمجھ کر اللہ تعالیٰ کے حکم پر عمل کرنے کی نیت سے خوشی خوشی دینا چاہئے۔اور اگر لڑکی نے لڑکے سے خلع کیا اگر زیادتی لڑکے کی طرف سے ہو تو روپیہ وغیرہ طلب کرنا حلال نہیں اور اگر زیادتی لڑکی کی طرف سے ہو تو جتنا مہر میں دیا اس سے زیادہ طلاق عوض لینا مکروہ ہے۔(بہار شریعت جلد اول حصہ ہشتم صفحہ ۸۶)

اور حدیث شریف میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ جو شخص نکاح کرے اور نیت یہ ہو کہ عورت کو مہر سے کچھ نہ دے گا تو جس روز مرے گا زانی مرے گا۔

صورت مسئولہ میں لڑکی والوں نے اگر لڑکے والوں کی رضامندی پر بنا کسی شرط کے، بعد دخول یا خلوت صحیحہ کے بعد طلاق لے لیا لڑکے پر لازم ہے کہ وہ لڑکی کو پورا مہر جو نکاح میں مہر متعین

ہوا تھا اور عدت کا پورا خرچ بھی دے اور اگر لڑکے نے طلاق اس شرط پر دیا کہ مہر نہیں دونگا تو لڑکے پر مہر دینا لازم نہیں۔واللہ تعالیٰ ورسولہ اعلم بالصواب

کتبہ

العبد محمد عمران القادری التنویری غفرلہ

(کیا مہر درود ہوسکتا ہے؟)

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مسئلہ:۔کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ دورانِ نکاح لڑکی نے مہر کے بارے میں کہا کہ میرا مہر ایک ہزار درود ابراہیمی رہے گا تو کیا نکاح ہوجائے گا؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں عین کرم ہوگا

المستفتی:۔محمد نذیر احمد

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوہاب

صورت مسئولہ میں نکاح ہوجائے گا لیکن مہرِ مثل واجب ہوگا۔کیونکہ مہر کے لئے مال متقوم ہونا ضروری ہے اس لئے دورود ابراہیم مہر نہیں ہوسکتا۔

محمد امین بن عمر عابدین المتوفی ۱۲۵۲ھ علیہ الرحمہ نے تحریر فرمایا ہے:(قوله: وفی تعليم القرآن) أی يجب مهر المثل فيما لو تزوجها على أن يعلمها القرآن أو نحوه من الطاعات لأن المسمى ليس بمال" اس کا قول تعلیم قرآن میں یعنی اگر تعلیم قرآن یا اس کی مثل کسی طاعت پر شادی کی تو مہر مثل واجب ہوگا اس لئے کہ یہ مال نہیں ہے۔(کتاب النکاح، باب المہر، جلد۳، صفحہ۱۰۱، مطبوعہ)

صدر الشریعہ مفتی محمد امجد علی اعظمی علیہ الرحمہ نے تحریر فرمایا ہے کہ:"جو چیز مالِ متقوم نہیں وہ مَہر نہیں ہوسکتی اور مہر مثل واجب ہوگا، مثلاً: مہر یہ ٹھہرا کہ آزاد شوہر عورت کی سال بھر تک خدمت کریگا یا یہ کہ اسے قرآن مجید یا علمِ دین پڑھادے گا یا حج وعمرہ کرادے گا یا مسلمان مرد کا نکاح مسلمان عورت سے ہوا اور مہر میں خون یا شراب یا خنزیر کا ذکر آیا یا یہ کہ شوہر اپنی پہلی بی بی کو طلاق دے دے، تو ان سب

صورتوں میں مہرِ مثل واجب ہوگا۔(بہارِ شریعت،مہر کا بیان، جلد ۲ صفحہ ۶۵ /مطبوعہ مکتبۃ المدینہ)

اور اسی میں مہرِ مثل کی وضاحت کرتے ہوئے صدر الشریعہ مفتی محمد امجد علی اعظمی علیہ الرحمہ نے تحریر فرمایا ہے کہ:عورت کے خاندان کی اُس جیسی عورت کا جو مہر ہو، وہ اُس کے لئے مہر مثل ہے،مثلاً اس کی بہن، پھوپھی، چچا کی بیٹی وغیرہا کا مہر۔(بہارِ شریعت، جلد ۲ صفحہ ۷۱،مطبوعہ مکتبۃ المدینہ)

واللہ تعالیٰ أعلم بالصواب

کتبہ
عبدالوکیل صدیقی نقشبندی

(طلاق کے بعد مہر دینا ہوگا؟)

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مسئلہ:۔کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ شوہر نے بیوی کا مہر ادا نہیں کیا تھا تو کیا طلاق کے بعد مہر عورت کو دیا جائے گا یا نہیں؟ وضاحت فرمائیں مہربانی ہوگی

المستفتی:۔سراج الدین سرواڑ شریف اجمیر شریف راجستھان

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوہاب

طلاق کے بعد مطلقہ کو مہر دیا جائے گا ہاں اگر طلاق سے قبل خلوت صحیحہ پالی گئی ہو یعنی میاں بیوی اس طرح تنہا ہوئے ہوں کہ جماع سے کوئی چیز شرعا یا طبعا یا حسا مانع نہ تھی تو کُل مہر لازم ہوگا اور اگر خالی جانا آنا ہوا اور ایک مکان میں تنہا تھوڑی دیر کے لئے بھی نہ ہوئے تو نصف مہر لازم ہوگا علامہ علاؤ الدین حصکفی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: یجب نصفه بطلاق قبل وطئی او خلوة" دخول سے قبل یا خلوت سے قبل طلاق دینے سے نصف مہر واجب ہوگا۔ (در مختار جلد چهارم صفحه ۲۳۵ باب المهر)

اور امام اہل سنت سرکار اعلی حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: اگر پیش از وطی وخلوت صحیحہ طلاق دیتا تو نصف مہر لازم آتا اب کہ خلوت واقع ہوگئی کل لازم آئے گا نقایہ میں ہے: یجب نصفه بطلاق قبلها ای قبل خلوة الصحيحة اھ ملخصا (فتاوی رضویہ قدیم جلد پنجم صفحہ ۲۵ باب المہر)

نیز مذکورہ صفحہ پر امام اہلسنت علیہ الرحمہ خلوت صحیحہ کی تعریف بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں: خلوت صحیحہ یہ ہے کہ زن وشوہر تنہائی کے مکان میں جہاں کسی کے آنے جانے یا نظر پڑنے سے اطمینان

ہو یوں متفق ہوں کہ ان کے ساتھ کوئی تیسرا ایسا نہ ہو جو ان کے افعال کو سمجھ سکے نہ ان میں کسی کو مقاربت مانع شرعی یا حسی ہو مثلا مرد یا عورت کی ایسی کم سنی جس میں صلاحیت قربت و قابلیت صحبت نہ ہو یا شوہر کی ناسازی طبع یا عورت کا حیض یا نفاس یا ایسے مرض میں ہونا جس کے سبب وقت وقوع فعل قربت سے اسے مضرت پہنچے یا ان میں کسی کا نماز میں فرض یا ماہ رمضان میں روزہ فرض سے مشغول ہونا" کل ذلك فی الخانية والدر المختار وحواشيه " واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہ

فقیر محمد معصوم رضا نوری عفی عنہ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

(اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ-فَاِمۡسَاکٌۢ بِمَعۡرُوۡفٍ اَوۡ تَسۡرِیۡحٌۢ بِاِحۡسَانٍ)

یہ طلاق دو بار تک ہے پھر بھلائی کے ساتھ روک لینا ہے یا نکوئی کے ساتھ چھوڑ دینا ہے۔

(کنزالایمان،سورۃالبقرہ۲۲۹)

کتاب الطلاق

طلاق کا بیان

۳۶/فتاوی

ناشرین

جملہ اراکین مسائل شرعیہ

(طلاق کا مطالبہ کرنا کیسا ہے؟)

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مسئلہ:۔کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ ہندہ کی شادی (نکاح) ۲۰۱۸/۰۳/۱۳ کو زید سے ہوئی تھی اور رخصتی ایک سال بعد ہونا تھا اس درمیان زید دو تین بار ہندہ کے گھر آیا اور قربت بھی ہوئی اس درمیان دونوں میں ذرا ذرا سی بات پر کافی تکرار ہوتی رہی زید کے عادات واطوار اور بولنے کا لب ولہجہ دیکھ کر ہندہ کو احساس ہوا کہ اسکے ساتھ میرا نباہ مستقبل میں مشکل ہے اسلئے میں اب زید کے گھر نہیں جاؤں گی پنچایت کے لوگوں نے بہتر سمجھا کہ دونوں میں تفریق ہو جانا چاہئے زید نے کہا مجھے شادی کا خرچہ دیدیا جائے میں طلاق دے دونگا شادی میں ۲۵/ہزار روپئے خرچ ہوئے تھے اسکے علاوہ مجھے اور ایک لاکھ روپے ہرجانہ ادا کردے ہندہ کے والد نے خرچ کے علاوہ اور پچاس ہزار روپے دیدیئے لکھا پڑھی ہوئی دونوں فریقین کے دستخط بھی ہو گئے۔اب زید کاغذ دینے سے انکار کردیا کہ جب تک مطلوبہ اور پچاس ہزار روپئے جرمانے کے مجھے نہیں ملتے ہیں میں کاغذ نہیں دونگا مجلس میں دو اور مولانا صاحب تھے انہوں نے کہا کہ یہ طلاق نہیں بلکہ خلع ہے جب تک لڑکا کو مطلوبہ رقم نہیں مل جائے طلاق واقع نہیں ہوگی اب آپ بتائیں کہ از روئے شرع کیا حکم ہے؟ زید کا جرمانہ مانگنا اور پریشان کرنا یہ کہاں تک درست ہے ذرا وضاحت فرمائیں تو مہربانی ہوگی۔ **المستفتی:** محمد سلیم اشرف

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوہاب ھو الھادی الی الصواب

بلا وجہ طلاق کا مطالبہ کرنا جائز نہیں ہے حدیث شریف میں ہے "عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم أَنَّهُ قَالَ: الْمُخْتَلِعَاتُ وَالْمُنْتَزِعَاتُ هُنَّ الْمُنَافِقَاتُ" حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خلع لینے والیاں اور تعلق ختم

کرنے والیاں منافقات ہیں ۔(سلسلۃ الصحیح ۱۹۹۹)

نیز دوسری حدیث میں ہے" عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ أَيُّمَا امْرَأَةٍ اخْتَلَعَتْ مِنْ زَوْجِهَا مِنْ غَيْرِ بَأْسٍ لَمْ تَرِحْ رَائِحَةَ الْجَنَّةِ"۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بھی مروی ہے آپ نے فرمایا جس عورت نے بلا کسی سبب کے اپنے شوہر سے خلع لیا تو وہ جنت کی خوشبو نہیں پائے گی ۔(ترمذی ۱۱۶۶)

اگر زیادتی شوہر کی طرف سے ہو تو خلع پر اتنے روپیہ کا مطالبہ کرنا جو لڑکی پر سخت گراں ہو بہت بڑا ظلم ہے جیسا کہ فتاوی عالمگیری میں ہے" ان كان النشوز من قبل الزوج فلا يحل له اخذ شيء من العوض على الخلع كذا في البدائع "(جلد اول ص ۴۴۲)

شوہر پر لازم ہے کہ بلا معاوضہ طلاق دے دے اور اگر ایسا نہ کرے سارے مسلمان اس کا بائیکاٹ کر دیں جیسا کہ قرآن شریف میں ہے"وَ اِمَّا يُنْسِيَنَّكَ الشَّيْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ"،اور جو کہیں تجھے شیطان بھلا دے تو یاد آئے پر ظالموں کے پاس نہ بیٹھ ۔(سورہ انعام ۶۸)

اور اگر زیادتی لڑکی کی طرف سے ہے تو شوہر رقم مہر کا مطالبہ کر سکتا ہے لیکن زیادہ مطالبہ درست نہیں پھر بھی اگر مہر سے زیادہ مطالبہ کر لیا اور دونوں فریق راضی ہو گئے تو ایسی صورت میں مکمل رقم دی جائے گی کہ دینا واجب ہے جیسا ہدایہ اولین میں ہے" فاذا فعل ذلك وقع بالخلع تطليقته بائنة ولزمها المال"(باب الخلع ص ۳۸۴)

اگر زید نے طلاق دے دی ہے تو طلاق واقع ہوگئی اگر چہ کاغذ نہ دے،اور اگر طلاق نہیں دیا صرف لکھا پڑھی ہوئی ہے تو طلاق واقع نہ ہوئی۔واللہ اعلم بالصواب

کتبہ

فقیر تاج محمد حنفی قادری واحدی

(کیانابالغ طلاق دے سکتا ہے؟)

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مسئلہ:۔کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ ایک لڑکا نو سال کی عمر کا تھا لڑکی بھی نابالغہ تھی ولی نے بچپن میں نکاح کر دیا تھا اب لڑکی بالغ ہے لڑکا نابالغ ہے اب دونوں طرف کے ولی رخصتی سے پہلے طلاق کروانا چاہتے ہیں تو معلوم یہ کرنا ہے کہ بچپن میں کیا ہوا نکاح صحیح ہے کہ نہیں؟ اور مہر کی کیا صورت بنے گی اب رخصتی سے پہلے طلاق کا کیا مسئلہ بنے گا جواب کی سخت ضرورت ہے جملہ ممبران گروپ توجہ فرمائیں بالخصوص مولانا تاج محمد صاحب ومولانا امیر الحسن صاحبان توجہ فرمائیں۔

المستفتی:۔ عبداللہ

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوہاب

ولی نے نابالغ کی شادی اپنی رضا سے کی تو یہ جائز ودرست ہے اور نکاح بھی درست ہوگیا سرکار اعلی حضرت رضی اللہ عنہ سے سوال ہوا کہ زید نابالغ کا نکاح ہندہ نابالغہ کے ساتھ ان کے وارثوں نے کیا، یہ نکاح جائز ہے یا نہیں؟ اور زید یا ہندہ بعد بلوغ اسے فسخ کر سکتے ہیں یا نہیں؟ تو آپ نے جواب میں ارشاد فرمایا کہ زید کا نکاح اس کے باپ نے کیا، اور باپ کا کیا ہوا نکاح لازم ہوتا ہے یعنی اولاد کو اس کے فسخ کا اختیار نہیں ہوتا۔ (فتاوی رضویہ ج ۱۱ ص ۵۳۰ دعوت اسلامی)

چونکہ ابھی لڑکا نابالغ ہے اس لئے طلاق نہیں ہوسکتی جب تک لڑکا بالغ نہ ہو جائے اور لڑکے کے سوا کوئی دوسرا طلاق نہیں دے سکتا۔ (ماخوذ از فیض الرسول جلد دوم ص ۱۰۶)

جب طلاق نہیں ہوسکتی تو مہر کا معاملہ ہی نہیں رہا بالغ ہونے کے بعد رخصتی سے پہلے طلاق

دیا تو نصف (آدھا) مہر دینا ہوگا. جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: "وَاِنۡ طَلَّقۡتُمُوۡهُنَّ مِنۡ قَبۡلِ اَنۡ تَمَسُّوۡهُنَّ وَ قَدۡ فَرَضۡتُمۡ لَهُنَّ فَرِيۡضَةً فَنِصۡفُ مَا فَرَضۡتُمۡ" اور اگر تم نے عورتوں کو بے چھوئے طلاق دے دی اور ان کے لئے کچھ مہر مقرر کر چکے تھے تو جتنا ٹھہرا تھا اس کا آدھا واجب ہے۔

(کنزالایمان، سورہ بقرہ ۲۳۷) واللہ اعلم بالصواب

کتبہ

فقیر تاج محمد حنفی قادری واحدی

(طلاق کے معاملہ میں شوہر کی بات مانی جائے گی یا عورت کی؟)

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مسئلہ:۔کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ ہندہ اور بکر دونوں میاں بیوی ہیں۔ہندہ کا کہنا ہے کہ بکر نے مجھے طلاق دی ہے اور بکر کا کہنا ہے کہ میں طلاق نہیں دیا ہوں دونوں میں کس کا قول مانا جائے گا؟تفصیل کے ساتھ جواب عنایت فرمائیں **المستفتی**:۔محمد صدام حسین بوکارو جھارکھنڈ

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوہاب

برصدق مستفتی جب عورت ہندہ طلاق کی مدعی ہے اور اس کا شوہر بکر طلاق کا منکر ہے تو حکم یہ ہے کہ ہندہ اپنے دعوے کے مطابق گواہ پیش کرے(چاہے دو مرد گواہ ہوں یا ایک مرد اور دو عورتیں) اگر ہندہ گواہ پیش کردے تو ہندہ کا قول مانا جائے گا اور طلاق ہو جائے گی،اور اگر ہندہ کے پاس گواہ نہیں ہے،تو بکر پر حلف دیا جائے اگر بکر قاضی کے سامنے حلف اٹھانے سے انکار کرتا ہے تو طلاق واقع ہو جائے گی،اور اگر بکر قاضی کے سامنے حلف اٹھالے تو طلاق نہیں ہوگی۔

مجدد دین وملت سیدی اعلی حضرت امام احمد رضا خان علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں: بحالت اختلاف طلاق کا ثبوت گواہوں سے ہوگا اور دو گواہ عادل شرعی شہادت بروجہ شرعی ادا کریں کہ اس شخص نے اپنی زوجہ کو طلاق دی طلاق ثابت ہو جائے گی،پھر اگر شوہر نفی کے گواہ دے گا یا اس بات کے کہ مطلقہ بعد طلاق اس سے بولی کچھ اصلا مسموع نہ ہوگا،ہاں اگر عورت گواہ بروجہ شرعی نہ دے سکے تو شوہر پر حلف رکھا جائے گا اگر حلف سے کہہ دے گا کہ اس نے طلاق نہ دی طلاق ثابت نہ ہوگی اور اگر حاکم شرعی کے سامنے حلف سے انکار کرے گا تو طلاق ثابت مانی جائے گی۔(فتاوی رضویہ،جلد ۱۲ صفحہ ۴۵۲/ ۴۵۳/مطبوعہ رضا

فاؤنڈیشن لاہور)

مزید لکھتے ہیں کہ: غرض اسلامی ریاستوں میں قاضیان ذی اختیار شرعی کا موجود ہونا واضح، اور جہاں اسلامی ریاست اصلا نہیں وہاں اگر مسلمانوں نے باہمی مشورہ سے کسی مسلمان کو اپنے فصل مقدمات کے لئے مقرر کر لیا تو وہی قاضی شرعی ہے۔ اور اگر ایسا نہ ہو تو شہر کا عالم کہ عالم دین وفقیہ ہو اور اگر وہاں چند علماء ہیں تو جو ان سب میں زیادہ علم دین رکھتا ہو وہی حاکم شرع و والی دین اسلام و قاضی و ذوی اختیار شرعی ہے مسلمانوں پر واجب ہے کہ اپنے کاموں میں اس کی طرف رجوع کریں اور اس کے حکم پر چلیں، یتیمان بے ولی پر وصی اس سے مقرر کرائیں نابالغان بے وصی کا نکاح اس کی رائے پر رکھیں ایسی حالت میں اس کی اطاعت من حیث العلم واجب ہونے کے علاوہ من حیث الحکم بھی واجب۔ (فتاوی رضویہ، جلد ۱۸ صفحہ ۱۸۶ / ۱۸۷، مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن لاہور)

لہٰذا اگر واقعی بکر نے طلاق دی ہے اور اب طلاق کا انکار کرتا ہے اور کسی طرح طلاق کا ثبوت نہ ہو سکے تو قضاءً طلاق نہیں ہوگی، اور اگر ہوئی بھی ہوتی تو دو طلاقوں تک رجعت کا حکم ہے "الطلاق مرتٰن" کے تحت عدت میں رجعت اور بعدِ عدت نکاح جائز ہو سکتے ہیں۔ اور اگر اختلاف تین طلاق کے لئے ہو تو اس کی بیوی ہندہ کو چاہیے کہ کسی طرح بکر کو اپنے پاس نہ آنے دے یعنی (اپنے اُو پر قابو نہ دے) جس طرح بھی ممکن ہو کوشش کر کے اس سے پیچھا چھڑا لے۔ وَ هُوَ سُبْحَانَهٗ تَعَالٰی عَزَّوَجَلَّ وَ رَسُوْلُهٗ ﷺ أَعْلَمُ بِالصَّوَابِ

انتباہ: فی زمانہ ہر جگہ قاضی شرع کا ملنا بہت مشکل ہے اس لئے جب کبھی ایسا معاملہ درپیش ہو تو کسی قریبی دارالافتاء کی طرف رجوع کریں اور مسئلہ معلوم کریں۔

کتبہ

وکیل احمد صدیقی نقشبندی پھلودی

(غصہ میں طلاق دیا تو کیا حکم ہے؟)

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مسئلہ:۔کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ زید کا بیوی کے ساتھ جھگڑا ہوا زید نے کورٹ میں جا کر غصے میں لکھ کر بیوی کو طلاق دے دیا، تحریر میں صرف طلاق لکھا ایک یا دو یا تین کا ذکر نہیں لکھا، تو سوال یہ ہے کہ کتنی طلاق واقع ہوگی؟ اور اب زید بیوی سے رجوع کرنا چاہتا ہے اب بیوی کو اپنے نکاح میں کس طریقے سے لے کر آئے گا؟ شریعت کا اس میں کیا حکم ہے؟ تفصیلی جواب عنایت فرمائیں۔

المستفتی:۔ محمد اسماعیل رضا جموں کشمیر

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوہاب

صورت مسئولہ میں ایک طلاق رجعی واقع ہوئی اگرچہ غصہ میں طلاق دیا ہو کہ غصہ میں بھی طلاق واقع ہو جاتی ہے اب اگر رکھنا چاہتا ہے تو عدت کے اندر یعنی تین حیض آنے سے پہلے رجعت کر لے نکاح کی حاجت نہیں جیسا کہ ارشاد ربانی ہے: "اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ فَاِمۡسَاكٌۢ بِمَعۡرُوۡفٍ اَوۡ تَسۡرِيۡحٌۢ بِاِحۡسَانٍ" یہ طلاق دو بار تک ہے پھر بھلائی کے ساتھ روک لینا ہے یا نکوئی (اچھے سلوک) کے ساتھ چھوڑ دینا ہے۔ (سورہ بقرہ آیت نمبر ۲۲۹)

رجعت کا مطلب یہ ہے کہ بیوی سے مل لے یا گلے لگا لے یا بوسہ دے دے رجعت ہو جائے گی مگر آئندہ دو طلاق کا مالک رہے گا جب بھی دو طلاق دے گا طلاق مغلظہ واقع ہو جائے گی۔

واللہ اعلم بالصواب

کتبہ

فقیر تاج محمد قادری واحدی

(بیوی بدکردار ہو تو طلاق دے سکتے ہیں؟)

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مسئلہ:۔کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ زید کی شادی دو ماہ قبل ہوئی اور منکوحہ کے ساتھ صرف ستائیس دن گزرنے کے بعد کسی غیر لڑکے سے تعلق کا پتہ چلا اور ساتھ ہی شادی سے پہلے قاطع حمل بھی ہوا تھا اس کا بھی پتہ زید کو ہو گیا لڑکی کے والدین اس گناہ کو دھو دینے یعنی معاف کرنے کی گزارش کر رہے ہیں اور لڑکی قبول جرم بھی نہیں کر رہی ہے جبکہ زید کے پاس فون ریکارڈ ثبوت کے طور پر موجود ہے بس اسی وجہ سے منکوحہ کو رکھنے سے انکار کر رہا ہے زید پر ایسے حالت میں شریعت کا کیا حکم ہے؟ جب کہ عورت اپنے شوہر سے محبت بھی کرتی ہے۔

المستفتی:۔ حافظ محمد علاء الدین صاحب رضوی گوبند پور ہزاری باغ جھارکھنڈ

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوہاب ھو الھادی الی الصواب

صورت مسئولہ میں لڑکی پر زنا کا الزام نہیں لگایا جا سکتا جب کہ گواہ بھی نہیں ہیں اور نہ لڑکی اقرار کر رہی ہے صرف لوگوں کے کہنے سے قابل قبول نہ ہوگا اور نہ ہی کال ریکارڈ قبول کیا جائے گا جب تک کہ چار گواہ چشم دید نہ ہوں۔اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہے " لَوْ لَا جَآءُوْ عَلَیْهِ بِاَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ فَاِذْ لَمْ یَاْتُوْا بِالشُّهَدَآءِ فَاُولٰٓىٕكَ عِنْدَ اللّٰهِ هُمُ الْكٰذِبُوْنَ "اس پر چار گواہ کیوں نہ لائے،تو جب گواہ نہ لائے تو وہی اللہ کے نزدیک جھوٹے ہیں۔(کنزالایمان،سورہ نور ۱۳)

زید کے قول کے مطابق اگر لڑکی بدکردار تھی یا زانیہ تھی تو پہلے تحقیق کر لینی چاہئے لیکن ایسا نہ کیا تو اب خواہ مخواہ پریشان کرنے سے کوئی فائدہ نہیں ہے اگر طلاق دیا تو طلاق واقع ہو جائے گی لیکن بروز حشر اس کا بھی حساب دینا ہوگا کیوں کہ زید کے پاس شرعی اعتبار سے گواہ نہیں ہیں پھر ایک بات یہ بھی

ہے کہ زید اگر طلاق دیدے تو کیا یہ امید رکھتا ہے کہ دوسری بیوی متقیہ ملے گی؟ ہوسکتا ہے کہ وہ اس سے بھی بدکردار ملے اور ایسا نہیں کہ اس کے اندر صرف برائیاں ہوں بلکہ ہر عورت کے اندر کوئی نہ کوئی خوبی بھی ہوتی ہے تو اسکے خوبیوں کو بھی یاد کرنی چاہئے نہ کہ صرف برائیوں کو اس لئے زید کو چاہئے کہ اپنی بیوی سے محبت کرے اور حسن سلوک سے پیش آئے جب کہ وہ خود زید سے محبت کرتی ہے تو اس کو طلاق دینا مناسب نہیں سرکار اعلی حضرت رضی اللہ عنہ سے سوال کیا گیا کہ بیوی سخت کلامی کرتی ہے اور زید کو اور اس کی والدہ کو تنگ کرتی ہے، اور بے حرمتی کی باتیں کرتی ہے اور زید اس کی نافرمانی کی وجہ سے اپنی زوجہ کو طلاق شرعی دینا چاہتا ہے، تو ایسی نافرمان عورت کو طلاق دینا جائز ہے یا نہیں؟ تو آپ رضی اللہ عنہ جواب میں ارشاد فرماتے ہیں کہ حدیث صحیح میں ارشاد ہوا کہ عورت ٹیڑھی پسلی سے بنائی گئی ہے ٹیڑھی ہی چلے گی اور اگر تو اس سے فائدہ لینا چاہے تو اسی حال پر اس سے نفع اٹھا اور سیدھی کرنا چاہے تو ٹوٹ جائے گی اور اس کا توڑنا اُسے طلاق دینا ہے۔ (صحیح مسلم کتاب الرضاع الوصایۃ بالنساء قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۴۷۵)

دوسری حدیث میں ارشاد ہوا کہ مسلمان عورت سے اچھا برتاؤ رکھو اگر تمہیں اس کی ایک عادت ناپسند ہوئی تو دوسری (پسند) ہوگی۔ (ایضاً صحیح مسلم کتاب الرضاع الوصایۃ بالنساء قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۴۷۵)

اور اللہ عزوجل فرماتا ہے: "فَعَسٰی اَنْ تَكْرَهُوْا شَیْـًٔا وَّ یَجْعَلَ اللّٰهُ فِیْهِ خَیْرًا كَثِیْرًا" اور قریب ہے کہ تم ایک بات کو مکروہ جانو گے اور اللہ عزوجل اس میں بہت بھلائی رکھے گا۔

(سورہ نساء ۱۹)

اور اگر عورت کو طلاق دے کر پھر کبھی نکاح نہ چاہے تو خیر، ورنہ کیا معلوم کہ دوسری اس سے بھی بُری ملے، اس لئے حتی الامکان عورت کے ساتھ نیک برتاؤ اور اس کی دلجوئی اور اُسے خوش کرکے اپنی اطاعت پر لانا اور اس کی کج خلقی پر صبر کرنا چاہئے، اور اصلاح ناممکن ہو تو طلاق دے سکتا ہے، مگر ایک طلاق رجعی سے زیادہ دینا گناہ ہے۔ (فتاوی رضویہ جلد ۱۲/ص ۳۲۸/دعوت اسلامی) واللہ تعالی اعلم بالصواب

کتبہ

فقیر تاج محمد حنفی قادری واحدی

(طلاق کا اقرار کیا جبکہ طلاق نہ دیا تھا تو کیا حکم ہے؟)

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مسئلہ:۔کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی بیوی کو تین بار کہا طلاق دے دیں گے (اس بات کا میاں بیوی دونوں اقرار کرتے ہیں) اور زید اس جملہ سے یہ سمجھا کہ طلاق ہوگئی جس کی وجہ سے بکر، عمر، فہد، ہندہ سے بولا کہ میں اپنی بیوی کو تین طلاق دے دیا ہے، مزید یہ بھی کہا کہ ناک کا کھٹلا اور چوڑی نکال لو۔ نیز اگر زید بیوی سے کہے طلاق دے دیں گے لیکن اپنے امام اور اپنے بھائی سے کہے ہم نے اپنی بیوی کو تین طلاق دے دیا ہے۔ نیز اپنی ماں سے بھی کہا کہ طلاق دے دیئے ہیں۔حضور والا کی بارگاہ میں عریضہ ہے کہ ہر پہلو پر غور فرماتے ہوئے قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔ **المستفتی:۔قاری صدر عالم، ہند**

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوہاب

برتقدیر صدقِ مستفتی زید نے جب بھائی وغیرہ کے سامنے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دینے کا اقرار کیا اگرچہ بوجہِ جہالت غیر طلاق کو طلاق گمان کرتے ہوئے، تو اس کی زوجہ پر اسی وقت طلاقِ مغلظہ واقع ہوگئی۔

چنانچہ علامہ سید احمد بن محمد حموی حنفی متوفی ۱۰۹۸ھ لکھتے ہیں: ولو اقر بطلاق زوجته ظانًا الوقوع بإفتاء المفتي، فتبين عدمه لم يقع أي ديانةً. أما قضاءً: فيقع كما في "القنية" لإقراره به" یعنی، اگر کوئی شخص مفتی کے فتویٰ دینے کے سبب وقوعِ طلاق گمان کرتے ہوئے اپنی زوجہ کو طلاق دینے کا اقرار کرے پھر طلاق نہ ہونا ظاہر ہو تو دیانۃً طلاق واقع نہ ہوگی

لیکن قضاءً واقع ہو جائے گی جیسا کہ" قنیہ" میں ہے کیونکہ یہ اقرار طلاق ہے ۔(غمز عیون البصائر، النوع الثانی من القواعد، القاعدۃ السابعۃ عشر: لا عبرۃ بالظن البین خطاہ، المسائل المستثناۃ من ھذہ القاعدۃ، ۱/۴۰۰)

اور صدر الشریعہ محمد امجد علی اعظمی حنفی متوفی ۱۳۶۷ھ الفتاوی الخیریۃ کے حوالے سے لکھتے ہیں: عورت کو طلاق نہیں دی ہے مگر لوگوں سے کہتا ہے میں طلاق دے آیا تو قضاءً ہو جائے گی اور دیانۃً نہیں اور اگر ایک طلاق دی ہے اور لوگوں سے کہتا ہے تین دی ہیں تو دیانۃً ایک ہو گی قضاءً تین، اگرچہ کہے کہ میں نے جھوٹ کہا تھا ۔(بہار شریعت، طلاق کا بیان، صریح کا بیان، حصہ ہشتم ۲/۱۱۹) واللہ تعالیٰ أعلم بالصواب

کتبہ

محمد اُسامہ قادری

(فون پر طلاق واقع ہوگی یا نہیں؟)

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مسئلہ:۔کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ فون پر طلاق واقع ہوگی یا نہیں؟ اور کیا طلاق کے لئے گواہ کی ضرورت پڑتی ہے؟ مہربانی ہوگی

المستفتی:۔ عاصی شمیم

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوہاب

جس طرح نکاح صحیح ہونے کے لئے عورت کا سامنے ہونا ضروری نہیں اسی طرح طلاق واقع ہونے کے لئے بھی عورت کا سامنے ہونا ضروری نہیں عورت جہاں کہیں رہے طلاق واقع ہو جائے گی چاہے خط وکتابت کے ذریعہ طلاق دی جائے یا موبائل میسیج یا موبائل کال کے ذریعہ بہرصورت طلاق واقع ہو جائے گی۔ہاں جس طرح خط اور میسیج کے ذریعہ طلاق دینے میں شوہر کا اقرار یا دو گواہوں کے شہادت کی ضرورت ہے اسی طرح بذریعہ موبائل کال طلاق دینے میں بھی شوہر کا اقرار یا دو گواہوں کی شہادت ضروری ہے "لان الخط یشبہ الخط والنغمہ تشبہ النغمہ" ایک خط دوسرے خط کے مشابہ ایک آواز دوسرے آواز کے مشابہ ہوتا ہے اس لئے موبائل پر طلاق کی صحت کے لئے شوہر کا اقرار یا دو گواہوں کی شہادت ضروری ہے۔تفصیل کے لئے فتاوی رضویہ جلد نمبر ۵/ بہار شریعت حصہ ۸/ مطالعہ کریں۔واللہ اعلم بالصواب

کتبہ

محمد وسیم فیضی رضوی

(فون پر دو طلاق دیا تو کون سی طلاق واقع ہوئی؟)

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مسئلہ:۔کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنے گھر فون کیا اور اس نے گھر کے کسی فرد سے بات کرتے ہوئے اپنی بیوی کو دو طلاق دیا اب وہ اپنی بیوی کو رکھنا چاہتا ہے کون سی طلاق واقع ہوگی اور بیوی کو رکھنے کا راستہ کیا ہے؟ مدلل جواب عنایت فرمائیں نوازش ہوگی

المستفتی:۔ حکیم اللہ فیضی بستوی

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوہاب

اگر زید نے اپنی بیوی کو دو طلاق دی تو دو طلاق رجعی ہوگی یعنی عدت کے اندر اگر زید اپنی بیوی سے رجعت کرلی یا اس سے میاں بیوی جیسا برتاؤ کرلے تو وہ حسب سابق اس کی بیوی رہیگی نکاح کی حاجت نہیں۔جیسا کہ قرآن کریم میں ہے: اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ فَاِمْسَاكٌۢ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ تَسْرِيْحٌۢ بِاِحْسَانٍ" طلاق دو بار تک ہے پھر بھلائی کے ساتھ روک لینا ہے یا نکوئی کے ساتھ چھوڑ دینا ہے۔

(کنزالایمان، سورہ بقرہ ۲۲۹)

اور اگر عدت گزر گئی تو عورت کی مرضی سے نئے مہر کے ساتھ دوبارہ نکاح کرے حلالہ کی ضرورت نہیں۔واللہ اعلم بالصواب

کتبہ

محمد وسیم فیضی رضوی

(طلاق نہ دینے والا کیا حقوق العبد میں گرفتار ہوگا؟)

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مسئلہ:۔کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ اگر کوئی بندہ طلاق نہ دے تو کیا وہ حق اللہ یا حق العباد میں گرفتار ہوگا؟ بینوا توجروا **المستفتی:۔** عبدالقادر پاکستان

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوہاب

اسی طرح کے ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے سرکار اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ تحریر فرماتے ہیں ”طلاق کسی کا حق نہیں، حق ہے وہ جس کا مطالبہ پہنچے، اور طلاق کا مطالبہ عورت کو نہیں پہنچتا، بلکہ بلا وجہ شرعی مطالبہ کرے تو گنہگار ہوگی اور اللہ عزوجل بھی طلاق طلب نہیں فرماتا بلکہ اسے ناپسند ومبغوض رکھتا ہے، تو نہ وُہ حق اللہ ہے نہ حق العبد، ہاں جب مرد عورت کو وجہ شرعی نہ رکھ سکے مثلاً نامرد ہو تو اس وقت شرعاً اس پر طلاق دینی لازم ہوجاتی ہے قال اللہ تعالیٰ :فَاَمۡسِكُوۡهُنَّ بِمَعۡرُوۡفٍ اَوۡ سَرِّحُوۡهُنَّ بِمَعۡرُوۡفٍ " توان کو بھلائی کے ساتھ روک لو یا نکوئی کے ساتھ چھوڑ دو۔(سورہ بقرہ ۲۳۱)

ایسی حالت میں ضرور وُہ حق العبد وحق اللہ دونوں ہوجائے گی، حق العبد تو یوں کہ عورت کی خلاصی اسی سے متصور، اور حق اللہ یوں کہ ہر حق العبد حق اللہ بھی ہے جس کے ادا کا وہ حکم فرماتا ہے۔(فتاوی رضویہ جلد ۱۲ص ۳۲۴، ۳۲۵)واللہ تعالی اعلم بالصواب

کتبہ

فقیر تاج محمد حنفی قادری واحدی

(اگر بیوی تنگ کرے تو اسے طلاق دے سکتے ہیں؟)

مسئلہ:۔مولانا تاج محمد واحدی صاحب قبلہ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ بعد سلام عرض ہے کہ میں اپنی بیوی کے معاملات کو لیکر الجھا ہوا ہوں وہ مجھے پریشان کرتی ہے نیز والدین سے و بہنوں سے ملنے نہیں دیتی کیا ایسی صورت میں بیوی کو طلاق دے سکتا ہوں؟ اور اگر میں اپنی بیوی کو طلاق دے دوں تو میرے اوپر کون سا کفارہ لازم آئے گا؟ تشفی بخش جواب عنایت فرمائیں میں آپ کے فتوؤں سے کافی مطمئن ہوتا ہوں مجھے امید ہے کہ آپ رہنمائی کریں گے یا پھر کوئی وظیفہ بتا دیں تا کہ میری پریشانی دور ہو جائے ۔بینوا تو جروا **المستفتی:۔** ابوبکر قادری نیپال

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوہاب

ٹھیک اسی طرح سرکار اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ سے سوال کیا گیا تو آپ نے جواباً تحریر فرمایا کہ ’’حدیث صحیح میں ارشاد ہوا کہ عورت ٹیڑھی پسلی سے بنائی گئی ہے ٹیڑھی ہی چلے گی اور اگر تو اس سے فائدہ لینا چاہے تو اسی حال پر اس سے نفع اٹھا اور سیدھی کرنا چاہے تو ٹوٹ جائے گی اور اس کا توڑنا اُسے طلاق دینا ہے ۔(صحیح مسلم کتاب الرضاع الوصایۃ بالنساء قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۴۷۵)

دوسری حدیث میں ارشاد ہوا کہ مسلمان عورت سے اچھا برتاؤ رکھو اگر تمہیں اس کی ایک عادت ناپسند ہُوئی تو دوسری (پسند) ہوگی ۔(صحیح مسلم کتاب الرضاع الوصایۃ بالنساء قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۴۷۵)

اور اللہ عزوجل فرماتا ہے:’’فَعَسٰۤى اَنْ تَكْرَهُوْا شَیْــٴًـا وَّ یَجْعَلَ اللّٰهُ فِیْهِ خَیْرًا كَثِیْرًا‘‘ تو قریب ہے کہ کوئی چیز تمہیں ناپسند ہو اور اللہ اس میں بہت بھلائی رکھے گا۔(سورہ نساء ۱۹)

اور اگر عورت کو طلاق دے کر پھر کبھی نکاح نہ چاہے تو خیر، ورنہ کیا معلوم کہ دوسری اس سے بھی

بُری ملے، اس لئے حتی الامکان عورت کے ساتھ نیک برتاؤ اور اس کی دلجوئی اور اُسے خوش کر کے اپنی اطاعت پر لانا اور اس کی کج خلقی پر صبر کرنا چاہئے، اور اصلاح ناممکن ہو تو طلاق دے سکتا ہے، مگر ایک طلاق رجعی سے زیادہ دینا گناہ ہے، فقط ایک بار اس سے کہے کہ میں نے تجھے طلاق دی، پھر اگر عدّت کے اندر یعنی حاملہ کے بچّہ پیدا ہونے سے پہلے دل میں اُسے رکھنے کی آئی تو زبان سے کہہ لے میں نے تجھے اپنے نکاح میں پھیر لیا، وہ بدستور اس کے نکاح میں رہے گی ورنہ اس سے الگ رہے، یہاں تک کہ بچّہ پیدا ہو جائے اس وقت وہ نکاح سے نکل جائے گی، (فتاوی رضویہ جلد ۱۲ / ص ۳۲۸ / دعوت اسلامی)

چونکہ سرکار اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ سے حاملہ کے متعلق سوال ہوا تھا اس لئے فرمایا کہ ’’بچہ پیدا ہونے سے پہلے دل میں اُسے رکھنے کی آئی تو زبان سے کہہ لے میں نے تجھے اپنے نکاح میں پھیر لیا، وہ بدستور اس کے نکاح میں رہے گی‘‘ مگر آپ کی اہلیہ غیر حاملہ ہے اس لئے بچہ پیدا ہونے کا کوئی سوال ہی نہیں پیدا ہوتا بلکہ ایک رجعی طلاق دینے کے بعد تین حیض آنے سے پہلے پہلے رجعت کر سکتے ہیں۔

(۲) ویسے طلاق کی نوبت نہ آنے دیں بلکہ کسی طرح سمجھائیں پھر بھی اگر طلاق دینی پڑے تو دے سکتے ہیں آپ پر کوئی کفارہ نہ ہوگا اور نہ ہی آپ شرعاً گنہگار ہونگے۔

بہتر ہے کہ آپ اسے نرمی سے سمجھائیں اور اگر ہو سکے تو ایک باٹل پانی لے لیں وضو کر کے پہلے دو رکعت نماز نفل پڑھیں بعد نماز سرکار اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ کی بارگاہ میں استغاثہ پیش کریں مگر یاد رہے کہ نماز نفل مکروہ وقت میں نہ پڑھیں کہ منع ہے، پھر مع بسم اللہ سو بار سورہ فاتحہ پڑھ کر پانی پر دم کر دیں بعدہ وہ پانی سب گھر والوں کو پلا دیں ان شاء اللہ تعالیٰ اہل خانہ میں محبت ہو جائے گی۔ اور اگر پانی نہ پلا سکتے ہوں تو سو گرام لاہوری یا سانبھر نمک لے لیں اور بروز جمعہ ساعت مشتری یا ساعت زہرہ میں ایک ہزار بار ’’یَاوَدُوْدُ‘‘ کا ورد کریں اول و آخر تین بار درود شریف ضرور پڑھیں بعدہٗ نمک پر دم کر دیں پھر وہ نمک، نمک کے ڈبہ میں ڈال دیں تاکہ وہی نمک کھانے میں ڈالا جائے ان شاء اللہ تعا

لیٰ اہل خانہ میں محبت پیدا ہو جائے گی۔

بروز جمعرات طلوع آفتاب کے بعد ایک گھنٹہ ساعت مشتری رہتا ہے اور بروز جمعہ طلوع آفتاب کے بعد ایک گھنٹہ ساعت زہرہ رہتا ہے۔مگر یاد رہے یہ عمل ناجائز کام کے لئے کبھی ہرگز نہ کریں ورنہ کافی نقصان اٹھانا پڑے گا۔واللہ اعلم بالصواب

کتبہ

فقیر تاج محمد حنفی قادری واحدی

(بلا اضافت طلاق کا کیا حکم ہے؟)

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مسئلہ:۔کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ زید اپنی بیوی سے موبائل کے ذریعے بات کر رہا تھا بات تنازع میں تبدیل ہوگئی اور بیوی نے شوہر کی ماں کو گالی دی زید نے جب گالی سنی تو سخت ناراض ہوا اور غصے ہی کی حالت میں طلاق طلاق طلاق تین بار کہا نہ ہی اپنی بیوی کا نام لیا اور نہ ہی تجھ کو یا تم کو وغیرہ کہا جب زید سے پوچھا گیا کہ تم نے جب یہ تین مرتبہ کہا تو کیا ارادہ کیا تھا زید نے کہا میں نے اس سے کوئی ارادہ نہیں کیا تھا بس غصہ آیا کہہ دیا دلائل کی روشنی میں مسئلہ حل فرمائیں کہ طلاق ہوئی یا نہیں؟

المستفتی: ۔مولانا ارشاد احمد بہرائچ شریف

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب بعون الملک الوہاب

صورت مسئولہ میں اگر زید کی بیوی کی طرف سے فون پر طلاق کا مطالبہ رہا ہوگا تو یہاں بغیر نیت اور نسبت و اضافت کے بھی طلاق واقع ہو جائے گی،اور اگر زید کی بیوی کی طرف سے طلاق کا مطالبہ نہ رہا ہو تو طلاق واقع نہ ہوگی۔کیونکہ بغیر مطالبۂ طلاق و مذاکرۂ طلاق،طلاق واقع ہونے کے لئے اضافت یا نیت کا ہونا ضروری ہے۔صرف طلاق طلاق طلاق کہنے سے طلاق واقع نہ ہوگی،اور جب کہ زید خود کہہ رہا ہے کہ میں نے طلاق کی نیت بھی نہیں کی تھی اور نہ ہی اضافت کیا تھا تو طلاق واقع نہ ہوئی۔جیسا کہ بہار شریعت میں ہے:طلاق میں اضافت ضرور ہونی چاہئے بغیر اضافت طلاق واقع نہ ہوگی،خواہ حاضر کے صیغہ سے بیان کرے مثلاً تجھے طلاق ہے یا اشارہ کے ساتھ مثلاً اسے یا اسے یا نام لے کر کہے کہ فلانی کو طلاق ہے یا اس کے جسم و بدن یا روح کی طرف نسبت کرے یا اس کے کسی ایسے عضو کی طرف نسبت

کرے جو کل کے قائم مقام تصور کیا جاتا ہو مثلا گردن یا سر یا شرمگاہ۔ (بہار شریعت جلد دوم حصہ ہشتم صفحہ ۱۲۰، دعوت اسلامی)

اور اسی طرح کے ایک سوال کا جواب فتاویٰ مرکز تربیت افتاء میں ہے کہ: شخص مذکور کا قول طلاق طلاق اضافت سے خالی ہے یعنی لفظ طلاق کی نسبت اس کے بیوی کی طرف نہیں ہے اس صورت میں اس سے قسم لی جائے اگر وہ حلف کرے کہ ان الفاظ سے اپنی زوجہ مراد نہ تھی تو حکم ہوگا کہ اس کی بیوی پر طلاق واقع نہ ہوئی، پھر واقع میں نیت کی تھی اور جھوٹ قسم کھالی تو وبال اس پر ہے اور اگر اس کی نیت میں بھی بیوی کی طرف طلاق کی اضافت ہو تو حکم ہوگا کہ اس کی بیوی پر تینوں طلاقیں واقع ہوگئیں۔

فتاویٰ ہندیہ میں ہے: "فقال بسه طلاق ان قال عنیت امراتی یقع وان لم یقل شیئا لا یقع کذا فی الخلاصة" (فتاویٰ ہندیہ جلد اول صفحہ ۳۸۲ / ماخوذ از: فتاویٰ مرکز تربیت افتاء جلد اول صفحہ ۵۹۰)

مذکورہ بالا حوالوں سے معلوم ہوا کہ بغیر اضافت کے طلاق واقع نہیں ہوگی جبکہ بیوی کی جانب سے مطالبۂ طلاق نہ رہا ہو۔

زید کی بیوی کو چاہئے کہ شوہر سے معافی مانگے اور اس کی ماں کو گالی دینے کے گناہ سے توبہ و استغفار کرے! نیز آئندہ گالی نہ بکنے کا عہد کرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہ

غلام محمد صدیقی فیضی ارشدی

(اگر لڑکی خود طلاق لینا چاہے تو کیا حکم ہے؟)

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مسئلہ:۔کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ اگر لڑکی خود طلاق لینا چاہے تو کیا حکم ہے؟

المستفتی:۔عاطف رضا گورکھپوری

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوہاب

اگر عورت خود طلاق لینا چاہتی ہے تو لے سکتی ہے خلع کے ذریعے مال کے بدلے نکاح زائل کرنے کو خلع کہتے ہیں صحیح بخاری ومسلم میں حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی کہ ثابت بن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زوجہ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ثابت بن قیس کے اخلاق ودین سے نسبت مجھے کچھ کلام نہیں (یعنی ان کے اخلاق بھی اچھے ہیں اور دیندار بھی ہیں) مگر اسلام میں کفران نعمت کو میں پسند نہیں کرتی (یعنی بوجہ خوبصورت نہ ہونے کے میری طبیعت ان کی طرف مائل نہیں) ارشاد فرمایا اس کا باغ (جو مہر میں تجھکو دیا ہے) تو واپس کر دیگی؟ عرض کی ہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ثابت بن قیس سے فرمایا باغ لے لو طلاق دے دو (بہار شریعت)

اگر زوج وزوجہ میں نا اتفاقی رہتی ہو اور یہ اندیشہ ہو کہ احکام شرعیہ کی پابندی نہ کر سکیں گے تو خلع میں مضائقہ نہیں اور جب خلع کر لیں تو طلاق بائن واقع ہو جائے گی اور جو مال ٹھہرا ہے عورت پر اس کا دینا لازم ہے (بہار شریعت حصہ ہشتم) واللہ اعلم بالصواب

کتبہ

محمد ابراہیم خاں امجدی

(حالت حمل میں طلاق دینا کیسا؟)

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مسئلہ:۔کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ عورت کے پیٹ میں بچہ ہے اور شوہر نے اسکو تین طلاق ایک ہی بار میں دیدی اب شریعت کا کیا حکم ہے قرآن وحدیث کے مطابق تفصیلی جواب عنایت فرمائیں؟ **المستفتی:**۔محمد ذکی اکرم نوری نعیمی راجستھان

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوہاب

حالت حمل میں اگر طلاق دی گئی تو طلاق واقع ہو جائے گی جیسا کہ حضور اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان فاضل بریلوی علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں کہ حمل میں طلاق نہ دی جائے اگر دے گا ہو جائے گی عدت وضع حمل ہے۔(احکام شریعت جلد دوم صفحہ نمبر۔۱۸۵)واللہ اعلم بالصواب

کتبہ

محمد الطاف حسین قادری عفی عنہ

(فون کے ذریعے کب طلاق ہوسکتی ہے اور کب نہیں؟)

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مسئلہ:۔کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ زید نے بکر سے فون پر دھمکی کے طور پر یہ کہا کہ تم اپنی بہن ہندہ سے کہہ دینا کہ وہ ہمارے گھر آجائے ورنہ میں اس کو طلاق دے دونگا بکر نے جب یہ بات اپنے گھر والوں سے کہی تو لوگوں میں یہ شوروغل ہوگیا کہ زید نے اپنی بیوی ہندہ کو طلاق دے دی ہے،اسی شوروغل کو سننے کے بعد زید کے پاس سمیر نام کے ایک شخص کا فون آتا ہے اور وہ زید سے یہ کہتا ہے کہ ہم نے یہ سنا ہے کہ آپ نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی ہے تو زید نے سمیر سے یہ کہہ دیا ہاں میں نے اسکو طلاق مغلظہ دے دی ہے جب کہ زید نے بکر سے صرف اتنا کہا تھا کے طلاق دے دونگا اور یہاں سمیر سے یہ کہہ دیا کے ہاں میں نے طلاق مغلظہ دی ہے اور اس بات کو ریکاڈ بھی کرلیا گیا ہے۔پھر اسکے بعد زید انکار بھی کررہا ہے اور کہہ رہا ہے کہ اگر مجھے طلاق دینا ہوتی تو میں اسکا نام لیکر طلاق دیتا تو کیا طلاق واقع ہوئی ہے یا نہیں؟ اگر ہوئی ہے تو کونسی طلاق واقع ہوئی؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب ارسال فرمائیں۔ **المستفتی**:۔عبدالرؤف بریلی شریف

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوہاب

زید نے اپنی بیوی کے بھائی بکر سے بذریعہ فون کہا کہ میں تمہاری بہن کو طلاق دے دوں گا تو اس صورت میں طلاق واقع نہیں ہوگی کیوں کہ یہ وعدہ طلاق ہے اور وعدہ طلاق سے طلاق واقع نہیں ہوتی۔فتاوی ہندیہ ج ۱ ص ۳۸۴ پر ہے (سئل نجم الدین عن رجل قال لامراته اذهبی الیٰ بیت امك فقالت طلاق ده تابروم فقال توبرومن طلاق دمادم

فرستم قال لاتطلق لانہ وعد کذافی الخلاصۃ)(بحوالہ فتاویٰ مرکز تربیت افتاء ج ۱ ص ۵۸۷)

دوسری بار زید نے بذریعہ فون سمیر سے کہا کہ میں نے اپنی بیوی کو طلاق مغلظہ دے دی ہے اس صورت میں بھی طلاق واقع نہیں ہوگی کیوں کہ زید انکار کر رہا ہے اگرچہ سمیر نے زید کی کال ریکارڈنگ کرلی ہو کیوں کہ بذریعہ موبائل طلاق دینے میں شوہر کا اقرار یا دو گواہوں کی شہادت ضروری ہے ،،لان الخط یشبہ الخط والنغمۃ تشبہ النغمۃ،، ایک خط دوسرے خط کے اور ایک آواز دوسرے آواز کے مشابہ ہوتی ہے ہاں اگر زید اقرار کرلے یا دو گواہ کی شہادت ہو جائے تو طلاق واقع ہو جائے گی۔

فتاویٰ رضویہ میں ہے اگر سلیمان نے بذریعہ تحریر طلاق بھیجی ہے تو سلیمان اقرار کرلے یا دو گواہ شہادت دے دیں تو صغریٰ پر طلاق واقع ہو جائے گی۔(موبائل فون کے ضروری مسائل صفحہ ۱۳۰)

انتباہ:۔جیسا کہ سوال سے ظاہر ہے کہ زید نے بذریعہ فون کہا کہ میں نے اپنی بیوی کو طلاق مغلظہ دی مگر زید انکار کر رہا ہے تو ایسی صورت میں طلاق واقع نہ ہوگی لیکن اگر حقیقت میں طلاق دیا ہے تو زید گنہگار وعذاب الٰہی کا مستحق ہوگا لہٰذا زید سے قرآن لی جائے کہ اس نے سمیر سے اس طرح اکے الفاظ کہا ہے یا نہیں۔واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہ

عبیداللہ رضوی بریلوی

(کیا مرنے کے بعد طلاق واقع ہو جاتی ہے؟)

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مسئلہ:۔کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ میّت کا بیٹا اور شوہر دونوں موجود ہوں تو ولی کون بنیگا؟ اور کیا بیوی کے مرنے کے بعد طلاق بائن واقع ہو جاتی ہے؟ تو کیا اب شوہر کو حق ولایت حاصل نہیں؟ وضاحت فرمادیں کرم ہوگا **المستفتی:۔**حافظ مبارک حسین فتحپوری یوپی

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب بعون الملک الوھاب

عورت کے انتقال کے بعد اس کا بیٹا ہی ولی ہوگا شوہر ولی نہیں ہوگا۔کیونکہ انتقال کے بعد عورت اپنے شوہر کے لئے اجنبیہ ہو جاتی ہے۔اور رشتہ منقطع ہو جاتا ہے۔اسی لیے شوہر کو چھونے کی اجازت نہیں۔اور بیٹے کو ہمیشہ اپنی ماں کی حق ولایت حاصل ہے۔مگر باپ پر پیش قدمی مکروہ ہے۔فقیہ اعظم حضور صدر الشریعہ بدر الطریقہ علامہ مفتی محمد امجد علی اعظمی علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں،،عورت مرگئی شوہر اور جوان بیٹا چھوڑا تو ولایت بیٹے کو ہے شوہر کو نہیں،البتہ اگر یہ لڑکا اُسی شوہر سے ہے تو باپ پر پیش قدمی مکروہ ہے،اسے چاہئے کہ باپ سے پڑھوائے اور اگر دوسرے شوہر سے ہے تو سوتیلے باپ پر تقدم کرسکتا ہے کوئی حرج نہیں اور بیٹا بالغ نہ ہو تو عورت کے جو اور ولی ہوں اُن کا حق ہے شوہر کا نہیں۔(بہار شریعت جلد اول حصہ چہارم صفحہ ۸۴۲:المکتبۃ المدینہ دعوت اسلامی۔

وھو سبحانہ تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہ

العبد ابوالفیضان محمد عتیق اللہ صدیقی فیضی یارعلوی ارشدی عفی عنہ

(والدین کے کہنے پر بیوی کو طلاق دینا کیسا ہے؟)

اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ

مسئلہ:۔کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ اگر عورت کی کوئی غلطی یا خلاف شرع بات اس میں نہ ہو تو کیا ماں یا باپ کے کہنے پر عورت کو طلاق دے دینی چاہیئے یا نہیں؟ مدلل جواب عنایت فرمائیں؟ بینوا توجروا۔ **المستفتی:۔محمود احمد قادری**

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب بعون الملک الوہاب

نبی کریم رؤف الرحیم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "وان امرك ان تخرج من اهلك ومالك فاخرج" اور اگر والدین بیوی اور مال سے علیحدگی کا حکم کریں تو ایسا ہی کرو کیونکہ جائز افعال میں والدین کی فرماں برداری واجب ہے۔اور والدین کے حکم پر طلاق نہ دینا کہ والدین کی ناراضگی کا سبب بنے تو بیٹے پر واجب ہے کہ طلاق دے دے اگر چہ بیوی کا کچھ قصور نہ ہو لیکن یہاں وجہ شرعی موجود ہے کہ والدین کی حکم عدولی حرام ہے۔

لہٰذا والدین کے حکم پر بیوی کو طلاق دینے پر شوہر معتوب نہ ہوگا۔جیسا کہ درمختار میں ہے: جب تک کوئی شرعی وجہ نہ ہو طلاق دینا ممنوع ہے۔(الدرمختار کتاب الطلاق ج ۴ ص ۴۱۴ / ۴۱۸)

اور ایسا ہی سرکار اعلیٰ حضرت عظیم البرکت رضی اللہ عنہ فتاوی رضویہ میں ارشاد فرماتے ہیں: کہ بعض صورتوں میں زوج پر زوجہ کو طلاق دینا واجب ہو جاتا ہے۔جیسے زوج کے والدین طلاق کا حکم کریں اور زوجہ کو طلاق نہ دینے میں والدین کی ناراضگی کا باعث ہو تو واجب ہے کہ طلاق دے دے۔

(فتاوی رضویہ ج دوازدہم ص ۳۳۴)

طلاق دینے کے وجوب پر مزید جزئیات، بہار شریعت جلد دوم حصہ ہشتم میں تلاش کریں۔

واللہ اعلم بالصواب

کتبہ

محمد جواد القادری واحدی

(شراب کے نشے میں طلاق ہوگی یا نہیں؟)

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مسئلہ:۔کیافرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ ایک شرابی نے نشے کی حالت میں اپنی بیوی کو طلاق پانچ یا چھ مرتبہ دیا تو کیا طلاق ہوگئی؟ جبکہ بیوی اس طلاق کو نہیں مانتی اور اگر طلاق ہوگئی تو اب بیوی کے لئے کیا حکم ہے؟ جواب عنایت فرمائیں حوالہ کے ساتھ بہت مہربانی ہوگی۔

المستفتی:۔نصیر الدین مبارک پور ٹانڈہ یوپی

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب بعون الملک الوہاب

طلاق مغلظہ واقع ہوگئی اس کی بیوی اس پر حرام ہوگئی اب بغیر حلالہ کے کوئی چارہ نہیں جیسا کہ سرکار فقیہ ملت علامہ جلال الدین علیہ الرحمہ فرماتے ہیں اگر شوہر نشے کی حالت میں بیوی کو طلاق دے تو طلاق پڑ جائیگی۔(فتاوی عالمگیری جلد اول صفحہ ۳۳۱)

”طلاق السکران واقع اذا سکر من الخمر او النبیذ ھو مذھب اصحابنا رحمھم اللہ تعالیٰ کذا فی المحیط“یعنی اگر کسی نے شراب یا نبیذ کے نشہ کی حالت میں طلاق دی تو ہمارے ائمہ کرام کے نزدیک طلاق پڑ جائے گی ایسا ہی محیط میں ہے۔(فتاوی فقیہ ملت جلد دوم)

بیوی کا تسلیم نہ کرنا قابل قبول نہ ہوگا یعنی تسلیم نہ کرے جب بھی شوہر پر لازم ہے کہ اس سے دور رہے اور اگر ایسا نہ کرے تو سارے مسلمان زید کا اور اسکی بیوی کا سماجی بائیکاٹ کریں۔واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ

محمد افسر رضا حشمتی سعدی عفی عنہ

(اگر شوہر پاگل ہوجائے تو طلاق کیسے واقع ہوگی؟)

اَلسَّلامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہُ

مسئلہ:۔کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ اگر کسی عورت کا شوہر پاگل ہوگیا ہو تو اس کی طلاق کس طرح واقع ہوگی کہ عورت دوسرا نکاح کرے رہنمائی فرمائیں؟

المستفتی:۔محمد سمیر رضا تحسینی اورنگ آباد مہاراشٹر

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب بعون الملک الوہاب

اگر شوہر پاگل ہوگیا ہے تو بھی طلاق واقع نہیں ہوگی ۔حضور فقیہ ملت علیہ الرحمہ ایسے ہی ایک سوال کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں شوہر پاگل ہوگیا اور عورت دوسرا نکاح کرنا چاہتی ہے تو وہ قاضی شرع کے پاس دعوٰی دائر کرے کہ اس کا شوہر پاگل ہوگیا۔جب قاضی کو ثابت ہوجائے کہ وہ پاگل ہے تو وہ اسے سال بھر کامل کی مہلت دے۔اگر اس مدت میں وہ ٹھیک ہوگیا تو فبہا اور اگر ٹھیک نہ ہوا تو عورت پھر دعوٰی دائر کرے اور قاضی شرع کو یہ ثابت ہوجائے کہ اس کا شوہر اب بھی پاگل ہی ہے تو عورت کو اختیار دے چاہے تو اپنے نفس کو اختیار کرے یا شوہر کو۔اگر اس نے اسی مجلس میں اپنے نفس کو اختیار کرلیا تو اب قاضی تفریق کر دے اس کے بعد عورت ایام عدت پورے کرکے جس سے نکاح جائز ہو کرلے۔ایسا ہی فتاوی رضویہ جلد پنجم صفحہ ۶۹۰ ؍ پر ہے۔

مذکورہ صورت اس وقت ہے جب قاضی شرع کو جنون ثابت ہو اور اس کا مطبق ہونا ثابت نہ ہو اور اگر قاضی شرع کو یہ ثابت ہوجائے کہ یقیناً یہ شخص مدت دراز سے مجنون ہے اور اس کا مطبق ہے تو ایک سال کی مدت نہ دے گا فوراً عورت کو اختیار دے گا کہ شوہر کو اختیار کرے یا نفس کو۔

فتاویٰ عالمگیری مع خانیہ جلد اول صفحہ/ ۵۲۶ رہے.اذا كان بالزوج جنون او برص اوجذام خيار الها كذا فى الكافى قال محمد رحمه الله تعالى ان كان الجنون حادثا يؤجله سنة كالعنة ثم يخير المرأة بعده الحول اذالم يبرأو ان كان مطبقا فهوا كالواجب وبه ناخذ كذا فى الحاوى القدسى.اھ۔جہاں حاکم شرع نہ ہو وہاں سنی صحیح العقیدہ مرجع فتوی اعلم علمائے بلد ایسے امور میں حاکم شرع ہے۔(ماخوذ از فتاوی فقیہ ملت جلد دوم صفحہ ۶۱/ ۶۲)واللہ اعلم بالصواب

کتبہ

محمد الطاف حسین قادری عفی عنہ

(بیوی کو کہا میکے گئی تو طلاق تو کیا حکم ہے؟)

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مسئلہ:۔کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے اپنی بیوی سے کہا اگر تو میکے جائے گی تو تجھے طلاق یہ بات اس نے دو ماہ قبل کہی تھی اب وہ میکے جارہی ہے تو اس صورت میں اسے طلاق ہو جائے گی

المستفتی:۔ عبداللہ قادری

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوہاب

طلاق معلق کرنے کی صورت میں طلاق اس وقت واقع ہوگی جب شرط پائی جائے۔ ہدایہ میں ہے"واذااضافه الی شرط وقع عقیب الشرط مثل ان یقول لامرأته ان دخلت الدار فانت طالق وهذا بالاتفاق(الهدایة،کتاب الطلاق جلد دوم صفحه ۳۸۵)

فتاویٰ عالمگیری میں ہے"واذااضافه الی الشرط وقع عقیب الشرط اتفاقاً "(کتاب الطلاق جلد اول صفحه ۴۲۰ ماخوذ فتاوی علیمیہ جلد دوم صفحہ ۱۴۴)

صورت مستفسرہ میں عورت جب میکے جائے گی طلاق واقع ہو جائے گی پھر اگر عورت اسی شوہر کی مدخولہ ہے تو ایک طلاق رجعی واقع ہوگی۔اور اگر مدخولہ نہیں ہے تو ایک طلاق بائن۔

(فتاوی فیض الرسول جلد دوم صفحہ ۲۶۷)واللہ اعلم بالصواب

کتبہ

محمد ابراہیم خاں امجدی

(رخصتی سے پہلے طلاق دیا تو کیا رجعت کرسکتا ہے؟)

اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہُ

مسئلہ:۔کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ زید اور ہندہ کا نکاح ہوا مگر رخصتی نہیں ہوئی کہ زید نے دو طلاق دے دیا اب رجوع کرنا چاہتا ہے تو رجعت کیسے ہوگی؟

المستفتی:۔عبدالجبار خان عطاری عرب شریف

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب بعون الملک الوہاب

ہندہ زید کے نکاح سے نکل گئی اب زید کو چاہئے کہ دوبارہ نکاح کرے نئے مہر کے ساتھ کیونکہ غیر مدخولہ چاہے ایک طلاق دی ہو یا دو طلاق دی ہو وہ طلاق بائنہ ہی ہوگی اور طلاق بائنہ دوبارہ نکاح کرنا ہوگا نئے مہر کے ساتھ حلالہ کی ضرورت نہیں۔(ھکذا فتاوی فیض الرسول جلد دوم کتاب الطلاق و بہار شریعت جلد دوم حصہ ہشتم) واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہ

محمد افسر رضا سعدی عفی عنہ

(ایک بار کہا تجھے طلاق دی تو کیا حکم ہے؟)

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مسئلہ:۔کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی بیوی سے کہا میں نے تجھے طلاق دی ایک بار تو شریعت کا کیا حکم ہے طلاق کتنی واقع ہوئی؟ مدلل جواب عنایت فرمائیں

المستفتی:۔غلام محمد رضوی مراد آبادی

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب بعون الملک الوہاب

اگر واقعی زید نے اپنی بیوی کو صریح لفظ سے ایک بار طلاق دی ہے، تو اس کی زوجہ پر ایک طلاق رجعی واقع ہوگئی اب اگر رکھنا چاہے تو عدت کے اندر اس عورت سے رجوع کرسکتا ہے بشرطیکہ اس سے پہلے کبھی اسے دو طلاقیں نہ دی ہوں، مثلاً زبان سے کہہ دے کہ میں نے اپنی بیوی کو اپنے نکاح میں واپس لیا یا بوس وکنار کرلے چنانچہ قرآن کریم میں ہے "اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ فَاِمْسَاكٌۢ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ تَسْرِيْحٌۢ بِاِحْسَانٍ" یہ طلاق دو بار تک ہے پھر بھلائی کے ساتھ روک لینا ہے یا نکوئی (اچھے سلوک) کے ساتھ چھوڑ دینا ہے۔(کنز الایمان، البقرۃ ۲/۲۲۹)

اور اگر عدت گزر چکی ہے تو عورت کی مرضی سے نئے مہر کے ساتھ دوبارہ نکاح کرسکتا ہے حلالہ کی ضرورت نہیں، لیکن آئندہ جب بھی اسے دو طلاق دی تو اس عورت پر طلاق مغلظہ واقع ہوجائے گی۔واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہ

محمد اسامہ قادری

(دو بار کہا میں نے تجھے طلاق دی تو کیا حکم ہے؟)

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مسئلہ:۔کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے اپنی بیوی سے کہا کہ میں نے تجھے طلاق دی میں نے تجھے طلاق دی، دو مرتبہ یہ جملہ کہا پھر ایک مرتبہ کہا کہ میں تجھے اب لینے نہیں آؤں گا،تو کیا اس سے تین طلاق پڑگئی یا کچھ گنجائش ہے؟ **المستفتی:**۔عبید رضا ساکن باندرہ ممبئی

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب بعون الملک الوہاب

صریح الفاظ سے دو بار طلاق دی ہے،لہٰذا اس کی زوجہ پر دو طلاق رجعی واقع ہوگئی، چنانچہ قرآن کریم میں ہے:اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ فَاِمۡسَاكٌۢ بِمَعۡرُوۡفٍ اَوۡ تَسۡرِيۡحٌۢ بِاِحۡسَانٍ" یہ طلاق دو بار تک ہے پھر بھلائی کے ساتھ روک لینا ہے یا نکوئی (اچھے سلوک) کے ساتھ چھوڑ دینا ہے۔(کنز الایمان،البقرہ۲۲۹/۲)

لہٰذا اب چاہے تو عدت کے اندر اس عورت سے رجوع کرسکتا بشرطیکہ اس سے پہلے کبھی اسے طلاق نہ دی ہو،مثلاً زبان سے کہہ دے کہ میں نے اپنی بیوی کو اپنے نکاح میں واپس لیا اور اگر عدت گزر چکی ہے تو عورت کی مرضی سے نئے مہر کے ساتھ دوبارہ نکاح کرسکتا ہے۔

اور تیسری بار جو اُس نے یہ کہا کہ میں تجھے اب لینے نہیں آؤں گا،اس سے تیسری طلاق واقع نہ ہوئی۔واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہ

محمد اسامہ قادری

(کیا عورتوں کی گواہی سے طلاق ہوگی؟)

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مسئلہ:۔کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ کیا عورتوں کی گواہی سے طلاق ثابت ہوتی ہے یا نہیں؟ مع حوالہ جواب عنایت فرمائیں **المستفتی:۔محمد گوہر علی**

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب بعون الملک الوہاب

عورتوں کی گواہی سے طلاق ثابت نہیں ہوگی اگر چہ کئی عورتیں ہوں ہاں اگر ایک مرد اور دو عورتیں گواہی دیں تو طلاق ثابت ہوجائیگی ورنہ نہیں جیسا کہ سرکار اعلیٰ حضرت عظیم البرکت فاضل بریلوی فرماتے ہیں ایک جواب کے تحت کہ ایک مرد ایک عورت کی گواہی سے طلاق ثابت نہیں ہوتی بلکہ دو مرد عادل اور ایک عورت یا ایک مرد دو عورتیں ثقہ درکار ہیں درمختار میں ہے ”نصابہا لغیرہ من الحقوق کنکاح وطلاق رجلان اورجل وامرتان" (فتاوی رضویہ شریف جدید جلد ۱۸)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہ

محمد افسر رضا حشمتی سعدی عفی عنہ

(لفظ تلاک سے طلاق ہو گی یا نہیں؟)

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ

مسئلہ:۔کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ اگر شوہر نے بیوی کو ڈرانے کے لئے لفظ تلاک کہا تو کیا طلاق ہو جائے گی اس بات کا خیال رہے کہ اس نے طلاق کا لفظ استعمال نہیں کیا بلکہ لفظ تلاک کہا ہے؟ برائے مہربانی جواب عنایت فرمائیں عین نوازش ہوگی **المستفتی**:۔محمد یوسف خان

وعلیکم السلام و رحمۃ اللہ و برکاتہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب بعون الملک الوہاب

صورت مسؤلہ میں طلاق رجعی واقع ہوگئی اگر چہ اس نے لفظ طلاق کو تلاک کہا جیسا کہ صدر الشریعہ علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں اگر کوئی شخص طلاق کے الفاظ اس طرح کہے طلاغ تلاغ طلاک تلاک تلاکھ، تلّاکھ، تلاخ، تلاح، تلاق، طِلاق ۔بلکہ توتلے کی زبان سے، تلات ۔ یہ سب صریح کے الفاظ ہیں، ان سب سے ایک طلاق رجعی ہوگی اگر چہ نیت نہ ہو یا نیت کچھ اور ہو ۔ط ل اق، طا لام الف قاف کہا اور نیت طلاق ہو تو ایک رجعی ہوگی ۔اور آگے فرماتے ہیں لفظ طلاق غلط طور پر ادا کرنے میں عالم و جاہل برابر ہیں ۔ بہر حال طلاق ہو جائے گی اگر چہ وہ کہے میں نے دھمکانے کے لیے غلط طور پر ادا کیا طلاق مقصود نہ تھی ورنہ صحیح طور پر بولتا ۔ ہاں اگر لوگوں سے پہلے کہہ دیا تھا کہ میں دھمکانے کے لیے غلط لفظ بولوں گا طلاق مقصود نہ ہوگی تو اب اس کا کہا مان لیا جائیگا ورنہ طلاق واقع ہو جائے گی ۔(بہار شریعت جلد دوم حصہ ہشتم صفحہ 10 صریح کا بیان)

اب اس کو چاہئے کہ رجعت کر لے یعنی بیوی کی پیشانی کو چوم لے یا پھر اس کو گلے سے لگا لے یا پھر ہاتھ چوم لے یا پھر پاس میں لٹا لے رجعت ہو جائے گی ۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہ

محمد افسر رضا حشمتی سعدی عفی عنہ

(ایک طلاق دینے کے بعد لمبی مدت تک نہ ملا تو کیا حکم ہے؟)

اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ

مسئلہ:۔کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ شوہر نے بیوی کو ایک طلاق دی اور کافی عرصہ تک نہیں ملا تو اسکا شرعی حکم کیا ہے؟ **المستفتی:**۔محمد سرفراز عالم سیتا مڑھی بہار

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب بعون الملک الوہاب

ایک طلاق کے بعد جب تک اس کی بیوی عدت میں ہے رجعت کرسکتا ہے اور سوال سے واضح ہے کہ عدت ختم ہوگئی ہے تو طلاق بائن واقع ہوگئی، پھر سے رکھنا چاہتا ہے بیوی کی رضا سے تو دوبارہ نکاح کرلے حلالہ وغیرہ کی ضرورت نہیں۔جیسا کہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان محدث بریلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مابین عدّت یعنی عدت کے دوران رجعت کا اختیار ہے اور بعد انقضائے عدت یعنی عدت ختم ہو جائے تو اگر عورت چاہے اس سے نکاحِ جدید کرسکتا ہے۔(حوالہ فتاوی رضویہ جلد 12 صفحہ نمبر 368 دعوت اسلامی)واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہ

محمد اشفاق عطاری

(خواب میں طلاق دینے سے طلاق واقع ہوگی یا نہیں؟)

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مسئلہ:۔کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی بیوی ہندہ کو فون پر ایک طلاق دی، پھر ایک ماہ سے زائد چالیس یوم سے قبل زید نے ہندہ کے ساتھ بوس وکنار بھی کیا، پھر ایک سال کے بعد زید نے ہندہ کو گفتگو کے دوران من گھڑت خواب بیان کیا، اور ہندہ سے کہا میں نے خواب میں دے دیا یہ سن کر ہندہ نے کہا، کیا وہی دے دیا؟ تو زید نے کہا ہاں تو کیا اس صورت میں طلاق واقع ہوئی یا نہیں؟ اگر ہوئی تو کون سی؟ اور کتنی طلاق واقع ہوئی؟ اس معاملے کے ایک ماہ بعد ہندہ حمل سے ہوگئی۔اور ڈاکٹر کی رپورٹ کے مطابق حمل کو ۳ ماہ ہو چکا ہے؟ **المستفتی**:۔محمد عزیر رضا۔ناسک

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوہاب

صورت مسئولہ میں ہندہ پر کوئی طلاق واقع نہ ہوئی اس لئے کہ خواب میں طلاق دینا معتبر نہیں ہے جس طرح خواب میں گناہ کرنا معتبر نہیں ہے اور ہندہ کو جو حمل ٹھہرا ہے وہ جائز ہے اور پیدا ہونے والا بچہ ثابت النسب ہوگا اور اب زید صرف دو ہی طلاق کا مالک ہے چونکہ ایک طلاق پہلے دے کر رجعت کر چکا ہے اب اگر وہ کبھی بھی اپنی بیوی یعنی ہندہ کو دو طلاق دے گا تو ہندہ پر طلاق مغلظہ ہو جائے گی بغیر حلالہ کے دوبارہ اس کے نکاح میں نہیں آسکتی۔(فتاوی علیمیہ جلد دوم صفحہ ۱۶۴)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہ

العبد محمد عمران القادری التنویری غفرلہ

(حالت حمل اور غصہ میں طلاق واقع ہو گی یا نہیں؟)

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مسئلہ:۔کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے اپنی بیوی سے جھگڑا کرنے کے دوران تین بار طلاق دے دیا اور بیوی حمل سے ہے تو کیا طلاق ہو گئی اس پر کیا حکم ہے؟ حوالہ کے ساتھ جواب عنایت فرمائیں

المستفتی:۔الفقیر محمد عتیق احمد قادری

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوہاب

شوہر نے اپنی بیوی کو دوران جھگڑا طلاق دیا اس کا مطلب ہے کہ شوہر غصہ میں تھا اور حالت غضب وغصہ میں طلاق واقع ہو جاتی ہے جیسا کہ تنویر الابصار میں ہے "**یقع طلاق کل زوج بالغ و عاقل ولو ھازلا**"(تنویر الابصار جلد چہارم)

اب رہا مسئلہ کہ عورت حمل سے تھی اور عوام میں مشہور ہے کہ حالت حمل میں طلاق واقع نہیں ہوتی ہے یہ سب غلط ہے بلکہ صحیح و درست یہی ہے کہ حالت حمل میں بھی طلاق واقع ہو جاتی ہے۔

صورت مسئولہ میں طلاق واقع ہوگئی اب اسکی عدت وضع حمل ہے جیسا کہ اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہے: وَ اُولَاتُ الْاَحْمَالِ اَجَلُهُنَّ اَنْ یَّضَعْنَ حَمْلَهُنَّ "اور حمل والیوں کی میعاد یہ ہے کہ وہ اپنا حمل جن لیں۔(پارہ 28 سورہ طلاق آیت 4) واللہ تعالی اعلم بالصواب

کتبہ

محمد انیس الرحمن حنفی رضوی

(تعدادِ طلاق میں شک ہو تو کیا کرے؟)

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مسئلہ:۔کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ اگر شوہر کو تعدادِ طلاق میں شک ہو، تو کیا کریں۔ حوالہ کے ساتھ جواب عنایت فرمائیں۔ **المستفتی:**۔اشرف، کرناٹک

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب بعون الملک الوہاب

اس صورت میں کم کا اعتبار کریں گے مثلاً ایک یا زیادہ طلاقیں دینے میں شک ہے، تو ایک ہی طلاق مانی جائے گی، ہاں اگر شوہر کو دو یا تین میں سے جس طرف غالب گمان (زیادہ خیال) ہے، تو پھر اُسی کا اعتبار کیا جائے گا۔ چنانچہ علامہ علاء الدین حصکفی حنفی متوفی ۱۰۸۸ھ اور علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں: وَلَوْ شَكَّ أَطَلَّقَ وَاحِدَةً أَوْ أَكْثَرَ (بَنَى عَلَى الْأَقَلِّ) أَيْ كَمَا ذَكَرَهُ الْإِسْبِيجَابِيُّ، إلَّا أَنْ يَسْتَيْقِنَ بِالْأَكْثَرِ أَوْ يَكُونَ أَكْبَرَ ظَنِّهِ۔(الدر المختار وردالمحتار، ص۱۵۶۵)

صدر الشریعہ محمد امجد علی اعظمی حنفی متوفی ۱۳۶۷ھ لکھتے ہیں: اس میں شک ہے کہ ایک (طلاق) دی ہے یا زیادہ تو قضاءً ایک ہے دیانۃً زیادہ۔ اور اگر کسی طرف غالب گمان ہے تو اُسی کا اعتبار ہے اور اگر اس کے خیال میں زیادہ ہے مگر اسی مجلس میں جو لوگ تھے وہ کہتے ہیں کہ ایک دی تھی اگر یہ لوگ عادل ہوں اور اِس بات میں انہیں سچا جانتا ہو تو اعتبار کرلے۔ (بہارِ شریعت ۲/ ۱۲۵) واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہ

محمد اُسامہ قادری

(طلاق دینے پر رقم کا مطالبہ کرنا کیسا ہے؟)

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مسئلہ:۔کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ زید ہندہ سے شادی کیا کچھ مہینے کے بعد ہندہ دوسرے لڑکے کے ساتھ بھاگ کر چلی گئی تو اب ھندہ کے گھر والے زید سے طلاق دینے کے لیے کہ رہے ہیں تو زید کہتا ہے کہ ہم طلاق اس شرط پر دینگے کہ ہم کو ایک لاکھ روپے دو ورنہ طلاق کبھی نہیں دینگے تو کیا ھندہ کے گھر والے کورٹ کے ذریعے سے طلاق لے سکتے ہیں اور اگر زید کو ایک لاکھ روپے دینے کے لیے تیار ہو جائے تو زید کو لینا جائز ہے یا نہیں برائے مہربانی جواب عنایت فرمائیں؟

المستفتی:۔محمد منور رضا رضوی پورنیہ

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب بعون الملک الوہاب

اول تو یہ کہ ہندہ کے گھر والوں کا کورٹ سے طلاق حاصل کرنا جائز نہیں کورٹ سے حاصل کی ہوئی طلاق طلاق نہیں کہ اس کی بنیاد پر کہیں دوسری جگہ نکاح کیا جا سکے کیونکہ طلاق کا حق شوہر کو ہے کورٹ کو نہیں جیسا کہ فقیہ ملت مفتی جلال الدین احمد امجدی رحمہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کورٹ کی طلاق سے عورت کو دوسرا نکاح کرنا حرام اشد حرام ہے ہرگز جائز نہیں کہ طلاق دینے کا اختیار شوہر کو ہے نہ کہ کورٹ کو حدیث شریف میں ہے: الطلاق لمن اخذ بالساق" (فتاویٰ فیض الرسول ج ۲ ص ۱۲۶ مطبوعہ دارالاشاعت فیض الرسول)

اب رہی یہ بات کہ زید کا ہندہ کے گھر والوں سے طلاق کے عوض پیسے مانگنا صورت خلع ہے اور یہاں سوال سے ظاہر ہے کہ خلع کرنے کی حاجت اس زیادتی کی بنیاد پر ہے جو عورت کی جانب سے ہے تو

خلع میں شوہر اتنا مال لے جتنا کہ اس نے مہر میں دیا جیسا کہ مفتی جلال الدین احمد امجدی رحمہ اللہ علیہ فتاویٰ عالمگیری مع خانیہ جلد اول صفحہ نمبر ۴۸۸ کے حوالے سے تحریر فرماتے ہیں: ان کان النشوز من قبلھا کرھنا لہ ان یأخذ اکثر مما اعطاھا من المھر "(فتاویٰ فقیہ ملت ج ۲ ص ۲۵۰ مطبوعہ فقیہ ملت دہلی)

اور مہر سے زیادہ کا بھی مطالبہ کرسکتا ہے کہ شریعت میں خلع کے لیے کوئی مقدار متعین نہیں۔

واللہ اعلم بالصواب

کتبہ

ابو عبداللہ محمد ساجد چشتی شاہجہانپوری

(طلاق تفویض کسے کہتے ہیں؟)

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مسئلہ:۔کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ طلاق تفویض کسے کہتے ہیں؟ نیز کیا عورت مرد کو طلاق دے سکتی ہے؟۔بینوا توجروا **المستفتی:۔** سید عبید رضا مجتبیٰ

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب بعون الملک الوہاب

اللہ عزوجل نے طلاق دینے کا اختیار فقط مرد ہی کو دیا ہے نہ کہ عورت کو اس لئے طلاق مرد ہی دے سکتا ہے عورت نہیں دے سکتی البتہ شوہر کی طرف سے تفویض کیے جانے پر بیوی کو طلاق کا اختیار حاصل ہو جاتا ہے، لیکن اس اختیار کی صورت میں وہ خود پر طلاق واقع کرے گی، شوہر کو طلاق نہیں دے سکتی علامہ ابن عابدین شامی لکھتے ہیں ''اگر مرد نے عورت کو طلاق کا مالک بنایا، عورت نے مرد کو طلاق دے دی، تو طلاق واقع نہیں ہوگی'' طلاق تفویض شریعت میں طلاق دینے کا اصل اور مستقل اختیار مرد کو حاصل ہے، لیکن اگر مرد چاہے تو اپنا یہ اختیار بیوی کو یا کسی دوسرے شخص کو دے سکتا ہے، اِس کو فقہی اصطلاح میں ''تفویضِ طلاق'' کہا جاتا ہے اور تفویضِ طلاق کے بعد عورت کو اپنا اختیار استعمال کرنے کی مدت شوہر کے الفاظ کے اعتبار سے مختلف ہو سکتی ہے اور تفہیم المسائل میں ہے طلاق اصالتاً اور بالذات شوہر کا حق ہے اور وہ جب چاہے اسے استعمال کرسکتا ہے لیکن شوہر یہ حق طلاق بیوی کو تفویض بھی کرسکتا ہے خواہ نکاح کے وقت کرے یا بعد میں کسی وقت، اگر شوہر اپنی بیوی سے یہ کہے کہ تو جب چاہے یا جب کبھی چاہے یا جس وقت چاہے یا جس وقت بھی چاہے اپنے آپ کو طلاق دے سکتی ہے تو یہ حق تفویض طلاق دائمی اور موقت ہوگا جب تک وہ اس شوہر کے نکاح میں ہے اس حق کو استعمال کرسکتی ہے البتہ

اگر بیوی کسی خاص موقع پر باہمی تکرار کے دوران شوہر سے طلاق کا مطالبہ کرے اور وہ جوابا کہے کہ تم اپنے آپ کو طلاق دے دو یا یہ کہے کہ تمہارا معاملہ تمہارے اختیار میں ہے یا یہ کہ تم اپنا فیصلہ خود کرلو وغیرہ اور یہ کلمات طلاق کی نیت سے کہے تو اگر بیوی اسی مجلس میں یہ حق استعمال کرلے، یعنی یوں کہے کہ میں نے اپنے آپ کو طلاق دی میں نے اپنے نفس کا خود فیصلہ کرلیا وغیرہ تو طلاق واقع ہوجائے گی اور اگر اس مجلس میں یہ حق استعمال نہ کیا تو بعد میں اسے یہ حق حاصل نہیں رہے گا۔ (تفہیم المسائل جلد دوم، صفحہ ۲۹۲)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہ

غلام محمد صدیقی فیضی ارشدی

(کیاوالدین کے کہنے پرطلاق دیناواجب ہے؟)

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مسئلہ:۔کیافرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ اگر والدین طلاق کامطالبہ کریں کہ اپنی بیوی کو طلاق دے دو ورنہ ہمارے گھر سے نکل جاؤ ہم تیرے والدین نہیں ہیں اور نہ تو ہمارا بیٹا ہے؟ تو پھر کیا کریں۔

المستفتی:۔انوارالحق

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب بعون الملک الوہاب

اگر والدین طلاق دینے کاکہیں تو بیٹے پر طلاق دینا لازم ہے جیسا کہ سرکار فقیہ ملت علامہ جلال الدین احمد امجدی علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں کہ اگر والدین طلاق کا مطالبہ کریں تو اس پر طلاق دینا لازم ہے اور اگر طلاق نہیں دے گا تو والدین کا نافرمان قرار دیا جائے گا اس لئے کہ طلاق امر مباحات میں سے ہے اور امر مباح میں والدین کی اطاعت لازم ہے۔(فتاوی فیض الرسول جلد دوم کتاب الطلاق ۱۸۴) واللہ تعالی اعلم بالصواب

کتبہ

محمد انیس الرحمن حنفی رضوی

(کہا کہ اگر آج تجھ کو طلاق نہ دوں تو بھی تجھ پر طلاق تو کیا حکم ہے؟)

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مسئلہ:۔کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی بیوی سے کہا کہ تم مجھ سے جھگڑا کروگی میں تم سے پریشان ہوگیا ہوں آج تم کو طلاق نہ دوں تو تم کو طلاق ہے ۔تو کیا طلاق واقع ہوجائے گی ؟اس سے بچنے کا کوئی طریقہ ہو تو بتائیں زید بہت پریشان ہے اس کے تین بچے بھی ہیں وہ غریب بھی ہے ۔جلدی جواب عنایت فرما کر شکریہ کا موقع عنایت فرمائیں۔

المستفتی: ۔عبداللہ قادری بستی یوپی۔

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوہاب

متعینہ وقت گزرجانے پر زید کی بیوی پر طلاق واقع ہوجائے گی جب کہ زید طلاق نہ دے اور اگر طلاق دے دیا تو فوراً طلاق واقع ہوجائے گی ۔بچنے کی دوصورتیں ہے اول یہ کہ ایک طلاق دے دے پھر رجعت کرلے یعنی طلاق دینے کے بعد پھر بوس وکنار کرلے یا گلے سے لگالے نکاح کی ضرورت نہ پڑے گی۔

دوسری صورت یہ ہے کہ زید اپنے بیوی سے کہے کہ اتنے روپئے یا سامان کے بدلے طلاق دیتا ہوں اور بیوی انکار کرے اور قبول نہ کرے اسی انکار میں دن گزرجائے تو طلاق واقع نہ ہوگی۔ جیسا کہ فقیہ اعظم حضور صدرالشریعہ بدرالطریقہ علامہ مفتی محمد امجد علی اعظمی علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں: یہ کہا کہ اگر آج تجھے تین طلاقیں نہ دوں تو تجھے تین طلاقیں تو دے گا جب بھی ہوگی اور نہ دے گا جب بھی اور بچنے کی یہ صورت ہے کہ عورت کو ہزار روپے کے بدلے میں طلاق دیدے اور عورت کو چاہیے کہ

قبول نہ کرے اب اگر دن گزر گیا تو طلاق واقع نہ ہوگی۔ (بہار شریعت جلد دوم صفحہ ۱۲۴:المکتبۃ المدینہ دعوت اسلامی) واللہ اعلم بالصواب

کتبہ

العبد ابوالفیضان محمد عتیق اللہ صدیقی فیضی یارعلوی ارشدی عفی عنہ

(شوہر نے کہا اسکول گئی تو تین طلاق تو کیا حکم ہے؟)

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مسئلہ:۔کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ زید کا نکاح بکر کی لڑکی کے ساتھ ہوا نکاح کے بعد رخصتی نہیں ہوئی، اور زید کی بیوی اسکول میں پڑھنے کے لئے جاتی ہے اسکول جانا زید کو پسند نہیں ہے زید نے کہا اگر تو اسکول گئی تو تین طلاق ایک دن بعد بیوی نے فون کر کے شوہر کی اجازت لے کر اسکول چلی گئی ،صورت مسئولہ میں دریافت یہ کرنا ہے کہ طلاق ہوئی کہ نہیں؟

المستفتی:۔محمد افروز عالم بہار،

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوہاب

برتقدیر صدق مستفتی صورت مسئولہ میں زید کی غیر مدخولہ بیوی پر طلاق واقع ہوگئی ۔کیونکہ جب طلاق کو کسی شرط پر معلق کیا جائے تو شرط کے بعد طلاق واقع ہوجاتی ہے ۔ھدایہ ۱۰۳/ ۴ میں ہے:

"اذا اضافه الى شرط وقع عقيب الشرط "

فتاوی امجدیہ میں ہے: تو اپنے باپ کے گھر اگر چلی گئی تو تجھے تین طلاق ہے؟ تو جواب میں آپ تحریر فرماتے ہیں: اگر زید کے ان الفاظ کے کہنے کے بعد صالحہ اپنے باپ کے گھر گئی تو تین طلاقیں ہوگئیں۔(فتاوی امجدیہ جلد دوم صفحہ ۲۵۴)

اور فتاوی عالمگیری جلد اول صفحہ ۳۴۹ میں ہے:اذا طلق الرجل امرأته ثلاثا قبل الدخول بها وقعن عليها فان فرق الطلاق بانت بالاولى ولم تقع الثانيه والثالثه كذافى الهداية یعنی اگر کسی نے اپنی غیر مدخولہ بیوی کو تین طلاقیں دیں تو تینوں واقع

ہو جائیں گی اور اگر طلاق میں تفریق کی تو ایک طلاق بائن واقع ہوگی اور دوسری و تیسری لغو ہو جائیں گی لہٰذا زید کی غیر مدخولہ بیوی پر اسکول جانے کے بعد تینوں طلاقیں واقع ہوگئی ہیں۔ ہاں اگر زید طلاق کو اپنی عدمِ اجازت پر اسکول جانے پر موقوف کرتا، کہ میری اجازت کے بغیر اسکول گئی تو تجھے تین طلاق۔ تو اگر بغیر اجازت زید کی غیر مدخولہ بیوی اسکول جاتی تو تینوں طلاقیں واقع ہو جاتیں۔ اور اگر اجازت لے کر اسکول جاتی جیسا کہ سوال میں ایک دن بعد اجازت لے کر اسکول جانے کا ذکر ہے تو طلاق واقع نہ ہوتی، اور یونہی کسی خاص دن کی قید لگائی ہوتی مثلاً اتوار یا دوشنبہ کے دن اسکول گئی تو طلاق۔ تو اس دن اسکول جانے پر طلاق واقع ہو جائے گی۔ باقی دنوں میں اسکول جانے پر طلاق واقع نہ ہوگی۔ واللہ اعلم بالصواب

کتبہ

العبد ابوالفیضان محمد عتیق اللہ صدیقی فیضی یارعلوی عفی عنہ

(بیوی کہے میں تمہاری کچھ نہیں تو طلاق ہوگئی؟)

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مسئلہ:۔کیافرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ زید کی بیوی زید سے باتوں باتوں میں کہ دیتی ہے کہ میں تمہاری رشتے میں کوئی نہیں ہوں زید کہتا ہے بیوی ہو میری وہ کہتی نہیں میں تمہاری کچھ بھی نہیں ہوں تو کیاطلاق ہوگئی؟ **المستفتی:**۔محمد شمشاد رضابرکاتی لکھیم پور کھیری اتر پردیش

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب بعون الملک الوہاب

بیوی کے کہنے سے طلاق واقع نہ ہوگی کیونکہ طلاق دیناشوہر کے ہاتھ میں ہے،اللہ رب العزت قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے:اَوۡ يَعۡفُوَا الَّذِىۡ بِيَدِهٖ عُقۡدَةُ النِّكَاحِ"یاوہ زیادہ دے جس کے ہاتھ میں نکاح کی گرہ ہے۔(کنزالایمان،سورۃالبقرہ آیت ۲۳۷)

اورحضور صلی اللہ علیہ وسلم کافرمان ہے:الطلاق لمن اخذ بالساق"طلاق کاحق شوہر کو ہے۔واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہ

محمد عسجد رضانظامی پورنوی عفی عنہ

(شوہر نے کہا گاڑی پر بیٹھو تو طلاق تو کیا حکم ہے؟)

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مسئلہ:۔کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ زید نے دوا لانے کے لئے چلتے وقت اپنی بیوی سے کہا کہ موٹر سائیکل پر بیٹھو، لیکن کسی وجہ سے بیوی نے بیٹھنے سے منع کیا، ایسی صورت میں زید نے غصے میں آکر اپنی بیوی سے کہا کہ اب موٹر سائیکل پر بیٹھو تو تمہیں طلاق ہے۔ بیوی کا کہنا کہ اس کے بعد بھی پہلے کی طرح آج تقریبا پانچ سال سے ہم دونوں ساتھ میں رہتے آرہے ہیں۔ واضح رہے کہ عورت گاڑی پر بیٹھی نہیں تھی۔ تو ایسی صورت میں شریعت کا کیا حکم ہم پر لگے گا؟

المستفتی:۔عبدالمومن قادری، نانپارہ، بہرائچ شریف

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوہاب

صورت مسئولہ میں اگر وہ عورت شوہر کے مذکور جملہ کہنے کے بعد کبھی بھی اس کی موٹر سائیکل پر نہیں بیٹھی ہے، تو اس پر کوئی طلاق واقع نہیں ہوئی ہے ورنہ ایک طلاق رجعی واقع ہوگئی ہے اگر چہ وہ متعدد (کئی) بار اس کی موٹر سائیکل پر بیٹھی ہو، اور اس صورت میں شوہر کو عدت کے اندر اسے اپنے نکاح میں پھیرنے کا حق حاصل تھا، پس اگر وہ دونوں شرط پائے جانے کے بعد بھی ساتھ ہی میں رہ رہے تھے، جیسا کہ سوال سے ظاہر ہے، تو اس سے بھی رجوع واقع ہوگیا ہے، لہٰذا وہ دونوں حسب سابق میاں بیوی کی حیثیت سے ہیں، بشرطیکہ شوہر نے اس سے پہلے کبھی اسے طلاق نہ دی ہو، اور اس صورت میں اسے صرف دو طلاقوں کا اختیار باقی رہے گا یعنی آئندہ جب بھی وہ اسے دو طلاقیں دے گا، تو وہ عورت اس پر حرمت مغلظہ کے ساتھ حرام ہو جائے گی کہ حلالہ کے بغیر اس کیلئے ہرگز حلال نہیں ہوگی۔ مسئلے کی

تفصیل یہ ہے کہ طلاق کو جب کسی شرط پر معلق کیا جائے، تو اس کے پائے جانے پر طلاق واقع ہو جاتی ہے۔ چنانچہ علامہ ابو الحسن احمد بن محمد قدوری حنفی متوفی ۴۲۸ھ لکھتے ہیں: واذا اضافه الی شرط وقع عقیب الشرط، مثل ان یقول لامراته: ان دخت الدار فانت طالق" یعنی، اور جب کوئی طلاق کی اضافت شرط کی طرف کرے، تو شرط پائے جانے کے بعد طلاق واقع ہو جائے گی، جیسے کوئی شخص اپنی بیوی کو کہے کہ اگر تو گھر میں داخل ہوئی تو تجھے طلاق ہے۔ (مختصر القدوری، ص ۳۲۰)

اور تعلیق کے معنی وغیرہ کے بارے میں صدر الشریعہ مفتی محمد امجد علی اعظمی حنفی علیہ الرحمہ متوفی ۱۳۶۷ھ لکھتے ہیں: تعلیق کے معنی یہ ہیں کہ کسی چیز کا ہونا دوسری چیز کے ہونے پر موقوف کیا جائے یہ دوسری چیز جس پر پہلی موقوف ہے اس کو شرط کہتے ہیں۔ (بہار شریعت جلد دوم ص ۱۴۹)

اور یہاں شوہر نے اپنے جملے میں ”اب“ کا لفظ استعمال کیا ہے، جو عرف عام میں آئندہ کیلئے استعمال ہوتا ہے جیسے کوئی شخص جب کسی کو مخاطب کر کے کہے کہ اب تم نے ایسا کیا تو تمہیں سخت سزا ملے گی، تو اس کا واضح مطلب یہ ہے کہ اگر آئندہ تم نے ایسا کیا، تو تمہیں سخت سزا ملے گی اور فقہائے کرام نے مستقبل کیلئے استعمال ہونے والے الفاظ کو الفاظ شرط میں شمار فرمایا ہے جیسے لفظ ”جب“ وغیرہ۔ چنانچہ علامہ نظام الدین حنفی متوفی ۱۱۶۱ھ اور علمائے ہند کی ایک جماعت نے لکھا ہے: الفاظ الشرط ان واذا واذاما وکل وکلما ومتی ومتی ما" یعنی، الفاظ شرط یہ ہیں: ان، اذا، اذاما، کل، کلما، متی، متی ما۔ (الفتاوی الهندیة، ۱/۴۱۵)

اور صدر الشریعہ علیہ الرحمہ لکھتے ہیں: حروف شرط اُردو زبان میں یہ ہیں۔ اگر، جب، جس وقت، ہر وقت، جو، ہر، جس، جب کبھی، ہر بار۔ (بہار شریعت جلد دو صفحہ ۱۵۰)

اور شوہر نے چونکہ صریح الفاظ کے ذریعے طلاق کو معلق کیا تھا، لہٰذا شرط پائے جانے پر اس کی بیوی کو ایک طلاق رجعی واقع ہوگی۔ چنانچہ امام عبد اللہ بن احمد نسفی حنفی متوفی ۷۱۰ھ لکھتے ہیں: الطلاق الصریح ...فیقع واحدة رجعیة وان نوی الاکثر او الابانة اولم ینو شیئاً" یعنی

طلاق کے صریح الفاظ سے ایک طلاق رجعی واقع ہوگی اگرچہ ایک سے زائد یا بائن کی نیت ہو یا کچھ نیت نہ کی ہو۔ (کنزالدقائق جلد اول صفحہ ۴۰۲ / ۴۰۳)

اور ایک بار شرط پائے جانے پر تعلیق ختم ہو جاتی ہے جبکہ عموم کا لفظ استعمال نہ کیا ہو۔ چنانچہ علامہ نظام الدین حنفی اور علمائے ہند کی ایک جماعت نے لکھا ہے: وجود الفعل مرة تم الشرط وانحلت اليمين فلا يتحقق الحنث بعده الا في كلما لانها توجب عموم الافعال " یعنی، ایک مرتبہ فعل پائے جانے پر شرط پوری مکمل ہو جائے گی اور قسم پوری ہو جائے گی، لہٰذا دوبارہ شرط پائی جانے سے قسم نہیں ٹوٹے گی سوائے جب بھی میں، کیونکہ یہ لفظ عموم افعال کے واسطے آتا ہے۔ (الفتاوی الهندية، ۴۱۵/۱)

اور یہاں مذکورہ صورت میں " اب " کا لفظ مداومت یعنی ہمیشہ کیلئے استعمال نہیں ہوتا ہے، لہٰذا ایک مرتبہ شرط پائے جانے پر تعلیق ختم ہو جائے گی، پس اگر وہ عورت اب تک اپنے شوہر کی موٹر سائیکل پر نہیں بیٹھی ہے، تو آئندہ جب بھی بیٹھے گی، اُس پر ایک طلاق رجعی واقع ہو جائے گی، اور پھر جب بھی وہ اُس کی موٹر سائیکل پر بیٹھے گی، تو اُس پر مزید طلاقیں واقع نہیں ہوں گی۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہ

محمد اسامہ قادری

(جا تجھے ایک طلاق دے دی کہنے سے طلاق ہوگی؟)

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مسئلہ:۔کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ زید کی بیوی ہندہ نے جھگڑے کے دوران زید سے کہا تم مجھے طلاق دے دو طلاق دے دو اس پر زید نے غصے میں کہا جا تجھے ایک طلاق دے دی دریافت طلب امر یہ ہے کہ عندالشرع طلاق کتنی واقع ہوئی اور رجعت کا کیا حکم؟ براہ کرم جواب عنایت فرمائیں **المستفتی:۔** محمد شکیل عرب داہود

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوہاب

بیان کردہ صورت میں اگر واقعی زید نے اپنی بیوی ہندہ سے کہا" جا تجھے ایک طلاق دے دی" تو اس صورت میں اگر ہندہ مدخولہ ہے تو اس پر ایک طلاق رجعی واقع ہوگئی جیسا کہ فتاوی فیض الرسول جلد دوم میں حضور فقیہ ملت علیہ الرحمہ سے سوال ہوا کہ زید اپنی بیوی ہندہ مدخولہ سے کسی بات پر جھگڑ رہا تھا اس نے اسی درمیان اپنی بیوی سے یہ بھی کہا کہ خدا کی قسم میں تجھے طلاق دے دوں گا، دے دوں گا، دے دوں گا، دے دوں گا اور چوتھی مرتبہ اس نے کہا، جا میں نے تجھے طلاق دے دی تو ہندہ پر طلاق واقع ہوئی یا نہیں؟ اس سوال کے جواب میں حضور فقیہ ملت حضرت علامہ مفتی جلال الدین احمد امجدی علیہ الرحمہ نے فرمایا: صورت مسؤلہ میں ایک طلاق رجعی واقع ہوئی (فتاوی فیض الرسول ج ۲ ص ۲۲۴)

رجعت کا حکم یہ ہے کہ اگر زید ہندہ کو نکاح میں رکھنا چاہتا ہے تو عدت کے اندر رجعت کرسکتا ہے اگر رجعت کرلے تو نکاح باقی رہے گا نئے نکاح کی ضرورت نہیں۔جیسا کہ قرآن مجید میں اللہ تبارک و تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: "وَاِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَبَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَاَمْسِكُوْهُنَّ

بِمَعۡرُوۡفٍ" اور جب تم عورتوں کو طلاق دو اور وہ اپنی (عدت کی اختتامی) مدت (کے قریب) تک پہنچ جائیں تو اس وقت انہیں اچھے طریقے سے روک لو۔(سورۃ البقرۃ آیت ۲۳۱)

فتاوی عالمگیری میں ہے: "و اذا طلق الرجل امراته تطليقة رجعية او تطليقتين فله ان يراجعها فى عدتها رضيت بذلك او لم ترض كذا فى الهداية" یعنی: جب کوئی شخص اپنی بیوی کو ایک یا دو طلاق رجعی دے تو اسے عدت کے دوران رجعت کرنے کا حق ہے، چاہے وہ (عورت) اس سے راضی ہو یا نہ ہو، جیسا کہ ہدایہ میں ہے۔(فتاوی عالمگیری ج ا ص ۴۷۰)

رجعت کے دو طریقے ہیں ایک قولی دوسرا فعلی۔قولی طریقہ یہ ہے کہ زید دو گواہوں کی موجودگی میں یوں کہے کہ میں نے اپنی بیوی ہندہ سے رجعت کرلی اور عورت کو خبر پہنچا دے یا خود عورت سے کہے کہ میں نے تجھ سے رجعت کرلی مذکورہ طریقہ سنت ہے۔

فعلی طریقہ یہ ہے کہ دو گواہوں کی موجودگی میں تو رجعت نہ کرے نہ بیوی سے کچھ کہے بلکہ بیوی سے ہمبستری کرلے یا خواہش سے اسے چھولے یا بوس وکنار کرلے اس سے بھی رجعت ہو جاتی ہے لیکن قولی طریقہ مسنون ہے۔

اگر عدت کے دوران زید نے قولی یا فعلی طور پر اپنی بیوی ہندہ سے رجوع نہیں کیا، تو عدت گزر جانے کے بعد شوہر کو رجعت کا اختیار نہ ہوگا اب اگر ہندہ راضی ہو تو زید کو نئے مہر کے ساتھ نکاح کرنا پڑے گا۔جیسا کہ ردالمحتار میں حضرت امام علامہ شامی قادری علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: "والرجعی لا یزیل الملك الا بعد مضى العدة" یعنی: طلاق رجعی وہ ہے جس سے فوراً نکاح ختم نہیں ہوتا جب تک کہ عدت نہ گزر جائے۔(ردالمحتار باب الرجعی ج ۲ ص ۵۷۶)

اس بات کا خاص خیال رہے کہ زید اب دو طلاق کا مالک ہے اگر آئندہ کبھی بھی دو طلاق ایک ساتھ یا الگ الگ دے گا تو ہندہ اپنے شوہر پر طلاق مغلظہ کے ساتھ حرام ہو جائے گئے اور نکاح ختم ہو

جائے گا،اورحلالہ کے بغیر اس کے نکاح میں نہ آسکے گی۔

مذکورہ بالا توضیحات کی روشنی میں معلوم ہوا کہ زید کی بیوی ہندہ پر ایک طلاق رجعی واقع ہوگئی ہے زید چاہے تو انقضائے عدت سے قبل عدت کے اندر ہندہ سے رجعت کرسکتا ہے خواہ ہندہ راضی ہو یا نہ ہو اور بعد عدت ہندہ کی مرضی سی نئے مہر کے ساتھ نکاح کرنا پڑے گا۔

لہذا زید کو چاہیے کہ ہندہ سے عدت کے اندر رجعت کرلئے اور دونوں آپس میں معافی تلافی کرکے ایک دوسرے کو راضی کرلیں تاکہ گھر کا شیرازہ منتشر نہ ہو اور ازدواجی زندگی خوش گوار گزرے۔واللہ تعالیٰ جل جلالہ ورسولہ الاعلیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اعلم بالصواب

کتبہ

سید محمد نذیر الہاشمی سہروردی

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

(اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ-فَاِمْسَاكٌۢ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ تَسْرِیْحٌۢ بِاِحْسَانٍ)

یہ طلاق دو بار تک ہے پھر بھلائی کے ساتھ روک لینا ہے یا نکوئی کے ساتھ چھوڑ دینا ہے۔

(کنزالایمان،سورۃ البقرہ ۲۲۹)

طلاق بائن کا بیان

۶/فتاوی

ناشرین

جملہ اراکین مسائل شرعیہ

(زید نے کہا میکے چلی جا تو طلاق واقع ہوئی یا نہیں؟)

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مسئلہ:۔کیا فرماتے علمائے دین اس مسئلہ ذیل میں کہ زید نے اپنی بیوی کو مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ مجھے تمہاری ضرورت نہیں تم اپنے میکے چلی جاؤ اسکے یہ کہنے سے طلاق واقع ہوگی یا نہیں؟ مع حوالہ جواب عنایت فرمائیں۔ **المستفتی:۔** محمد غفران نوری بریلی شریف

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوہاب

مجھے تمہاری ضرورت نہیں تم اپنے میکے چلی جاؤ اس جملے سے طلاق واقع نہ ہوئی ہاں اگر طلاق کی نیت سے کہا ہو تو طلاق بائن واقع ہوگئی یعنی بیوی اسی وقت نکاح سے نکل گئی اب اس کو رکھنا چاہے تو عدت کے اندر یا عدت کے باہر نئے مہر کے ساتھ نکاح کرے حلالہ کی ضرورت نہیں۔(عامہ کتب فقہ وفتاوی)واللہ تعالی اعلم بالصواب

کتبہ

فقیر تاج محمد قادری واحدی

(اسٹامپ پر چھوڑا لکھا تو کیا حکم ہے؟)

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مسئلہ:۔کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ زید نے اسٹیمپ پیپرس میں وکیل سے یہ لکھوایا کہ میں اپنی بیوی ہندہ کو چھُٹا چھیڑا (چھوڑنا) کر کے نکاح کا خاتمہ کرتا ہوں اور اس اسٹیمپ پیپرس پر زید اور اس کی بیوی ہندہ اور دیگر افراد نے اپنے اپنے دستخط کیے اور اس کی ایک کاپی ہندہ کو دی اور کچھ دنوں بعد زید کہتا ہے میں جب تک طلاق نہ دوں اس وقت تک ہندہ کو طلاق نہ ہوگی! اس بات کو تین سال کا عرصہ گزر چکا ہے اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ کیا مذکورہ صورت میں ہندہ پر طلاق واقع ہوگئی یا نہیں اور عدت کا کیا مسئلہ ہے؟ **المستفتی**:۔غلام مصطفیٰ مغل داہود شریف

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوہاب

بشرط صحت سوال اگر واقعی زید نے اسٹیپ پیپرس میں مذکورہ جملہ میں اپنی بیوی ہندہ کو چھُٹا چھیڑا (چھوڑنا) کر کے نکاح کا خاتمہ کرتا ہوں لکھوایا اور اس پر دستخط بھی کر دیا تو اس صورت میں ہندہ پر ایک طلاق رجعی واقع ہوگئی کیوں کہ چھوٹا چھیڑا یعنی چھوڑنا لفظ صریح ہے اور یہ گجرات کے عرف میں بھی بطور صریح بولا جاتا ہے اور لفظ صریح سے طلاق رجعی واقع ہوتی ہے۔جیسا کہ البحرالرائق میں ہے: ومن المتاخرین کانو یفتون بان لفظ التسریح بمنزلۃ التصریح یقع بہ طلاق رجعی بدون النیۃ" یعنی متاخرین علمائے کرام اس پر فتوی دیتے تھے کہ لفظ تسریح صریح کے برابر ہے جو بغیر نیت کے طلاق رجعی کو واقع کرتا ہے۔(البحرالرائق کتاب الطلاق باب کنایات قولہ سرحتک فارقتک ج ۳ ص ۵۲۴)

حضرت علامہ صدرالشریعہ درمختار کے حوالہ سے فرماتے ہیں اردو میں یہ لفظ کہ میں نے تجھے

چھوڑا صریح ہے اس سے ایک رجعی واقع ہوگی کچھ نیت ہو یا نہ ہو یوں ہی یہ لفظ کہ میں نے فارغ خطی یا فار خطی یا فارکھتی دی صریح ہے۔ (بہار شریعت ج ا حصہ ۸ ص ۹)

ردالمحتار میں حضرت علامہ شامی قادری علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں "الصریح ما غلب فی العرف استعماله فی الطلاق بحیث لا یستعمل عرفا الا فیه من ای لغة کانت" یعنی صریح وہ ہے جسے اکثر عام طور پر طلاق کے معنی میں بولا جاتا ہو اگر چہ وہ کسی بھی زبان کا لفظ ہو۔

(ردالمحتار ج ۴ ص ۴۶۴)

اور حضرت علامہ امام ابو بکر بن علی بن محمد الحدّ اد الزبیدی علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں "فالصریح: ما ظهر المراد به ظهورًا بینًا مثلًا انت طالق انت حرة..لان هٰذه الالفاظ تستعمل فی الطلاق ولا تستعمل فی غیره" یعنی: صریح وہ ہے جس سے طلاق مراد ہونا واضح طور پر ظاہر ہو مثلاً تو طلاق یافتہ ہے تو آزاد ہے اس لیے کہ یہ الفاظ طلاق میں استعمال ہوتے ہیں اور چیز میں استعمال نہیں ہوتے۔ (الجوهرة النیرة ج ۲ ص ۱۶۵)

اور سیدی سرکار اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان فاضل بریلوی علیہ الرحمہ ایک سوال کے جواب میں ارشاد فرماتے ہیں" اگر فارغ خطی دینا وہاں کے محاورہ میں طلاق کے الفاظ صریحہ سے سمجھا جاتا ہے جیسا کہ یہاں کی بعض اقوام میں ہے کہ عورت کی نسبت اس کے کہنے سے طلاق ہی مفہوم ہوتی ہے تو دو طلاق رجعی ہوئیں۔ (فتاوی رضویہ جدید، ج ۱۲، ص ۵۶۹)

اور بہار شریعت میں صدر الشریعہ حضرت علامہ مفتی امجد علی اعظمی علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں: صریح وہ جس سے طلاق مراد ہونا ظاہر ہو اکثر طلاق میں اس کا استعمال ہو اگر چہ وہ کسی زبان کا لفظ ہو۔

(بہار شریعت ج ۲ ح ۸ ص ۱۱۵)

مذکورہ بالا فقہی جزئیات کی روشنی میں معلوم ہوا کہ لفظ چُھٹا چھیڑا (چھوڑنا) لفظ صریح ہے اور اس سے طلاق رجعی واقع ہوتی ہے خواہ نیت ہو یا نہ ہو۔ لہذا ہندہ پر ایک طلاق رجعی واقع ہوگئی اور زید کا یہ کہنا

کہ میں جب تک طلاق نہ دوں اس وقت تک ہندہ کو طلاق نہ ہوگی یہ اسٹیپ پیپرس لکھوانے اور اس پر دستخط کرنے کے بعد کا جملہ ہے اس سے کچھ فرق نہیں پڑتا اور رہا عدت کا مسئلہ تو اس بارے میں حکم یہ ہے کہ طلاق یافتہ عورت اگر حیض والی ہو تو اس کی عدت کامل تین حیض ہوتی ہے اور حمل والی ہو تو عدت وضع حمل ہے اور آپ کے کہنے کے مطابق اس بات کو تین سال کا عرصہ گزر چکا ہے لھذا عدت بھی پوری ہو گئی اگر ہندہ کے والدین ہندہ کا دوسرا نکاح کہیں اور کرنا چاہیں تو کر سکتے ہیں۔ واللہ تعالیٰ جل جلالہ ورسولہ اعلیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اعلم بالصواب

کتبہ

سید محمد نذیر الہاشمی سہروردی نوری ارشدی

(ایک طلاق بائن کے بعد صریح دیا تو کونسی طلاق واقع ہوگی؟)

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مسئلہ:۔کیافرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی بیوی کو ایک طلاق بائن دیا، دو دن کے بعد ایک طلاق صریح دی بکر کہتا ہے دونوں طلاقیں صریح ہوئیں، اور خالد کہتا ہے کہ جب پہلی طلاق بائن سے مطلقہ ہوگئی، تو صریح طلاق کیسے واقع ہوگی؟ **المستفتی**:۔عبداللہ دربھنگہ

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوہاب

صُورتِ مسئولہ میں زید کی زوجہ پر دو طلاقیں بائن ہوگئیں ہیں، کیونکہ صریح دوران عدت بائن سے مل کر بائن واقع ہوتی ہے۔ چنانچہ علامہ محمد بن عبداللہ تمرتاشی حنفی متوفی 1004ھ اور علامہ علاء الدین حصکفی حنفی متوفی 1088ھ لکھتے ہیں: الصَّرِيحُ يَلْحَقُ الصَّرِيحَ وَ) يَلْحَقُ (الْبَائِنَ) بِشَرْطِ الْعِدَّةِ" یعنی، صریح صریح کو اور بائن کو دوران عدت لاحق ہوتی ہے۔(تنویر الابصار وشرحہ الدر المختار، کتاب الطلاق، باب الکنایات، 306/3)

اس کے تحت علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی 1252ھ لکھتے ہیں: وَإِذَا لَحِقَ الصَّرِيحُ الْبَائِنَ كَانَ بَائِنًا، لِأَنَّ الْبَيْنُونَةَ السَّابِقَةَ عَلَيْهِ تَمْنَعُ الرَّجْعَةَ كَمَا فِي الْخُلَاصَةِ" یعنی، اور جب صریح بائن کو لاحق ہو، تو وہ بائن ہوگی، کیونکہ سابقہ بائن اُس پر رجوع سے مانع ہوگی، جیسا کہ خلاصۃ الفتاوی میں ہے۔(رد المحتار، کتاب الطلاق، باب الکنایات، ۳۰۶/۳) واللہ اعلم بالصواب

کتبہ

محمد اُسامہ قادری

(بیوی کو کہا میرے لئے تو حرام ہے تو طلاق ہوئی ؟)

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مسئلہ:۔کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی بیوی ہندہ کو کہا کہ تو میرے لئے حرام ہے تو کیا زید کا نکاح ٹوٹ گیا؟ قرآن و حدیث کے حوالہ سے جلد از جلد جواب ارسال فرمائیں نوازش ہوگی

المستفتی:۔محمد مختار عالم ردولی شریف

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب بعون الملک الوہاب

زید کی مدخولہ بیوی ہندہ پر ایک طلاق بائن واقع ہوئی جیسا کہ فقیہ اعظم حضور صدر الشریعہ بدر الطریقہ علامہ مفتی محمد امجد علی اعظمی علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں اپنی عورت سے کہا،،تو مجھ پر حرام ہے،،تو ایک بائن طلاق ہوگی اگر چہ نیت نہ کی ہو۔

(بہار شریعت جلد دوم حصہ ہشتم صفحہ ۱۲۱ المکتبۃ المدینہ دعوت اسلامی)

لہٰذا بائنہ عورت کے لئے یہ حکم ہے کہ شوہر قبل انقضائے عدت و بعد انقضائے عدت یعنی دونوں صورتوں میں ایام عدت میں یا عدت کے بعد نئے مہر کے ساتھ عورت کی رضامندی سے نکاح کرسکتا ہے حلالہ کی ضرورت نہیں ۔وھو سبحانہ تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہ

العبد ابوالفیضان محمد عتیق اللہ صدیقی فیضی یارعلوی ارشدی عفی عنہ

(دو بار الفاظ کنایہ سے طلاق دیا تو کیا حکم ہے؟)

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مسئلہ:۔کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ مذاکرۂ طلاق چل رہا تھا تو غصے کی حالت میں دو الگ الگ مجلسوں میں دونوں مرتبہ الگ الگ کنایہ کے الفاظ بیوی کو بولے تو یہ دو طلاق بائن ہوئیں یا صرف ایک ہی طلاق بائن پڑے گی پہلی بار کہا کہ میرا تیرا اب کوئی رشتہ نہیں جبکہ دوسری مجلس میں یہ کہا کہ میری طرف سے تم اب فارغ ہو؟ **المستفتی**:۔عمار مدنی کراچی

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوہاب

صورت مسئولہ میں پہلی بار کہے گئے الفاظ کے ذریعے ایک طلاق بائن واقع ہوگئی ہے یعنی وہ عورت اپنے شوہر کے نکاح سے خارج ہوگئی ہے اگرچہ طلاق کی نیت نہ ہو اور دوسری بار کہے جانے والے الفاظ اگر اس نے دوبارہ طلاق دینے کی نیت سے کہے تھے تو دوسری طلاق بائن بھی واقع ہوگئی ہے ورنہ نہیں پس اگر مذکورہ شخص نے اس معاملے سے پہلے کبھی اپنی بیوی کو طلاق نہیں دی تھی تو وہ دونوں باہمی رضامندی سے نئے مہر کے تقرر سے دوبارہ بھی نکاح کر سکتے ہیں چاہے عدت میں کریں یا عدت کے بعد ورنہ عدت گزرنے کے بعد وہ عورت آزاد ہوگی جہاں چاہے نکاح کرے اس پر کوئی جبر نہیں ہے اور یہ بھی واضح رہے کہ اگر وہ اسی عورت سے نکاح کرے گا تو آئندہ جب بھی وہ اسے طلاق دے گا تو وہ پہلے دی جانے والی ایک یا دو طلاقوں کے ساتھ جمع ہونے کیلئے مؤثر ہوں گی یعنی اگر پہلے ایک طلاق بائن واقع ہوئی تھی تو جب بھی وہ اسے دو طلاقیں دے گا یا دو طلاق بائن واقع ہوئی تھیں تو مزید ایک طلاق دینے کی صورت میں وہ عورت اس پر حرمت مغلظہ کے ساتھ حرام ہوجائے گی کہ وہ بے

حلالہ اس کیلئے ہر گز حلال نہ ہوگی یعنی حلالہ کے بغیر وہ اس سے دوبارہ نکاح نہیں کر سکے گا مسئلے کہ تفصیل یہ ہے کہ پہلی بار کہے گئے الفاظ کنایہ کے ہیں اور وہ الفاظ سوال رد کرنے یا گالی کا احتمال نہیں رکھتے ہیں بلکہ جواب کیلئے متعین ہیں اور اس وقت چونکہ مذاکرۂ طلاق بھی تھا یعنی طلاق کی بات چل رہی تھی لہٰذا ایک طلاق بائن واقع ہونے کیلئے نیت کی بھی حاجت نہیں ہے چنانچہ علامہ نظام الدین حنفی اور علمائے ہند کی ایک جماعت نے لکھا ہے: ولو قال لها: لا نكاح بيني وبينك أو قال: لم يبق بيني وبينك نكاح يقع الطلاق إذا نوى" (الفتاوى الهندية ۱/۳۷۵)

اور جہاں تک دوسری مجلس میں کہے گئے الفاظ کا معاملہ ہے تو یاد رہے کہ فارغ کا لفظ طلاق کیلئے بطور کنایہ استعمال ہوتا ہے اور یہ الفاظ بھی گالی وغیرہ کا احتمال نہیں رکھتے ہیں بلکہ جواب کیلئے متعین ہیں لہٰذا یہاں بھی نیت طلاق کی حاجت نہیں ہے کیونکہ اس وقت مذاکرۂ طلاق تھا لیکن یہاں مسئلہ یہ ہے کہ مذکور شخص اس سے قبل یعنی پہلی مجلس میں اپنی بیوی کو طلاق بائن دے چکا ہے اور مسلمہ اصول یہ ہے کہ بائن" بائن" کو لاحق نہیں ہوتی ہے مگر جبکہ اسے پہلی طلاق کی خبر بنانا ممکن نہ ہو یا دوسری بار اس نے دوبارہ طلاق دینے کی نیت سے الفاظ کنایہ کہے ہوں چنانچہ علامہ محمد بن عبد اللہ تمرتاشی حنفی اور علامہ علاء الدین حصکفی حنفی لکھتے ہیں: (لَا) يَلْحَقُ الْبَائِنُ (الْبَائِنُ) إذَا أَمْكَنَ جَعْلُهُ إخْبَارًا عَنْ الْأَوَّلِ: كَأَنْتِ بَائِنٌ بَائِنٌ أَوْ أَبَنْتُكِ بِتَطْلِيقَةٍ فَلَا يَقَعُ لِأَنَّهُ إخْبَارٌ فَلَا ضَرُورَةَ فِي جَعْلِهِ إنْشَاءً بِخِلَافِ أَبَنْتُك بِأُخْرَى أَوْ أَنْتِ طَالِقٌ بَائِنٌ أَوْ قَالَ نَوَيْتُ الْبَيْنُونَةَ الْكُبْرَى لِتَعَذُّرِ حَمْلِهِ عَلَى الْإِخْبَارِ فَيُجْعَلُ إنْشَاءً" (تنوير الابصار وشرحه الدر المختار ص ۱۵۹۲،۱۵۹۰)

اور صدر الشریعہ مفتی محمد امجد علی اعظمی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں: بائن بائن کو لاحق نہیں ہوتی جبکہ یہ ممکن ہو کہ دوسری کو پہلی کی خبر دینا کہہ سکیں مثلاً پہلے کہا تھا کہ تو بائن ہے اس کے بعد پھر یہی لفظ کہا تو اس سے دوسری واقع نہ ہوگی کہ یہ پہلی طلاق کی خبر ہے یا دوبارہ کہا میں نے تجھے بائن کر دیا اور اگر

دوسری کو پہلی سے خبر دینا نہ کہہ سکیں مثلاً پہلے طلاق بائن دی پھر کہا میں نے دوسری بائن دی تو اب دوسری پڑے گی یوہیں پہلی صورت میں بھی دو واقع ہونگی جبکہ دوسری سے دوسری طلاق کی نیت ہو۔(بہار شریعت ۱۳۱/۲)

اور الفاظ کنایہ سے وقوع طلاق کی شرط بیان کرتے ہوئے علامہ تمرتاشی اور علامہ حصکفی لکھتے ہیں: اَلْكِنَايَاتُ (لَا تَطْلُقُ بِهَا) قَضَاءً (إِلَّا بِنِيَّةٍ أَوْ دَلَالَةِ الْحَالِ) وَهِيَ حَالَةُ مُذَا كَرَةِ الطَّلَاقِ أَوِ الْغَضَبِ فَالْحَالَاتُ ثَلَاثٌ: رِضًا وَغَضَبٌ وَمُذَا كَرَةٌ وَالْكِنَايَاتُ ثَلَاثٌ مَا يَحْتَمِلُ الرَّدَّ أَوْ مَا يَصْلُحُ لِلسَّبِّ أَوْ لَا وَلَا (فَفِي حَالَةِ الرِّضَا) أَيْ غَيْرِ الْغَضَبِ وَالْمُذَا كَرَةِ (تَتَوَقَّفُ الْأَقْسَامُ) الثَّلَاثَةُ تَأْثِيرًا (عَلَى نِيَّةٍ وَفِي الْغَضَبِ) تَوَقَّفَ (الْأَوَّلَانِ) إِنْ نَوَى وَقَعَ وَإِلَّا لَا (وَفِي مُذَا كَرَةِ الطَّلَاقِ) يَتَوَقَّفُ (الْأَوَّلُ فَقَطْ) وَيَقَعُ بِالْأَخِيرَيْنِ وَإِنْ لَمْ يَنْوِ لِأَنَّ مَعَ الدَّلَالَةِ لَا يُصَدَّقُ قَضَاءً فِي نَفْيِ النِّيَّةِ ملخصا"(تنویر الابصار وشرحہ الدر المختار ص۱۵۸۴۸۱۵۸۴)

اور صدر الشریعہ علیہ الرحمہ لکھتے ہیں: کنایہ سے طلاق واقع ہونے میں یہ شرط ہے کہ نیت طلاق ہو یا حالت بتاتی ہو کہ طلاق مراد ہے یعنی پیشتر طلاق کا ذکر تھا یا غصہ میں کہا کنایہ کے الفاظ تین طرح کے ہیں بعض میں سوال رد کرنے کا احتمال ہے بعض میں گالی کا احتمال ہے اور بعض میں نہ یہ ہے نہ وہ بلکہ جواب کے لیے متعین ہیں اگر رد کا احتمال ہے تو مطلقاً ہر حال میں نیت کی حاجت ہے بغیر نیتِ طلاق نہیں اور جن میں گالی کا احتمال ہے اُن سے طلاق ہونا خوشی اور غضب میں نیت پر موقوف ہے اور طلاق کا ذکر تھا تو نیت کی ضرورت نہیں اور تیسری صورت یعنی جو فقط جواب ہو تو خوشی میں نیت ضروری ہے اور غضب و مذاکرہ کے وقت بغیر نیت بھی طلاق واقع ہے۔(بہار شریعت ۱۲۸/۲۱۲۹)

اور یہاں مذکورہ صورت میں دوسری مجلس میں کہے گئے الفاظ کو پہلی طلاق کی خبر قرار دینا ممکن ہے لہٰذا دوسری طلاق بائن کے وقوع کا حکم نہیں دیں گے مگر جبکہ اس نے وہ الفاظ دوسری طلاق

دینے کی نیت سے کہے ہوں، اور جب کوئی شخص اپنی بیوی کو ایک یا دو طلاق بائن دے تو وہ (سابقہ شوہر) اس سے دوران عدت اور بعد عدت دوبارہ بھی نکاح کرسکتا ہے جبکہ وہ عورت راضی ہو ورنہ نہیں چنانچہ امام ابو الحسن احمد بن محمد قدوری حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ھیں: وان کان الطلاق بائناً دون الثلاث فله ان يتزوجها فی عدتها وبعد انقضاء عدتها (مختصر القدوری ص ۳۲۷) واللہ تعالی اعلم بالصواب

کتبہ

محمد اسامہ قادری

(خلع کے بعد بیوی کو رکھنا ہو تو حلالہ کرنا ہوگا؟)

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مسئلہ:۔کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ زید کی بیوی نے زید سے خلع لیا اب زید اپنی بیوی ہندہ کو اپنے نکاح میں لانا چاہتا ہے تو حلالہ کرنا ضروری ہے یا ایسے ہی نکاح ہو جائے گا؟

المستفتی: ۔محمد فرحان اختر مرادآباد یوپی الہند

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوہاب

خلع سے قبل اگر دو طلاقیں نہیں دیا ہے تو عدت کے اندر یا عدت گزر جانے کے بعد دوبارہ نیا نکاح نئے مہر سے کرسکتا ہے حلالہ کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ خلع سے ایک طلاق بائن واقع ہوتی ہے جیسا کہ امام مرغینانی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: فاذا فعلا ذالك وقع بالخلع تطليقة بائنة " کہ جب میاں بیوی نے یہ کرلیا تو خلع کے ذریعہ ایک طلاق بائن واقع ہوگئی ۔(الهداية جلد سوم صفحه ۲۸۰ باب الخلع)

ہاں اگر خلع سے قبل دو طلاق دے چکا ہے تو اب خلع کے بعد عورت مغلظہ ہوگئی بغیر حلالہ دوبارہ نکاح نہیں کرسکتا قال اللہ تعالیٰ. فَإِن طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهُ مِن بَعْدُ حَتَّى تَنكِحَ زَوْجًا غَيْرَهُ " پھر اگر تیسری طلاق اسے دی تو اب وہ عورت اسے حلال نہ ہوگی جب تک دوسرے خاوند کے پاس نہ رہے ۔(کنزالایمان سورہ بقرہ ۲/۲۳۰) واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہ

محمد معصوم رضا نوری عفی عنہ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

(فَاِنۡ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهٗ مِنۡۢ بَعۡدُ حَتّٰى تَنۡكِحَ زَوۡجًا غَيۡرَهٗ)

پھر اگر تیسری طلاق اسے دی تو اب وہ عورت اسے حلال نہ ہوگی جب تک دوسرے خاوند کے پاس نہ رہے۔

(کنزالایمان، سورۃ البقرہ ۲۳۰)

طلاق مغلظہ کا بیان

۱۷/فتاوی

ناشرین

جملہ اراکین مسائل شرعیہ

(تین دفعہ کہا میں نے تجھے طلاق دی تو؟)

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مسئلہ:۔کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی بیوی ہندہ کو بحث ومباحثہ کے دوران تین مرتبہ یہ کہا کہ میں نے تجھے طلاق دیا میں نے تجھے طلاق دیا میں نے تجھے طلاق دیا،تو زید کے اس طرح کہنے سے کون سی طلاق واقع ہوگی اور اب زید اپنی بیوی ہندہ کو رکھنا بھی چاہتا ہے تو اس کی کیا صورت حال ہوگی؟مکمل رہنمائی فرمائیں۔ **المستفتی**:۔محمد شریف بھیلواڑہ،راجستھان

نوٹ:سائل سے وضاحت لینے پر معلوم ہوا کہ زید کی ہندہ سے اولاد ہے۔

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوہاب

صورت مسئولہ میں برتقدیر صدق سائل ہندہ پر طلاق مغلّظہ واقع ہوگئی۔اس میں تفصیل یہ ہے کہ شوہر نے جب پہلی بار کہا کہ میں نے تجھے طلاق دیا،تو اس سے ایک طلاق رجعی واقع ہوگئی۔

چنانچہ علامہ ابو الحسن علی بن ابی بکر مرغینانی حنفی متوفی ۵۹۳ھ لکھتے ہیں: الطلاق علی ضربین: صریح و کنایۃ،فالصریح: قولہ: أنت طالق ومطلّقۃ وطلقتك فھذا یقع بہ الطلاق الرجعي؛ ولا یفتقر إلی النیۃ" یعنی،طلاق کی دو قسمیں ہیں: صریح اور کنایہ،صریح سے مراد شوہر کا یہ کہنا ہے تجھے طلاق تو مطلّقہ ہے میں نے تجھے طلاق دیا،اس کے ذریعے طلاق رجعی واقع ہوگی اور اس میں نیت کی ضرورت نہیں ہوتی ہے۔(بدایۃ المبتدی مع شرح الہدایۃ،کتاب الطلاق،باب إیقاع الطلاق،۲/۸۴)

پھر جب اسی سے متصل شوہر نے دو بار میں نے تجھے طلاق دیا کہا تو تینوں طلاقیں واقع

ہوگئیں۔ چنانچہ علامہ علاء الدین حصکفی حنفی متوفی ۱۰۸۸ھ لکھتے ہیں: کرر لفظ الطلاق وقع الکل" یعنی لفظ طلاق کو مکرّر کیا تو سب واقع ہوجائیں گی۔(الدر المختار، کتاب الطلاق،باب طلاق غیر المدخول بہا،ص۲۱۳)

اور شوہر بیک وقت تین طلاقیں دینے کے سبب گنہگار ہوا جس کے لئے توبہ کرے اور اب بغیر حلالہ شرعیہ ان دونوں کا نکاح نہیں ہوسکتا ہے۔ چنانچہ قرآن کریم میں ہے: فَاِنۡ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهٗ مِنۡۢ بَعۡدُ حَتّٰى تَنۡكِحَ زَوۡجًا غَيۡرَهٗ" پھر اگر تیسری طلاق اسے دی تو اب وہ عورت اسے حلال نہ ہوگی جب تک دوسرے خاوند کے پاس نہ رہے۔ (البقرۃ،آیت ۲۳۰)

اور حلالہ کی صورت یہ ہے کہ پہلے شوہر کی عدّت ختم ہونے کے بعد یہ عورت دوسرے سے نکاح کرے اور وہ ہمبستری کے بعد طلاق دے یا مرجائے پھر عدّت گزارے تو اس کا نکاح پہلے شوہر کے ساتھ ہوسکے گا۔ واللہ تعالیٰ أعلم بالصواب

کتبہ

محمد اُسامہ قادری

(ہم تم کو طلاق دیتے ہیں سے طلاق ہوگی؟)

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مسئلہ:۔کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ اشفاق نے اپنی بیوی روبی سے کہا کہ روبی ہم کو معاف کرنا ہم تم کو طلاق دیتے ہیں طلاق طلاق تیسری طلاق بولنے والا تھا کہ اشفاق کے بھائی نے اشفاق کو تھپڑ مارا اس کے بعد اشفاق نے لفظِ طلاق نہیں بولا پوچھنا یہ ہے کہ اس صورت میں کتنی طلاقیں واقع ہوئی ہیں؟

المستفتی:۔محمد ارمان علی قادری انڈیا

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوہاب

برتقدیر صدقِ سائل تین طلاقیں واقع ہوگئی ہیں کیونکہ شوہر نے جب پہلی بار اپنی بیوی سے کہا کہ "ہم تم کو طلاق دیتے ہیں" اس سے ایک طلاق واقع ہوگئی چنانچہ علامہ کمال الدین ابن ہمام حنفی متوفی ۸۶۱ھ لکھتے ہیں اور ان کے حوالے سے علامہ خیر الدین رملی حنفی متوفی ۱۰۸۱ھ لکھتے ہیں: صیغۃ المضارع لا یقع بھا الطلاق کما صرح بہ الکمال ابن الھمام الا اذا غلب فی الحال[واللفظ للرملی" مضارع کے صیغہ سے طلاق نہیں ہوتی ہے جیسا کہ علامہ ابن ہمام علیہ الرحمہ نے تصریح فرمائی ہے مگر جبکہ وہ حال میں غالب ہو۔(فتح القدیر ۳/۳۵۴)(الفتاوی الخیریۃ علی ھامش الفتاوی الحامدیۃ ۱/۶۶)

اور پھر جب شوہر نے اسی سے متصل اپنی بیوی کو دو بار لفظِ طلاق کہا تو اس کے ذریعے مزید دو طلاقیں واقع ہوگئی ہیں اگرچہ شوہر نے تیسری بار الگ سے اپنی زوجہ کو لفظِ طلاق نہیں کہا ہے لہٰذا مسمات

روبی اپنے شوہر مسمی اشفاق پر حرمتِ مغلظہ کے ساتھ حرام ہوگئی ہے اور اب ان دونوں کا نکاح حلالہ شرعی کے بغیر ہرگز نہیں ہوسکتا ہے چنانچہ قرآنِ کریم میں ہے: ہے: فَاِنۡ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهٗ مِنۡۢ بَعۡدُ حَتّٰى تَنۡكِحَ زَوۡجًا غَيۡرَهٗ" پھر اگر تیسری طلاق اسے دی تو اب وہ عورت اسے حلال نہ ہوگی جب تک دوسرے خاوند کے پاس نہ رہے۔ (کنز الایمان، البقرۃ: ۲۳۰) واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہ

محمد اُسامہ قادری

(ایک ساتھ تین طلاق دینے سے کتنی طلاق واقع ہوگی؟)

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مسئلہ:۔کیافرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ زید وہندہ میں بحث ہوئی جس پر ہندہ نے کہا کہ میں تھانہ جارہی ہوں اس پر زید نے کہا تو تھانہ جارہی ہے تو جاؤ میں نے تجھے تین طلاق دیا تو طلاق واقع ہوئی یا نہیں؟ جبکہ ہندہ تھانہ نہیں گئی۔ **المستفتی:۔** محمد نسیم گیا بہار

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوہاب

صورت مسئولہ میں زید کی بیوی ہندہ پر تین طلاق مغلظہ واقع ہوگئی اوراسکی بیوی اس پر حرام ہوگئی اگرچہ اپنی زوجہ کو ایک ساتھ تین طلاقیں دینا احسن وحسن طریقہ نہیں گناہ ہے مگر مانع وقوع طلاق نہیں اب بغیر حلالہ،حلال،نہیں ہوسکتی جیسا کہ اللہ تعالی نے قرآن شریف میں ارشاد فرمایا ہے:فَاِنۡ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهٗ مِنۡۢ بَعۡدُ حَتّٰى تَنۡكِحَ زَوۡجًا غَيۡرَهٗ، پھر اگر تیسری طلاق اسے دی تو اب وہ عورت اسے حلال نہ ہوگی جب تک دوسرے خاوند کے پاس نہ رہے۔(کنزالایمان سورہ بقرہ ۲/۲۳۰)

اورابو داؤد شریف کتاب الطلاق باب اللعان ص ۶۰۳ پر ہے:فلما فرغا قال عویمر کذبت علیھا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان امسکتھا کےتحت فطلقھا ثلاث تطلیقات عند رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے اوراعلیٰ حضرت سرکار ارشاد فرماتے ہیں کہ ایک ساتھ تین طلاق کا واقع ہونا باجماع جمہور صحابہ وتابعین وائمہ اربعہ ہے(ملخصاً)۔

(فتاویٰ رضویہ المجلد الخامس ص ۷۲۶)واللہ اعلم باصواب

کتبہ

محمد فرقان برکاتی امجدی اترولوی

(شوہر نے تین طلاق دی اور بیوی نے ایک سنی تو کیا حکم ہے؟)

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مسئلہ:۔ کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ شوہر اور بیوی کا آپس میں جھگڑا ہوا تو شوہر نے بیوی کو کہا کہ میں نے تجھے طلاق دی، طلاق دی، طلاق دی، تین بار کہا اور اب بیوی کہہ رہی ہے کہ میں نے ایک بار ہی سنا ہے تو کیا ایک مانی جائے گی یا تین؟ اگر ایک ہے تو کیا کرنا ہوگا اور اگر تین ہے تو کیا کرنا ہوگا؟ بینوا توجروا

المستفتی:۔ عبداللہ قادری

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوہاب

صورت مسئولہ میں تین طلاق پڑ گئی اور بیوی شوہر کے نکاح سے باہر ہوگئی کہ طلاق واقع ہونے کیلئے بیوی کا سننا شرط نہیں ہے اب اگر بیوی کو پھر سے رکھنا چاہتا ہے تو حلالہ کرائے اس کا طریقہ یہ ہے کہ بیوی عدت گزارے عدت گزارنے کے بعد دوسرے سے نکاح کرے اور اس سے ہمبستر ہو پھر اس کے انتقال کے بعد یا طلاق کے بعد عدت گزارے پھر شوہر اول اس سے نکاح کرے جیسا کہ ارشاد ربانی ہے: "فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهٗ مِنْۢ بَعْدُ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهٗ ؕ فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَاۤ اَنْ يَّتَرَاجَعَاۤ اِنْ ظَنَّاۤ اَنْ يُّقِيْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ ؕ وَ تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ يُبَيِّنُهَا لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ" پھر اگر تیسری طلاق اسے دی تو اب وہ عورت اسے حلال نہ ہوگی جب تک دوسرے خاوند کے پاس نہ رہے، پھر وہ دوسرا اگر اسے طلاق دے دے تو ان دونوں پر گناہ نہیں کہ پھر آپس میں مل جائیں اگر سمجھتے ہوں کہ اللہ کی حدیں نباہیں گے، اور یہ اللہ کی حدیں ہیں جنہیں بیان کرتا ہے دانش مندوں کے لئے۔ (کنزالایمان، سورہ بقرہ ۲۳۰) واللہ اعلم بالصواب

کتبہ

فقیر تاج محمد حنفی قادری واحدی

(طلاق مغلظہ کے بعد بیوی کو رکھنا کیسا ہے؟)

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مسئلہ:۔کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی بیوی کو طلاق مغلظہ دے دیا ہے پھر بھی زید اس کے ساتھ رہتا ہے تو کیا اس صورت میں زید کے ساتھ کھانا پینا کرنا درست ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی:۔ عبداللہ رضوی

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوہاب

اگر اس کی بیوی زید کے گھر عدت گزار رہی ہے تو کوئی حرج نہیں اور اگر زید بیوی کی طرح پیش آتا ہے تو گناہ کبیرہ کا مرتکب ہوا کہ طلاق مغلظہ کے بعد اب بغیر حلالہ اس عورت کو رکھنا حلال نہیں جیسا کہ ارشاد ربانی ہے "فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهٗ مِنْۢ بَعْدُ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهٗ" پھر اگر تیسری طلاق اسے دی تو اب وہ عورت اسے حلال نہ ہوگی جب تک دوسرے خاوند کے پاس نہ رہے۔(کنز الایمان،سورہ بقرہ آیت ۲۳۰)

لہٰذا زید کے گھر کھانا پینا جائز نہیں زید پر لازم ہے کہ اس عورت سے دور رہے اور سچے دل سے علانیہ توبہ کرے اور دوبارہ اس طرح غلطی نہ کرنے کا وعدہ کرے بعد توبہ کار خیر کرے کہ کار خیر توبہ میں معاون ہوتے ہیں جیسا کہ ارشاد ربانی ہے: "اِلَّا مَنْ تَابَ وَ اٰمَنَ وَ عَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا فَاُولٰٓىٕكَ یُبَدِّلُ اللّٰهُ سَیِّاٰتِهِمْ حَسَنٰتٍؕ وَ كَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِیْمًا" مگر جو توبہ کرے اور ایمان لائے اور اچھا کام کرے تو ایسوں کی برائیوں کو اللہ بھلائیوں سے بدل دے گا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔(سورہ فرقان ۷۰)

بعد توبہ کھانے پینے میں حرج نہیں کیونکہ توبہ گناہوں کو مٹا دیتا ہے جیسا کہ حدیث شریف میں ہے
"التائب من الذنب کمن لا ذنب له" (الحدیث)
اور اگر بیوی کو دور نہ کرے تو سارے مسلمان مل کر اسکا بائیکاٹ کریں جیسا کہ ارشاد ربانی ہے "وَاِمَّا یُنْسِیَنَّكَ الشَّیْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ" اور جو کہیں تجھے شیطان بھلا دے تو یاد آئے پر ظالموں کے پاس نہ بیٹھ۔ (کنز الایمان، سورہ انعام ٦٨)
حلالہ کا طریقہ یہ ہے کہ مطلقہ عورت عدت گزار کر کسی سنی صحیح العقیدہ مسلمان سے شادی کر لے اور شوہر ثانی جماع بھی کرے کما فی الحدیث العسیلة پھر جب وہ طلاق دے دے یا اسکا انتقال ہو جائے تو پھر دوبارہ عدت گزار کر شوہر اول سے نکاح کر سکتی ہے، مطلقہ حائضہ غیر آئسہ عورت کی عدت تین کامل حیض ہے اور اگر حاملہ ہے تو اسکی عدت وضع حمل ہے اور آئسہ وغیر مدخولہ کی عدت تین ماہ ہے " کما قال الامام احمد رضا خاں رضی اللہ عنہ فی الفتاوی الرضویة"
واللہ اعلم بالصواب

کتبہ

فقیر تاج محمد حنفی قادری واحدی

(تین بار کہا چھوڑ دیا تو کیا حکم ہے؟)

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مسئلہ:۔کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی بیوی سے کہا میں نے تمہیں چھوڑ دیا چھوڑ دیا چھوڑ دیا طلاق کے متعلق کیا حکم ہے؟ حضرت رہنمائی فرمائیں بڑی مہربانی ہوگی

المستفتی:۔ محمد شمشاد رضا برکاتی

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوہاب

برتقدیرِ صدقِ سائل زید کی بیوی پر طلاقِ مغلظہ یعنی تین طلاقیں واقع ہوگئی ہیں کیونکہ زید نے اپنی بیوی کو تین بار صریح الفاظِ طلاق کہے ہیں چنانچہ صدر الشریعہ محمد امجد علی اعظمی حنفی متوفی ۱۳۶۷ھ لکھتے ہیں: اردو میں یہ لفظ کہ میں نے تجھے چھوڑا صریح ہے اس سے ایک رجعی ہوگی کچھ نیت ہو یا نہ ہو۔

(بہار شریعت ۱۱۸/۲)

لہٰذا وہ عورت اپنے شوہر (زید) پر حُرمتِ مغلظہ کے ساتھ حرام ہوگئی ہے اور اب ان دونوں کا نکاح حلالہ شرعی کے بغیر ہرگز نہیں ہوسکتا ہے چنانچہ قرآنِ کریم میں ہے: فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهٗ مِنْۢ بَعْدُ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهٗ" پھر اگر تیسری طلاق اسے دی تو اب وہ عورت اسے حلال نہ ہوگی جب تک دوسرے خاوند کے پاس نہ رہے۔(کنزالایمان،(البقرہ:۲۳۰ /۲) واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہ

محمد اُسامہ قادری

(مطلقہ بیوی کو گھر میں رکھنا کیسا ہے؟)

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مسئلہ:۔کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی بیوی کو طلاق دے دیا اور طلاق کے بعد بھی اپنی بیوی کو اپنے ساتھ رکھے ہوئے ہے لوگوں کے استفسار پر کہتا ہے کہ میں اس سے کوئی تعلق نہیں رکھتا اور زید مسجد کا مؤذن اور مکبر ہے اب زید کے لئے حکم شرع کیا ہے؟ مدلل ومفصل جواب عنایت فرمائیں نوازش ہوگی۔ **المستفتی:۔** حکیم اللہ فیضی بستوی خادم جامعہ دارالقرأت کورہی باندہ

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوہاب

طلاق کی تین قسمیں ہیں (۱) طلاق رجعی (۲) بائن (۳) مغلظہ۔

اگر طلاق رجعی دی ہے تو کوئی حرج نہیں، اور اگر طلاق بائن یا مغلظہ دی ہے تو ایسی صورت میں ان دونوں پر شریعت مطہرہ کا حکم ہے کہ فوراً ایک دوسرے سے الگ ہو جائیں ہرگز ہرگز میاں بیوی جیسے تعلق نہ رکھیں زید سخت گنہ گار مستحق عذاب نار ہے وہ نہ اذان کہہ سکتا ہے نہ تکبیر کیونکہ زید فاسق وفاجر ہے زید پر لازم ہے کہ علانیہ توبہ کرے مجلس خیر کرے اور مسجد میں جن چیزوں کی ضرورت ہو وہ لا کر دے کہ نیکیاں توبہ میں معاون ہیں جیسا کہ ارشاد ربانی ہے: ''اِلَّا مَنۡ تَابَ وَ اٰمَنَ وَ عَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا فَاُولٰٓئِکَ یُبَدِّلُ اللّٰہُ سَیِّاٰتِہِمۡ حَسَنٰتٍ ؕ وَ کَانَ اللّٰہُ غَفُوۡرًا رَّحِیۡمًا'' مگر جو توبہ کرے اور ایمان لائے اور اچھا کام کرے تو ایسوں کی برائیوں کو اللہ بھلائیوں سے بدل دے گا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ (کنزالایمان، سورہ فرقان ۷۰)

اور اگر وہ ایسا نہ کرے تو مسلمانوں پر لازم ہے کہ اس کا بائیکاٹ کریں اگر زید کا بائیکاٹ نہیں

کریں گے تو وہ بھی گنہ گار ہوں گے۔واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہ

فقیر تاج محمد حنفی قادری واحدی

(کہا دو طلاق، تین، جا تو کون سی طلاق پڑی؟)

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مسئلہ:۔کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ زید اپنی بیوی ہندہ سے فون پر بات کر رہا تھا دوران گفتگو اس نے اپنی بیوی سے کہا سن یہ تیسری ہے تو بیوی نے کہا میں ایک بھی نہیں سنی پھر سے کہو (شاید کال ریکارڈ کے لئے پھر سے کہلوانا چاہتی تھی) تو شوہر نے کہا ایک طلاق ایک دو طلاق دو پھر کہا تین جا تیرا ہو گیا مگر تیسری بار اُس نے طلاق کا نام نہ لیا تو کیا زید کی بیوی پر طلاق واقع ہوگئی یا نہیں، اگر ہوئی تو کونسی؟ **المستفتی**:۔انوار احمد قادری

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوہاب

صورتِ مسئولہ میں ہندہ پر طلاق مغلّظہ واقع ہوگئی ہے، اب وہ بغیر حلالہ زید کیلئے حلال نہیں ہو سکتی، اور شوہر بیک وقت تین طلاق دینے کے سبب گنہگار بھی ہوا ہے، لہٰذا وہ توبہ کرے۔

مسئلے کی تفصیل یہ ہے کہ بیوی کو وقوع طلاق کیلئے اضافت ضروری ہے، خواہ وہ لفظوں میں ہو یا نیت میں ہو۔ چنانچہ امامِ اہلسنت امام احمد رضا خان حنفی علیہ الرحمہ (متوفی ۱۳۴۰ھ) تحریر فرماتے ہیں: ان الاضافۃ لا بد منها اما فی اللفظ و اما فی النیۃ. نعم قد توجد الاضافۃ فی اللفظ فلا یحتاج فی الحکم الی النیۃ وقد لا توجد فی اللفظ فیحتاج الی ظهور النیۃ۔ (فتاوی رضویہ ۱۲/ ۳۴۴)

لہٰذا معلوم ہوا کہ وقوع طلاق کے لئے اضافت ضروری ہے، خواہ وہ لفظوں میں ہو یا نیت میں، اور شاید سائل کو اسی پر خدشہ ہے کہ زید نے بیوی کا نام نہ لیا حالانکہ کلامِ زید اضافت سے خالی نہیں کیونکہ زید

نے متعدد بار اپنی بیوی کو مخاطَب اور متوجہ کر کے الفاظِ طلاق کہے ہیں، شروع میں کہا یہ تیسری ہے تو بیوی نے کہا میں نہیں سنی اور پھر آخر میں کہا: ہوگیا تیرا، جس سے صاف ظاہر ہے کہ اُس نے اپنی بیوی کو ہی تین طلاقیں دی ہیں جیسا کہ اُس کی موصول شدہ گفتگو اور سوال سے ظاہر ہے۔ اور یہ بھی معلوم ہے کہ خطاب اضافتِ معنویہ سے ہوتا ہے۔

چنانچہ علّامہ سیّد محمد امین ابن عابدین شامی حنفی علیہ الرحمہ (متوفی ۱۲۵۲ھ) تحریر فرماتے ہیں: وَلَا يَلْزَمُ كَوْنُ الْإِضَافَةِ صَرِيحَةً فِي كَلَامِهِ؛ لِمَا فِي الْبَحْرِ لَوْ قَالَ: طَالِقٌ فَقِيلَ لَهُ مَنْ عَنَيْت؟ فَقَالَ امْرَأَتِي طَلُقَتْ امْرَأَتُهُ. اھ۔ (رد المحتار، کتاب الطلاق، باب صریح الطلاق)

لٰہذا اضافت پائی گئی ہے اور ہندہ پر طلاق مغلظہ واقع ہو چکی ہے اور اب وہ بے حلالہ زید کے لئے قطعاً حلال نہیں ہوسکتی۔ چنانچہ قرآن کریم میں ہے: فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهٗ مِنْۢ بَعْدُ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهٗ، پھر اگر تیسری طلاق اسے دی تو اب وہ عورت اسے حلال نہ ہوگی جب تک دوسرے خاوند کے پاس نہ رہے۔ (کنز الایمان سورہ بقرہ ۲/۲۳۰)

لٰہذا زید پر لازم ہے کہ وہ اپنی سابقہ بیوی سے الگ رہے اور ہندہ پر لازم ہے کہ وہ اپنے شوہر کے گھر میں عدت گزارے، عدت گزرنے کے بعد وہ کسی بھی صحیح العقیدہ مسلمان سے نکاح کرسکتی ہے، اور اگر ہندہ اور زید ایک دوسرے سے الگ نہ ہوں بلکہ ساتھ ہی رہیں تو جملہ مسلمانوں پر اطلاع پاتے ہوئے لازم ہوگا کہ وہ ان کا اسلامی بائیکاٹ کریں چنانچہ قرآن کریم میں ہے: وَ اِمَّا يُنْسِيَنَّكَ الشَّيْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ۔ اور جو کہیں تجھے شیطان بھلاوے تو یاد آئے پر ظالموں کے پاس نہ بیٹھ۔ (کنز الایمان سورہ انعام ۶/۶۸) واللہ اعلم بالصواب

کتبہ

محمد اُسامہ قادری

(سسر سے تین بار طلاق کہا تو؟)

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مسئلہ:۔کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ زید کسی بات پر اپنے سسر سے لڑ پڑا اور اسی دوران اپنی بیوی کو تین بار طلاق طلاق طلاق بول دیا زید کا کہنا ہے کہ جب میں نے مذکورہ الفاظ بولے تو میری بیوی موجود نہ تھی اور نہ میری نیت طلاق کی تھی اور نہ دیتا ہوں کہا اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ کیا صورت مذکورہ میں زید کی بیوی پر طلاق واقع ہوگئی یا نہیں عندالشرع اس کا کیا حکم ہے؟ جواب عنایت فرمائیں **المستفتی:**۔حافظ عبدالرحمن اشرفی داہود گجرات

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک وہاب

سب سے پہلے یہ مسئلہ واضح رہے کہ طلاق واقع ہونے کے لیے بیوی کی جانب طلاق کی اضافت ضروری ہے خواہ اضافت لفظی ہو یا معنوی اگر طلاق میں بیوی کی جانب اضافت نہ ہو تو طلاق واقع نہیں ہوتی جب تک کہ مطالبہ طلاق یا مذاکرہء طلاق نہ ہو۔لھٰذا بر صدق مستفتی اگر واقعی شوہر (زید) نے جھگڑے کے دوران اپنی بیوی کی غیر موجودگی میں اس کو تین مرتبہ طلاق طلاق طلاق بول دیا تھا۔(جیسا کہ استفتا میں مذکور ہے کہ اس کی بیوی وہاں موجود نہیں تھی) اگر مذکورہ الفاظ سے اس کی نیت اپنی بیوی کو طلاق دینے کی نہ تھی تو اس صورت میں اس سے قسم لی جائے گی اگر وہ قسم کھالے کہ ان الفاظ سے میری نیت طلاق کی نہیں تھی تو حکم ہوگا کہ اس کی بیوی پر طلاق واقع نہ ہوئی اور اگر واقعی میں طلاق کی نیت تھی اور جھوٹی قسم کھالی تو اب وبال اس پر ہے۔اور اگر دل میں بیوی کی طرف طلاق کی اضافت تھی تو فوراً اس کی بیوی حرمت مغلظہ سے شوہر پر حرام ہوگئی کیوں کہ صرف لفظ طلاق ان الفاظ میں سے ہے جس

میں بیوی کی جانب اضافت کا پایا جانا ضروری ہے۔اس لیے اگر صراحتاً اضافت والے الفاظ استعمال کیے جائیں یا دل میں نیت کرتے ہوئے بولے جائیں تو ہی طلاق واقع ہوگی ورنہ نہیں۔جیسا کہ فتاوی عالمگیری میں ہے:لایَقَعُ فِي جِنْسِ الْإِضَافَةِ إِذَا لَمْ يَنْوِ لِعَدَمِ الْإِضَافَةِ إِلَيْهَا "یعنی: اضافت والے امور میں جب نیت نہ ہو تو بیوی کی طرف اضافت نہ ہونے پر طلاق نہ ہوگی۔

اسی میں ہے:"سَكْرَانُ هَرَبَتْ مِنْهُ امْرَأَتُهُ فَتَبِعَهَا وَلَمْ يَظْفَرْ بِهَا فَقَالَ بِالْفَارِسِيَّةِ بَسّه طَلَاق إِنْ قَالَ عَنَيْت امْرَأَتِي يَقَعُ وَإِنْ لَمْ يَقُلْ شَيْئًا لَا يَقَعُ" یعنی ایک نشہ والے سے اس کی بیوی بھاگ گئی،وہ پیچھے بھاگا اور کامیاب نہ ہونے پر اس نے کہا: تین طلاق کے ساتھ،پس اگر وہ شوہر کہے کہ میں نے اپنی بیوی کی نیت سے طلاق کے الفاظ کہے،تو طلاق واقع ہوگی،اور اگر اس نے کچھ نہ کہا تو طلاق نہ ہوگی۔(فتاوی عالمگیری الفصل السابع فی الطلاق بالألفاظ الفارسية ج۱ص۳۸۲)

فتاوی رضویہ میں اعلی حضرت علیہ الرحمہ سے جب ایسے شخص کے بارے میں سوال ہوا جس نے اپنی اپنی بیوی کا نام لئے بغیر اسکی غیر موجودگی میں"ایک طلاق،دو طلاق،تین طلاق" کے الفاظ استعمال کہے لیکن"دیتا ہوں" یا"نہیں دیتا ہوں" کچھ نہ کہا تو آپ علیہ الرحمہ نے اس کا تفصیل سے جواب دیتے ہوئے جو فرمایا اس کا خلاصہ یہ ہے کہ حکم دو طرح ہوتا ہے ایک دیانۃً اور دوسرا قضاءً۔

دیانۃً حکم کا معنٰی یہ ہے کہ بندے اور اللہ تعالٰی کے درمیان کا معاملہ ہے یہاں کسی دوسرے کا کوئی دخل نہیں،بندہ جانے اور اس کا خدا جانے اور سوال میں بیان کی گئی صورت میں بیوی کی طرف طلاق کی اضافت کا ارادہ نہ کیا ہو تو قطعاً طلاق نہ ہوئی،کیونکہ طلاق کا وقوع واقع کرنے کے بغیر نہیں ہوتا اور طلاق کا واقع کرنا اس وقت تک نہیں ہوسکتا جب تک طلاق کا تعلق بیوی سے نہ کیا جائے اور یہ اضافت کے بغیر ممکن نہیں اس لئے اضافت ضروری ہے خواہ نیت میں ہو،تو طلاق جب اضافت لفظی یا قلبی سے خالی ہو تو طلاق کا تعلق پیدا نہ ہوگا کیونکہ تعلق بغیر متعلق نہیں ہوسکتا،اس لئے ایقاع نہ ہوگا،تو وقوع بھی نہ

ہوگا، اتنی بات واضح ہے جس میں کوئی شبہ نہیں ہوسکتا۔ اور قضاءً بھی طلاق کو واقع کرنے کے حکم کے لئے اضافت کا تحقق ضروری ہے۔(فتاوی رضویہ ج ۱۲ ص ۳۳۶، رضا فاؤنڈیشن)

فقیہ اعظم ہند حضرت علامہ مفتی امجد علی اعظمی علیہ الرحمہ بہار شریعت میں تحریر فرماتے ہیں کہ

" طلاق میں اضافت ضرور ہونی چاہیے بغیر اضافت طلاق واقع نہ ہوگی خواہ حاضر کے صیغہ سے بیان کرے مثلاً تجھے طلاق ہے یا اشارہ کے ساتھ مثلاً اسے یا اُسے یا نام لے کر کہے کہ فلانی کو طلاق ہے یا اُس کے جسم و بدن یا روح کی طرف نسبت کرے یا اُس کے کسی ایسے عضو کی طرف نسبت کرے جو کل کے قائم مقام تصور کیا جاتا ہو۔(بہار شریعت ج ا ح ۸ ص ۱۱ فرید بک ڈپو نئی دہلی)

مندرجہ بالا حوالہ جات کی روشنی میں معلوم ہوا کہ بغیر اضافت کے طلاق واقع نہ ہوگی خواہ اضافت لفظی ہو یا معنوی جب تک کہ مطالبۂ طلاق یا مذاکرۂ طلاق نہ ہو۔

نوٹ: زید سے قسم لی جائے اگر قسم کھالیتا ہے تو ان کا یعنی شوہر و بیوی کا آپس میں مل کر رہنے میں کوئی حرج نہ ہوگا اور اگر قسم نہ کھائے یا ٹال مٹول کرے یا باتیں بنائے تو اسے مجبور کیا جائے کہ بیوی سے دور رہے جب تک حلالہ ہو کر عدت نہ گزر جائے یا ہمیشہ کے لئے الگ ہو جائیں اور اگر ایسا نہ کرے تو محلہ کے مسلمانوں پر لازم ہے کہ سماجی بائیکاٹ کر دیں۔ واللہ تعالیٰ جل جلالہ و رسولہ الاعلیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم اعلم بالصواب

کتبہ

سید محمد نذیر الہاشمی سہروردی

(باپ کے سامنے بیوی کو طلاق طلاق طلاق طلاق کہا تو کیا حکم ہے؟)

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مسئلہ:۔کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ زید اپنے باپ سے لڑائی کر رہا تھا اپنی بیوی کو لیکر دوران لڑائی زید اپنے باپ سے بولتا ہے کہ تم چاہتے ہو کہ میں اپنی بیوی کو طلاق دے دوں تو لو طلاق طلاق طلاق زید اپنی بیوی سے نہیں بلکہ اپنے باپ سے طلاق کا جملہ استعمال کر رہا ہے تو کیا اس طرح سے طلاق ہوگئی

المستفتی:۔محمد شمیم اختر قادر

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوہاب

صورت مستفسرہ میں زید کی بیوی پر طلاق مغلظہ واقع ہوگئی، زید نے باپ کے چاہے سے یا کسی اور کے چاہے سے طلاق دی ہو بیوی موجود ہو یا نہ ہو بہر صورت طلاق واقع ہوگی، اب اگر زید اپنی بیوی کو پھر دوبارہ رکھنا چاہتا ہے تو عورت عدت گزارنے کے بعد دوسرے سے نکاح صحیح کے بعد ہمبستری کرے اور پھر طلاق حاصل کرے یا شوہر ثانی مرجائے پھر دوبارہ عدت گزارنے کے بعد شوہر اول کے ساتھ نکاح کر سکتی ہے جیسا کہ اللہ تعالی قرآن شریف میں ارشاد فرماتا ہے: فَإِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهُ مِنْ بَعْدُ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهُ، پھر اگر تیسری طلاق اسے دی تو اب وہ عورت اسے حلال نہ ہوگی جب تک دوسرے خاوند کے پاس نہ رہے۔(کنزالایمان سورہ بقرہ ۲/۲۳۰) واللہ تعالی اعلم

کتبہ

عبید اللہ رضوی بریلوی

(شوہر نے تین مرتبہ کہا کہ تجھے چھوڑا تو کیا حکم ہے؟)

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مسئلہ:۔کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ شوہر نے بیوی سے کہا میں نے تجھے چھوڑا میں نے تجھے چھوڑا میں نے تجھے چھوڑا تو اس صورت میں کیا حکم لاگو ہوگا اس کا جواب قران وحدیث کی روشنی میں عنایت فرمادیں شام تک بڑی مہربانی ہوگی **المستفتی:۔** محمد رضوان رضوی

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوہاب

صورت مسئولہ میں طلاق مغلظہ واقع ہوگئی اب بغیر حلالہ دوبارہ نکاح نہیں ہوسکتا اللہ فرماتا ہے :فَإِنۡ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهُ مِنۢ بَعۡدُ حَتَّىٰ تَنكِحَ زَوۡجًا غَيۡرَهُۥ پھر اگر تیسری طلاق اسے دی تو اب وہ عورت اسے حلال نہ ہوگی جب تک دوسرے خاوند کے پاس نہ رہے۔(کنزالایمان سورہ بقرہ ۲/۲۳۰)

اگر عورت کو طلاق دے دی تو وہ شوہر کے لئے حلال نہیں ہوگی یہاں تک کہ دوسرے شوہر سے نکاح کرلے یعنی طلاق مغلظہ کے بعد شوہر اول کی عدت گزارے اگر مدخولہ غیر حاملہ ہے تو تین ماہواری اور اگر حاملہ ہے تو وضع حمل اور اگر آئسہ ہے تو تین ماہ گزارنے کے بعد کسی دوسرے کے ساتھ نکاح کرے بعدہ شوہر ثانی اس کے ساتھ ہمبستری کرے پھر وہ چاہے تو طلاق دے اور اگر طلاق دے دے تو پھر اب اس کی عدت گزارے عدت کا مسئلہ وہی رہے گا جو اوپر مذکور ہے اس کے بعد شوہر اول سے نکاح کرسکتی ہے۔(حوالہ فتاویٰ فیض الرسول ج ۲ طلاق کا بیان) واللہ تعالیٰ اعلم والصواب

کتبہ

عبید اللہ رضوی بریلوی

(تین بار کہا فارغ کرتا ہوں تو طلاق واقع ہوگی؟)

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مسئلہ:۔کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ ایک آدمی نے اپنی بیوی کو مذاکرہ طلاق کے وقت تین مرتبہ کہا کہ میں تمہیں فارغ کرتا ہوں کیا ان الفاظ سے ایک طلاق واقع ہوگی یا تینوں طلاقیں واقع ہو جائیں۔اور کیا میں تمہیں فارغ کرتا ہوں یہ صریح الفاظ ہیں یا کنایہ الفاظ ہیں۔

المستفتی:۔محمد ارشد

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوہاب

فارغ کرنا،،اگر وہاں (پر جہاں پر اس نے یہ جملے کہے) کہ محاروہ میں طلاق کے الفاظ صریحہ سمجھا جاتا ہے۔۔کہ اگر شوہر کا اپنی سے،فارغ کرنا،عورت سے کہا جائے تو مفہوم طلاق ہو تو اس صورت میں اس آدمی کی عورت پر طلاق مغلظہ واقع ہوگئی بشرطیکہ وہ مدخولہ ہو (یعنی شوہر نے بیوی کے ساتھ وطی کی ہو) اگر چہ شوہر نے طلاق کی نیت نہ کی ہو اس لئے کہ صریح میں نیت کی ضرورت نہیں۔

فتاویٰ رضویہ ج۵ ص ۵۲۴ رمیں ہے کہ اگر فارغ خطی دینا وہاں کے محاورہ میں طلاق کے الفاظ صریحہ سے سمجھا جاتا ہے جیسا کہ یہاں کی بعض اقوام میں ہے کہ عورت کی نسبت اس کے کہنے سے طلاق واقع ہوتی ہے پھر تو دو طلاقیں ہوئیں۔

اور بہار شریعت حصہ ۸ رصفحہ ۱۰رجس میں ہے صریح لفظ وہ ہے جس سے طلاق مراد ہونا ظاہر ہو اکثر طلاق میں اس کا استعمال ہو اگر چہ وہ کسی زبان کا لفظ ہو۔

جوہر نیرہ ج۲ رص ۹۰ رپر ہے"لایفتقرالی النیۃیعنی الصریح لغلبتہ

الاستعمال،،اور اگر بیوی غیر مدخولہ ہے (یعنی شوہر نے اسکے ساتھ وطی نہیں کی ہو) تو اس صورت میں ایک طلاق بائن ہوگی باقی دولغو (بے کار) ہیں۔

لہذا وہ مرد اپنی بیوی سے اس کی مرضی سے دوبارہ نکاح کر سکتا ہے حلالہ کی ضرورت نہیں اور اگر،، فارغ کرنا،، وہاں کے محاورہ میں طلاق کے معنی میں مراد نہ ہو ایک طلاق بائن واقع ہوگی عورت اس کے نکاح سے نکل گئی اگر چہ شوہر کہے کہ طلاق کی نیت نہ تھی کہ مزاکرہ طلاق کا ذکر سوال میں ہے۔(فتاویٰ فیض الرسول ج ۲ رطلاق کا بیان) واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہ

عبیداللہ رضوی بریلوی

(طلاق طلاق طلاق ریکارڈ کر کے بھیجا تو؟)

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مسئلہ:۔کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی بیوی ہندہ کو بغیر خبر کئے دوسری شادی کرلی ہے اور جب یہ خبر ہندہ کو معلوم ہوا کہ زید نے دوسری شادی کرلی ہے تو زید اور ہندہ میں جھگڑے ہونے لگے ہندہ نے کہا کہ یا تو میں آپ کے نکاح میں رہوں گی یا پھر وہ رہے گی یعنی دوسری بیوی۔اسی بات کو لے کر زید نے اپنے ہوش وحواس میں رہ کر اور نام لے کر طلاق طلاق طلاق کا ریکارڈنگ کر کے اپنی دوسری بیوی کے پرسنل موبائل فون پر بھیج دیا ہے تو اب کیا یہ طلاق مانا جائے گا یا نہیں؟ مع حوالہ کے قرآن وسنّت کی روشنی میں جلد از جلد جواب عنایت فرمائیں عین نوازش ہوگی۔

نوٹ: جو ریکارڈ سائل نے ہمیں بھیجی ہے اس میں شوہر کے الفاظ یہ ہیں کہ ہم تم کو طلاق دے رہے ہیں، شبانہ جبیں (دوسری بیوی کا نام ہے) ہم تم کو طلاق دے رہے ہیں، طلاق طلاق طلاق۔اور سائل سے وضاحت لینے پر معلوم ہوا کہ نکاح ہونے کے چھ مہینے گزرنے کے بعد یہ معاملہ پیش آیا ہے اور زید نکاح کے بعد دوسری بیوی سے ہمبستری کر چکا ہے اور زید طلاق دینے کا اقرار بھی کر رہا ہے۔

المستفتی:۔محمد دلاور حسین، محبت پور، انڈیا

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوہاب

مذہب اسلام میں مرد کو ایک وقت میں چار شادیاں کرنے کی اجازت ہے بشرطیکہ وہ ان سب کے درمیان عدل کرسکتا ہو ورنہ ایک وقت میں ایک ہی بیوی پر اکتفاء ضروری ہے۔

چنانچہ قرآن کریم میں ہے: فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ مَثْنٰى وَ ثُلٰثَ وَ

رُبٰعَ فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تَعْدِلُوْا فَوَاحِدَةً۔ (تو نکاح میں لاؤ جو عورتیں تمہیں خوش آئیں دو دو اور تین تین اور چار چار پھر اگر ڈرو کہ دو بیبیوں کو برابر نہ رکھ سکو گے تو ایک ہی کرو۔ (کنز الایمان، النسآء: ۴/ ۳)

اس میں پہلی بیوی کی رضامندی یا عدم رضامندی کو کوئی دخل نہیں ہے لہٰذا مرد کو دوسری شادی کے لئے پہلی بیوی سے اجازت لینا ضروری نہیں۔ ہاں بہتر یہ ہے کہ پہلی بیوی کو اعتماد میں لے کر دوسری شادی کرے تاکہ مستقبل میں اس بات کو لے کر آئے دن فتنہ فساد برپا نہ ہو۔اور اگر کسی ملک میں یہ قانون ہو کہ دوسری شادی کے لئے پہلی بیوی کی اجازت ضروری ہے تو پھر وہاں کے مقامی لوگ پہلی بیوی سے لازمی اجازت لیں تاکہ بعد میں قانونی دشواریوں کا سامنا نہ کرنا پڑے۔البتہ اگر کوئی مرد پہلی بیوی کو بتائے بغیر چھپ کر دوسری شادی کر لے تو نکاح ہو جائے گا کیونکہ پہلی بیوی یا قانون کی اجازت ہونا صحت نکاح کی شرائط میں سے نہیں ہے۔

لہٰذا صورت مسؤلہ میں برتقدیر صدق سائل زید کی دوسری بیوی پر طلاق مغلّظہ واقع ہوگئی۔اس میں تفصیل یہ ہے کہ شوہر نے جب پہلی بار کہا کہ ہم تم کو طلاق دے رہے ہیں تو اس سے ایک طلاق واقع ہوگئی کیونکہ حال کے صیغے سے طلاق ہو جاتی ہے۔ چنانچہ علامہ کمال الدین ابن ہمام حنفی متوفی ۸۶۱ھ لکھتے ہیں اور اُن سے علامہ زین الدین ابن نجیم حنفی متوفی ۹۷۰ھ نقل کرتے ہیں اور اُن سے علامہ سیّد محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ نقل کرتے ہیں: وَلَا يَقَع بِأُطَلِّقُك إِلَّا إِذَا غَلَبَ فِي الْحَال۔ [واللفظ للأوّل] یعنی لفظ ”أطلّقك“ سے طلاق واقع نہیں ہوتی ہے مگر جب حال میں غالب ہو۔(فتح القدير، كتاب الطلاق، باب إيقاع الطلاق، ۴/۷) (البحر الرائق، كتاب الطلاق، باب ألفاظ الطلاق، تحت قوله: الصريح كأنت طالق ومطلقة وطلقتك، ۳/۲۷۱) (رد المحتار، كتاب الطلاق، باب صريح الطلاق، تحت قوله: وما بمعناها من الصريح، ۳/۲۴۸)

پھر جب اسی سے متصل شوہر نے طلاق طلاق طلاق کہا تو تینوں طلاقیں واقع ہوگئیں۔ چنانچہ علامہ علاء الدین حصکفی حنفی متوفی ۱۰۸۸ھ لکھتے ہیں: كرر لفظ الطلاق وقع الكل "یعنی لفظ

طلاق کو مکرّر کیا تو سب واقع ہو جائیں گی۔ (الدر المختار، کتاب الطلاق، باب طلاق غیر المدخول بہا، ص۲۱۳)

اورشوہر بیک وقت تین طلاقیں دینے کے سبب گنہگار ہوا جس کے لئے توبہ کرے اوراب بغیر حلالہ شرعیہ ان دونوں کا نکاح نہیں ہوسکتا ہے۔ چنانچہ قرآن کریم میں ہے: فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهٗ مِنْۢ بَعْدُ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَیْرَهٗ" پھر اگر تیسری طلاق اسے دی تو اب وہ عورت اسے حلال نہ ہوگی جب تک دوسرے خاوند کے پاس نہ رہے۔ (البقرۃ:۲/۲۳۰)

اورحلالہ کی صورت یہ ہے کہ پہلے شوہر کی عدّت ختم ہونے کے بعد یہ عورت دوسرے سے نکاح کرے اوروہ ہمبستری کے بعد طلاق دے یا مرجائے پھر عدّت گزرے تو اس کا نکاح پہلے شوہر کے ساتھ ہوسکے گا۔ واللہ تعالیٰ أعلم بالصواب

کتبہ

محمد اُسامہ قادری

(پانچ بار کہا جاؤ تم کو جواب دے دئے تو کیا حکم ہے؟)

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مسئلہ:۔کیافرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ زید کسی لڑکی سے بات کر رہا تھا اس کی بیوی ہندہ بولی آپ اس لڑکی سے کیوں بات کرتے ہیں ایک انڈرائڈ فون تھا اور ایک بٹن والا غصہ میں آکر دونوں کو پٹک کر پھوڑ ڈالا تب دونوں میں جھگڑا ہونے لگا اور جھگڑا ہونے کے درمیان زید نے اپنی بیوی کو کہہ دیا جاؤ تم کو جواب دے دیے اسی طرح زید نے مکمل پانچ سے سات مرتبہ یہ الفاظ بولے اب اس کے لیے کیا حکم ہے جواب دے کر شکریہ کا موقع عنایت فرمائیں

المستفتی:۔محمد امجد رضا قادری پھول تھوڑا اکھگڑیا بہار

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوہاب

مذکورہ جملہ جاؤ تم کو جواب دے دئے اگر وہاں کے عرف ومحاورہ میں طلاق صریح کے طور پر بولا جاتا ہے اور بیوی کی طرف نسبت کرنے میں اس سے طلاق ہی سمجھی جاتی ہے۔تو صورت مسؤلہ میں اگر واقعی زید نے یہ جملہ جاؤ تم کو جواب دے دئے اپنی بیوی ہندہ کو پانچ سے سات مرتبہ بول دیا تو اس طرح بولنے سے اس کی بیوی ہندہ پر تین طلاقیں مغلظہ واقع ہوگئیں۔اور وہ زید کے نکاح سے نکل کر اس پر حرام ہوگئی جیسا کہ ردالمحتار میں حضرت علامہ شامی قادری علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں "الصریح ما غلب فی العرف استعمالہ فی الطلاق بحیث لایستعمل عرفا الا فیہ من ای لغۃ کانت" صریح وہ ہے جسے اکثر عام طور پر طلاق کے معنی میں بولا جاتا ہوا گرچہ وہ کسی بھی زبان کا لفظ ہو۔(ردالمحتار ج۴ ص۴۶۴)

اور حضرت علامہ امام ابوبکر بن علی بن محمد الحدّ اد الزبیدی علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں "فالصریح : ما ظھر المراد بہ ظھورًا بینًا مثلًا انت طالق انت حرۃ..لان ھٰذہ الالفاظ تستعمل فی الطلاق ولا تستعمل فی غیرہ" صریح وہ ہے جس سے طلاق مراد ہونا واضح طور پر ظاہر ہو مثلاً تو طلاق یافتہ ہے تو آزاد ہے اس لیے کہ یہ الفاظ طلاق میں استعمال ہوتے ہیں اور چیز میں استعمال نہیں ہوتے ۔ (الجوھرۃ النیرۃ ج ۲ ص ۱۶۵)

اور سیدی سرکار اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان فاضل بریلوی علیہ الرحمہ ایک سوال کے جواب میں ارشاد فرماتے ہیں" اگر فارغ خطی دینا وہاں کے محاورہ میں طلاق کے الفاظ صریحہ سے سمجھا جاتا ہے جیسا کہ یہاں کی بعض اقوام میں ہے کہ عورت کی نسبت اس کے کہنے سے طلاق ہی مفہوم ہوتی ہے تو دو طلاق رجعی ہوئیں ۔ (فتاوی رضویہ جدید، ج ۱۲،ص ۵۶۹)

اور بہار شریعت میں صدرالشریعہ حضرت علامہ مفتی امجد علی اعظمی علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں: صریح وہ جس سے طلاق مراد ہونا ظاہر ہو اکثر طلاق میں اس کا استعمال ہوا گرچہ وہ کسی زبان کا لفظ ہو۔

(بہار شریعت ج ۲ ح ۸ ص ۱۱۵)

لہٰذا جہاں کے عرف ومحاورہ میں مذکورہ الفاظ طلاق کے لیے صریح ٹھہرتے ہوں وہاں طلاق واقع ہو جائے گی اور جہاں کے عرف میں یہ صریح نہ ہوں تو پھر یہ الفاظ کنایہ میں شمار ہوں گے اور طلاق کنایہ میں نیت درکار ہوتی ہے اگر طلاق کی نیت تھی تو طلاق بائن واقع ہوگی ورنہ نہیں ۔حضرت علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی علیہ الرحمہ (المتوفی ۸۵۵ھ) تحریر فرماتے ہیں: "صریح وھو ما ظھر المراد بہ ظھورًا بینًا، بحیث یسبق إلی فھم السامع مرادہ، کنایۃ وھی ما لا یظھر المراد منہ إلا بنیۃ" صریح وہ ہے جس کی مراد صاف ظاہر ہوتی ہے اس طور پر کہ طلاق ہی مراد ہونا سننے والے کے ذہن کی طرف سبقت کرتا ہے،اور کنایہ وہ ہے جس کی مراد نیت کے بغیر ظاہر نہ ہو۔(البنایۃ شرح الھدایۃ، کتاب الطلاق، ج۵ص۳۰۶ المطبعۃ الخیریۃ)

اور طلاق کی نیت نہ ہونے سے متعلق شوہر کی بات قسم کے ساتھ معتبر ہوگی۔ واللہ تعالیٰ جل جلالہ ورسولہ الاعلیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اعلم بالصواب

کتبہ

سید محمد نذیر الہاشمی سہروردی نوری ارشدی

(طلاق مغلظہ کے بعد بیوی کو کیسے رکھے؟)

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مسئلہ:۔کیافرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ زید نے نکاح کے دو ماہ بعد اپنی بیوی کی رخصتی سے قبل جبکہ خلوتِ صحیحہ بھی نہیں ہوئی تھی تین طلاقیں دیں یوں کہا کہ تجھے تین طلاقیں اسکے دو سال بعد اب اُسی عورت سے نکاح کرنا چاہتا ہے کیا حلالہ ضروری ہوگا؟ **المستفتی**:۔عبدالجبار خان عطاری

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب بعون الملک الوہاب

صورت مسئولہ میں حلالہ کرنا لازم ہے کہ بلا حلالہ زید کے لئے جائز نہ ہوگی جیسا کہ ارشاد ربانی ہے:فَإِنۡ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهُۥ مِنۢ بَعۡدُ حَتَّىٰ تَنكِحَ زَوۡجًا غَيۡرَهُۥۗ پھر اگر تیسری طلاق اسے دی تو اب وہ عورت اسے حلال نہ ہوگی جب تک دوسرے خاوند کے پاس نہ رہے۔(سورہ،بقرہ۲۳۰)

یعنی زید کی بیوی دوسرے سے نکاح کرے پھر بیوہ یا مطلقہ ہونے کے بعد عدت گزار کر زید سے دوبارہ عقد کرسکتی ہے۔واللہ اعلم بالصواب

کتبہ

محمد جواد القادری واحدی

(طلاق مغلظہ کے بعد بچہ پیدا ہوا تو ثابت النسب ہوگا یا نہیں؟)

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مسئلہ:۔کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی بیوی کو تین طلاق دے دیا تھا لیکن کم علمی کی بنیاد پر نہ زید نے کسی سے کہا اور نہ ہی ہندہ نے دونوں پھر سے ایک ساتھ رہنے لگے تین سال بعد ایک بچہ پیدا ہوا اس کے بعد زید نے اس بات کو ظاہر کیا۔ پوچھنا یہ ہے کہ وہ ثابت النسب مانا جائے گا یا نہیں؟ اور زید و ہندہ پر شریعت کا کیا حکم ہے؟ جواب عنایت فرمائیں مہربانی ہوگی۔

المستفتی:۔ راج محمد گائیڈیہ

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوہاب

ایک ساتھ تین طلاق دینا شرعاً جائز نہیں مگر پھر بھی طلاق ہو جاتی ہے صورت مسئولہ میں زید گنہگار ہوا پھر بغیر حلالہ کے رکھنا دہرا گناہ ہے کہ بغیر حلالہ کے رکھنا جائز نہیں ہے جیسا کہ ارشاد ربانی ہے: "فَإِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهُ مِنْ بَعْدُ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهُ" پھر اگر تیسری طلاق اسے دی تو اب وہ عورت اسے حلال نہ ہوگی جب تک دوسرے خاوند کے پاس نہ رہے۔ (کنزالایمان، بقرہ ۲۳۰)

زید پر لازم ہے کہ بیوی کو اپنے سے دور کرکے سچے دل سے علانیہ توبہ کرلے اور کار خیر کرے کہ توبہ اور کار خیر گناہ میں معاون ہیں جیسا کہ ارشاد ربانی ہے: "اِلَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا فَاُولٰٓئِكَ يُبَدِّلُ اللّٰهُ سَيِّاٰتِهِمْ حَسَنٰتٍ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا" مگر جو توبہ کرے اور ایمان لائے اور اچھا کام کرے تو ایسوں کی برائیوں کو اللہ بھلائیوں سے بدل دے گا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ (کنزالایمان، سورہ فرقان ۷۰)

اور اگر ایسا نہ کرے تو! مسلمانوں پر لازم ہے کہ اس کا بائیکاٹ کردیں جیسا کہ قرآن شریف میں ہے: "وَ اِمَّا یُنْسِیَنَّكَ الشَّیْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ" اور جو کہیں تجھے شیطان بھلا دے تو یاد آئے پر ظالموں کے پاس نہ بیٹھ۔ (کنز الایمان، سورہ انعام ٦٨)

ہاں اگر زید ہندہ کو رکھنا چاہتا ہے تو پہلے حلالہ کرائے یعنی کسی سنی صحیح العقیدہ سے پہلے شادی کرادے پھر اسکے انتقال کے بعد یا طلاق دینے کے بعد عورت تین حیض آنے تک عدت گزارے بعدہ عدت کے زید ہندہ سے شادی کرسکتا ہے۔ (کتب فقہ وفتاوی)

بیٹا ثابت النسب نہیں مانا جائے گا بلکہ وہ ولد الزنا ہے جیسا کہ فتاوی عالمگیری میں ہے: إذا زنی رجل بامرأة فجاءت بولد فادعاه الزانی لم یثبت نسبه منه، وأما المرأة فیثبت نسبه منها" اگر کوئی مرد کسی عورت سے زنا کرے اور وہ بچہ پیدا کرے اور زانی اس کا دعویٰ کرے تو اس سے اس کا نسب ثابت نہ ہوگا البتہ عورت سے اس کا نسب ثابت ہوگا۔ (جلد ۴ ص ۱۲۷)

وہ اپنی ماں کے پاس رہے گا مگر وہ گنہگار نہیں کیونکہ اس میں اس بچے کا کچھ قصور نہیں ہے۔

واللہ اعلم بالصواب

کتبہ

فقیر تاج محمد حنفی قادری واحدی

(حلالہ کا طریقہ کیا ہے؟)

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مسئلہ:۔کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ حلالہ کا طریقہ کیا ہے؟ قرآن وحدیث اور کتب فتاوی کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں عین نوازش ہوگی؟ **المستفتی**:۔عبداللہ

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوہاب

علامہ صدر الشریعہ علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: حلالہ کا طریقہ یہ ہے طلاق کی عدت گزرنے کے بعد عورت دوسرے سے نکاح صحیح کرے پھر وہ دوسرا شوہر اس سے وطی کرنے کے بعد طلاق دے دے یا مرجائے پھر اس طلاق یا موت کی عدت گزرنے کے بعد شوہر اول سے نکاح جائز ہوگا حلالہ کے لئے دوسرے شوہر کا وطی یعنی دخول کرنا ضروری ہے بغیر اس کے شوہر اول کیلئے حلال نہیں حدیث عسیلة جو ایک مشہور حدیث ہے جس کو بخاری ومسلم ودیگر محدثین نے ام المومنین عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا سے روایت کیا فرماتی ہیں: جائت امرأة رفاعة القرظي الى رسول الله ﷺ فقالت انی کنت عند رفاعة فطلقنی فبت طلاقی فتزوجت بعدہ عبد الرحمن بن الزبیر ومامعه الا کھدبة الثوب فقال اتریدین ان ترجعی الی رفاعة قالت نعم قال لاحتی تذوقی عسیلة ویذوق عسیلتك" رفاعہ قرظی رضی اللہ تعالی عنہ نے اپنی زوجہ کو تین طلاقیں دیدی تھی اس کے بعد اس عورت نے عبد الرحمن ابن زبیر رضی اللہ تعالی عنہ سے نکاح کیا پھر حضور کی خدمت میں حاضر ہوکر اپنے شوہر ثانی کی نامردی کی شکایت کی اور شوہر اول سے پھر نکاح کرنا چاہا حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ یہ نہیں ہوسکتا جب تک کہ تو شوہر ثانی کا مزہ نہ چکھے اور وہ تیرا مزہ نہ

چکھے یعنی جب تک دخول اور جماع نہ ہو تو شوہر اول سے نکاح نہیں ہو سکتا۔تنویر الابصار و درمختار میں ہے:لاینکح مطلقه بهاای بالثلث حتی یطأ غیره اه ملتقطا ۔(فتاوی امجدیہ ج۲ص ۲۷۶)واللہ اعلم عزوجل ورسولہ اعلم ﷺ

کتبہ

ابوکوثر محمد ارمان علی حنفی قادری جامعی

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

(وَ الۡمُطَلَّقٰتُ یَتَرَبَّصۡنَ بِاَنۡفُسِہِنَّ ثَلٰثَۃَ قُرُوۡٓءٍ)

اور طلاق والیاں اپنی جانوں کو روکے رہیں تین حیض تک (کنزالایمان، سورۃ البقرہ ۲۲۸)

عدت کا بیان

۱۰/ فتاوی

ناشرین

جملہ اراکین مسائل شرعیہ

(مطلقہ کا نکاح ایک مہینہ کے بعد کرنا کیسا ہے؟)

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مسئلہ:۔کیافرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ ہندہ ایک طلاق شدہ عورت ہے جو پہلے زید کے نکاح میں تھی زید کے طلاق کے 35 دن بعد عمر جان بوجھ کر ہندہ کا نکاح بکر سے کرادیا عمر جو کہ مسجد وعیدگاہ کا امام ومدرسہ کا مدرس ہے اور ایک مشت سے ڈاڑھی بھی کم رکھتا ہے کیا یہ نکاح درست ہوا یا نہیں؟ اگر نہیں تو عمر کے لئے شریعت کا کیا حکم ہے جو نمازیں انکے پیچھے پڑھی گئیں اس کا اعادہ ضروری ہے یا نہیں؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں تفصیلی جواب عنایت فرمائیں۔

المستفتی:۔ تلمیذ مفتی اعظم کانپور امجد علی اشرفی دیناچھوری

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوہاب

مطلقہ کی عدت تین حیض ہے جبکہ اسے حیض آتا ہو اور وہ حاملہ نہ ہو جیسا کہ ارشاد ربانی ہے" وَالْمُطَلَّقٰتُ یَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ ثَلٰثَةَ قُرُوْٓءٍ"اور طلاق والیاں اپنی جانوں کو روکے رہیں تین حیض تک۔(کنزالایمان،سورہ بقرہ ۲۲۸)

اور اگر اسے حیض نہیں آرہا تھا یا ضعیفہ ہو چکی تھی کہ اب حیض نہیں آتا تو اس کی عدت تین ماہ تھی اور اگر حاملہ تھی تو اس کی عدت بچہ جننے تک ہے جیسا کہ ارشاد ربانی ہے:" وَالّٰٓـِٔیْ یَئِسْنَ مِنَ الْمَحِیْضِ مِنْ نِّسَآىِٕكُمْ اِنِ ارْتَبْتُمْ فَعِدَّتُهُنَّ ثَلٰثَةُ اَشْهُرٍ وَّالّٰٓـِٔیْ لَمْ یَحِضْنَ وَ اُولَاتُ الْاَحْمَالِ اَجَلُهُنَّ اَنْ یَّضَعْنَ حَمْلَهُنَّ"اور تمہاری عورتوں میں جنہیں حیض کی امید نہ رہی اگر تمہیں کچھ شک ہو تو ان کی عدت تین مہینے ہے اور ان کی جنہیں ابھی حیض نہ آیا،اور حمل والیوں کی

میعاد یہ ہے کہ وہ اپنا حمل جن لیں ۔(کنزالایمان،سورہ طلاق ۴)

اور فتاوی رضویہ میں ہے: طلاق کی عدت حیض والی کے لئے تین حیض ہیں جو بعد طلاق شروع ہو کر ختم ہو جائیں، اور جسے حیض ابھی نہیں آیا یا حیض کی عمر سے گزر چکی اس کے لئے تین مہینہ اور حمل والی کے لئے وضع حمل ۔(فتاوی رضویہ ج ۱۳ ص ۲۹۵ دعوت اسلامی)

ہندہ اگر حمل سے تھی اور ۳۵ دن سے پہلے بچہ پیدا ہو گیا تھا تو نکاح درست ہے اور اگر حمل والی نہیں تھی تو عدت کے اندر نکاح پڑھانا حرام اشد حرام ہے عمر پر لازم ہے کو وہ اعلانیہ توبہ کرے اور نکاحانہ پیسہ واپس کرے ساتھ ہی نکاح نہ ہونے کا اعلان کرے ۔

ڈاڑھی کے متعلق سرکار اعلی حضرت عظیم البرکت مجدد اعظم امام احمد رضا خاں علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں داڑھی منڈانا اور کترواکر حد شرع سے کم کرانا دونوں حرام وفسق ہیں ۔(فتاوی رضویہ جلد ۶ ص ۵۰۵ دعوت اسلامی)

زید کے پیچھے جتنی نمازیں پڑھی گئیں ان سب کا دہرانا واجب ہے اور اس کو امام بنانا گناہ ہے مسلمانوں پر لازم ہے کہ عمر کا بائیکاٹ کر دیں جیسا کہ ارشاد ربانی ہے:"وَاِمَّا یُنْسِیَنَّكَ الشَّیْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ"اور جو کہیں تجھے شیطان بھلا دے تو یاد آئے پر ظالموں کے پاس نہ بیٹھ ۔(کنزالایمان،سورہ انعام ۶۸)

ہاں اگر توبہ استغفار کر لے نکاحانہ پیسہ واپس کر دے نکاح نہ ہونے کا اعلان کر دے اور ڈاڑھی ایک مشت تک رکھ لے پھر آئندہ ایسا نہ کرنے کا وعدہ کر لے تو کار خیر کرنے کے لئے کہیں مثلاً مسجد میں جن چیزوں کی ضرورت ہو وہ لا کر دے اور میلاد وغیرہ کرے اور غریبوں میں صدقات وخیرات کرے کہ اعمال صالحہ قبول توبہ میں معاون ہوتے ہیں جیسا کہ قرآن شریف میں ہے: "اِلَّا مَنْ تَابَ وَ اٰمَنَ وَ عَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا فَاُولٰٓئِكَ یُبَدِّلُ اللّٰهُ سَیِّاٰتِهِمْ حَسَنٰتٍ ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِیْمًا"، مگر جو توبہ کرے اور ایمان لائے اور اچھا کام کرے تو ایسوں کی برائیوں کو اللہ بھلائیوں سے بدل

دے گا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے ۔(کنز الایمان، سورہ فرقان ۷۰)

بعدہ مل جل کر رہنے میں اور اسکے پیچھے نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہیں ۔ واللہ اعلم بالصواب

کتبہ

فقیر تاج محمد حنفی قادری واحدی

(بغر عدت گزارے مطلقہ فرار ہوگئی تو کیا حکم ہے؟)

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مسئلہ:۔کیافرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنے بیوی کوطلاق دی پھر اسی دن اس مطلقہ عورت کو بغیر عدت گزارے بکرلیکر فرار ہوگیا پھر تقریباً تین ماہ بعد گھر آیا اس کے بعد بکر پھر فرار ہوگیا اب اس مسئلہ میں دریافت طلب امر یہ ہے کہ گاؤں والوں کو زید و بکر کے گھر والوں کے ساتھ کیسا سلوک کرنا چاہیے؟ گھروالوں کا بائیکاٹ کریں یا ساتھ میں مل جل کر رہیں؟ شریعت کے روشنی میں جواب عنایت فرمائیں؟ کرم ہوگا۔

المستفتی:۔غوث محمد اکبر پورامبیڈکرنگر

وعلیکم السلام ورحمتہ اللہ وبرکاتہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب بعون العلیم الوہاب وھوالموفق للحق والصواب

نہ زید کا قصور ہے اور نہ زید کے اہل خانہ کا۔البتہ بکر اور مطلقہ سخت مجرم اور گناہ کبیرہ کا مرتکب ہوئے،کسی بھی عورت کو لیکر فرار ہونا خواہ مطلقہ ہو یا منکوحہ حرام اور شدید جرم ہے،بکر و مطلقہ اپنے اس عمل کی وجہ سے مستحق نار موجب غضب جبار ہوئے۔

لہذا زید کے گھر والوں کا بائیکاٹ کرنے کا حکم نہیں،البتہ بکر پر لازم ہے کہ وہ اس عورت کو واپس لائے اور دونوں اپنے اس عمل بد سے صدق دل سے اللہ کی بارگاہ میں توبہ کریں۔اور بکر ایسا نہ کرے تو بکر کا بائیکاٹ کیا جائے۔اور اگر اس کے گھر والے بھی اس کے اس عمل بد سے راضی ہیں اور اس سے کچھ نہیں کہتے تو ان کا بھی بائیکاٹ کیا جائے۔"اِمَّا یُنْسِیَنَّكَ الشَّیْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ" اور جو کہیں تجھے شیطان بھلاوے تو یاد آئے پر ظالموں کے پاس نہ بیٹھ۔(سورہ انعام ۶۸)

معتدہ سے نکاح حرام ہے جیسا کہ کتب فقہ سے ثابت ہے۔ ملا نظام الدین ہندی فرماتے ہیں "لا یجوز للرجل ان یتزوج زوجة غیرہ و کذلك المعتدة" مرد کے لئے کسی دوسرے کی بیوی سے نکاح کرنا جائز نہیں ہے، اسی طرح سے معتدہ سے بھی نکاح جائز نہیں ہے۔ (فتاوی عالمگیری جلد اول کتاب النکاح باب المحرمات القسم السادس ص ۳۰۹ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان) واللہ اعلم بالصواب

کتبہ
محمد ایاز حسین تسلیمی

(ایک مہینہ سترہ دن کی عدت گزار کر نکاح کرنا کیسا ہے؟)

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مسئلہ:۔کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ زید کی بیوی بلا ضرورت قرض لے لی اس بات پر زید بہت ناراض گی دکھایا اور بولا میرے گھر میں رہی تو تجھے طلاق دے دیں گے اس بات پر زید کی بیوی گھر چھوڑ کر اپنے میکے چلی گئی کچھ دنوں کے بعد زید نے اپنے دوست سے کہا میں نے اپنی بیوی کو طلاق دے دیا یہ مسئلہ گاؤں کے امام صاحب کے پاس پہنچا امام صاحب نے طلاق رجعی واقع ہونا بتایا ایک مہینہ سترہ دن ہونے کی وجہ سے امام صاحب نے طلاق بائن ثابت کیا اور کہا دوبارہ نکاح کرنا پڑے گا اور امام صاحب نے زید کو زید کی بیوی کے ساتھ دوبارہ نکاح پڑھا دیا یہ کہاں تک درست ہے ذرا وضاحت فرمائیں تو مہربانی ہوگی۔ **المستفتی:۔** محمد شہاب الدین رضوی مظفر پور بہار

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوہاب ھو الھادی الی الصواب

بلا وجہ طلاق دینا درست نہیں اللہ ورسول کو ناپسند ہے (جل جلالہ وصلی اللہ علیہ وسلم) لفظ طلاق دے دیں گے سے طلاق واقع نہیں ہوتی البتہ دوستوں سے کہنے کی وجہ سے طلاق رجعی واقع ہوگئی جیسا کہ شامی میں ہے:و لو أقر بالطلاق کاذبا أو هازلا وقع قضاء لا دیانة . اھ .(فتاوی شامی ج۳ص ۲۲٦)

اور اس کی عدت تین حیض ہے جیسا کہ ارشاد ربانی ہے "وَ الْمُطَلَّقٰتُ یَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ ثَلٰثَةَ قُرُوْٓءٍ" اور طلاق والیاں اپنی جانوں کو روکے رہیں تین حیض تک۔(کنزالایمان،سورہ بقرہ،۲۲۸)

اگر ایک مہینہ سترہ دن کے اندر تین حیض آچکا تھا تو دوبارہ نکاح ہونے کی وجہ سے پھر اسکی زوجہ ہوگئی اور اگر عدت مکمل نہ ہوئی تب تو زید کے نکاح ہی میں ہے رجوع کرنے سے بھی کام چل جاتا مزید تجدید نکاح ہوگیا تو حرج نہیں۔

البتہ عدت مکمل نہ ہونے کی صورت میں عالم صاحب کا ایک مہینہ سترہ دن پر طلاق بائن کا حکم دینا اور دوبارہ نکاح پڑھانا سراسر جہالت ہے ان پر لازم ہے کہ علانیہ توبہ کریں اور دوبارہ غلط مسئلہ بتانے کی جسارت نہ کریں کیونکہ غلط مسئلہ بیان کرنے والے پر زمین وآسمان کے فرشتے لعنت بھیجتے ہیں جیسا کہ حدیث شریف میں ہے "من افتی بغیر علم لعنته ملائکة السماء والارض" جو بغیر علم کے فتوی دے اس پر آسمان وزمین کے فرشتوں کی لعنت ہو۔(ابن عساکر عن علی حدیث ۲۹۰۱۸ بحوالہ فتاوی رضویہ) واللہ اعلم بالصواب

کتبہ

فقیر تاج محمد قادری واحدی

(کیا عدت گزارنا ضروری ہے؟)

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مسئلہ:۔کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ ایک عورت کو اس کے شوہر نے تین طلاق دی اس بات کو چار سال ہو گئے لیکن عورت نے اس کی عدت نہیں گزاری اب وہ عورت بلا عدت گزارے دوسرا نکاح کرنا چاہتی ہے تو کیا صورت ہوگی؟ رہنمائی فرمائیں؟ **المستفتی:۔** مصطفیٰ نوری گدر پور

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوہاب

سوال سے ظاہر ہے کہ مذکورہ عورت نے احکامِ عدت کی رعایت نہیں کی ہے اسی لئے یہ کہا جا رہا ہے کہ وہ عدت میں نہیں بیٹھی ہے پس اگر واقعی ایسا ہے تو وہ عورت ضرور گنہگار ہوئی ہے کیونکہ طلاق یا وفات کی عدت میں عورت پر اپنے شوہر کے گھر پر عدت گزارنا واجب ہے اسی طرح طلاق بائن یا طلاق مغلظہ کی صورت میں عورت پر سوگ بھی واجب ہوتا ہے اور اس کے معنی یہ ہیں کہ عورت زینت کو ترک کرے یعنی ہر قسم کے زیور وغیرہ استعمال نہ کرے اور نہ ہی مہندی وغیرہ لگائے اور ترکِ واجب گناہ ہوتا ہے لہٰذا وہ اپنے اس عمل سے اللہ عزوجل کی بارگاہ میں توبہ کرے لیکن اب وہ عورت دوسرا نکاح کر سکتی ہے بشرطیکہ اسے طلاق کے بعد تین حیض آ گئے ہوں اور ظاہر ہے کہ اتنے طویل عرصے میں اسے تین حیض آ گئے ہوں گے۔اور اگر وہ عورت بوقتِ طلاق حاملہ تھی تو فقط وضعِ حمل (بچہ جننے) سے اس کی عدت مکمل ہو گئی۔ چنانچہ مطلقہ حائضہ کی عدت تین ماہواریاں ہونے کے متعلق قرآن کریم میں ہے: وَالْمُطَلَّقٰتُ یَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ ثَلٰثَةَ قُرُوْٓءٍ "اور طلاق والیاں اپنی جانوں کو روکے رہیں تین حیض تک۔ (البقرۃ ۲۲۸)

اور حاملہ کی عدت وضع حمل ہونے کے متعلق قرآن کریم میں ہے: وَ اُولَاتُ الْاَحْمَالِ اَجَلُهُنَّ اَنْ يَّضَعْنَ حَمْلَهُنَّ " اور حمل والیوں کی میعاد یہ ہے کہ وہ اپنا حمل جَن لیں۔ (الطلاق: ۶۵/۴)

اور یہ بھی واضح رہے کہ عدت کی تکمیل احکام عدت کی رعایت پر موقوف نہیں ہے یہاں تک اگر کسی عورت کو خود کے مطلقہ ہونے کا معلوم نہ ہوا اور اسے تین حیض آنے کے بعد اس کی خبر ہو جب بھی اس کی عدت پوری ہو جائے گی حالانکہ ظاہر ہے کہ جس عورت کو خود کے مطلقہ ہونے کا معلوم ہی نہ ہوگا تو وہ عدت کی پابندیوں کا بھی لحاظ نہیں رکھے گی لیکن اس کے باوجود یہ حکم ہونا اس امر پر بین یعنی واضح دلیل ہے کہ " عدت " احکام عدت کی رعایت کا نام نہیں ہے بلکہ " عدت " ایک زمانے کے گزرنے کا نام ہے چنانچہ علامہ ابو الحسن احمد بن محمد قدوری حنفی متوفی ۴۲۸ھ اور علامہ ابو بکر بن علی حنفی متوفی ۸۰۰ھ لکھتے ہیں: (وابتداء العدة فی الطلاق عقیب الطلاق وفی الوفاة عقیب الوفاة فان لم تعلم بالطلاق او الوفاة حتی مضت المدة فقد انقضت عدتها)؛ لان العدة هی مضی الزمان فاذا مضت المدة انقضت العدة" یعنی طلاق کی عدت وقتِ طلاق سے اور وفات کی عدت وقتِ وفات سے ہے پس اگر عورت کو شوہر کے طلاق دینے یا اس کے فوت ہو جانے کی خبر نہ ہوئی یہاں تک کہ عدت گزر گئی جب بھی اس کی عدت پوری ہو گئی کیونکہ عدت ایک زمانے کے گزرنے کا نام ہے۔ (مختصر القدوری وشرحه الجوهرة النيرة ۲/۲۵۱)

اور صدر الشریعہ مفتی محمد امجد علی اعظمی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں: طلاق کی عدت وقتِ طلاق سے ہے اگر چہ عورت کو اس کی اطلاع نہ ہو کہ شوہر نے اُسے طلاق دی ہے اور تین حیض آنے کے بعد معلوم ہوا تو عدت ختم ہو چکی۔ (بہار شریعت ۲/۲۳۸) واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہ

محمد اسامہ قادری

(کیا عدت کا نفقہ شوہر پر واجب ہے؟)

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مسئلہ:۔کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ ایک شخص کی بیوی دو سال سے اپنے ماں کے پاس رہ رہی تھی تین بیٹیاں بھی ہیں شوہر نے طلاق دے دی عورت نے بیٹیاں شوہر کو نہیں دی شوہر نے تین لاکھ روپئے عورت کو دیا اب بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ جب تک عورت کی عدت پوری نہیں ہوتی تب تک مرد کو خرچہ دینا چاہئے کیا تین لاکھ روپے دینے کے بعد بھی عدت کی مدت تک خرچہ دینے کا حکم ہے؟ رہنمائی فرمائیں　　　　**المستفتی**:۔محمد حسین نعمانی

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوہاب

وہ عورت جو شوہر کی اجازت کے بغیر میکے چلی گئی ہو اور شوہر طلاق دے دے تو عدت کا نفقہ شوہر پر واجب نہیں ہاں اگر طلاق کے بعد عدت پوری کرنے شوہر کے گھر آگئی ہو تو عدت کا نفقہ شوہر پر واجب ہے۔جیسا کہ بہار شریعت جلد دوم حصہ ہشتم صفحہ ۲۶۳ میں ہے: جو عورت بے اجازتِ شوہر گھر سے چلی جایا کرتی ہے اس بنا پر اُسے طلاق دیدی تو عدت کا نفقہ نہیں پائے گی ہاں اگر بعدِ طلاق شوہر کے گھر میں رہی اور باہر جانا چھوڑ دیا تو پائے گی۔(ھکذا فتاویٰ بحر العلوم جلد دوم صفحہ ۵۳۶)

یہ بات سوال سے واضح ہے کہ عورت اپنے شوہر کی اجازت کے بغیر اپنے ماں کے پاس رہتی تھی اور اس کے شوہر نے طلاق دے دیا تو وہ عدت کے نفقہ کا مستحق نہیں ہے اور اگر عدت شوہر کے گھر پوری کرے گی تو عدت کا نفقہ پائے گی۔اور شوہر نے جو تین لاکھ روپیہ دیا ہے اگر وہ مہر کا رقم ہے یا بچیوں کی پرورش کے لیے لیا ہے تو اس کا لینا صحیح ہے اور اس رقم سے ان بیٹیوں کی پرورش کرے۔اس

وقت تک جب کہ وہ بیٹیاں حد شہوت کو نہ پہنچ جائیں یعنی نو سال کی عمر تک۔

جیسا کہ حضور صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں: لڑکی اس وقت تک عورت کی پرورش میں رہے گی کہ حد شہوت کو پہنچ جائے اس کی مقدار نو برس کی عمر ہے اور اگر اس عمر سے کم میں لڑکی کا نکاح کر دیا گیا جب بھی اسی کی پرورش میں رہے گی نکاح کر دینے سے حق پرورش باطل نہ ہوگا جب تک مرد کے قابل نہ ہو۔ (بہار شریعت جلد دوم حصہ ہشتم صفحہ ۲۵۵)

اور اگر مہر کا رقم باقی نہ تھا یعنی پہلے دے چکا تھا پھر یہ تین لاکھ بچیوں کی پرورش و عدت کا خرچ کہہ کر دیا جب تو الگ سے رقم کا مطالبہ کرنا غلط ہے۔ اور جو لوگ کہ رہے ہیں جب تک عدت پورنہ ہو جائے عدت کا خرچ دینا ہوگا تو پہلے ان لوگوں کو مسئلہ سے آگاہ کیا جائے کہ جو عورت بلا شوہر کی اجازت میکے چلی جائے تو خرچ پانے کا مستحق نہیں ہوتی اور اگر اجازت پر گئی تھی تو یہ تین لاکھ خرچ کے لئے کافی ہے، ہاں اگر شوہر نے کہا ہو کہ یہ تین لاکھ بچیوں کے خرچ کے لئے ہیں تو اب الگ سے عدت کا خرچ دینا ہوگا جب کہ شوہر کی اجازت پر میکے گئی ہو۔ واللہ اعلم بالصواب

کتبہ

محمد عمران قادری تنویری غفرلہ

(عدت کے اندر نکاح کرنا کیسا ہے؟)

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مسئلہ:۔کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ ہندہ کا نکاح زید سے ہوا اور کچھ دنوں کے بعد ہندہ نے زید سے طلاق لے لی اور بعد طلاق ہندہ نے بکر سے دوسرا نکاح کرلیا پھر ہندہ نے بکر سے بھی طلاق لے لی اور عدت کے اندر ہی ہندہ نے (زید) شوہر اول سے پھر نکاح کرلیا تو کیا ایسی صورت میں ہندہ کا نکاح شوہر اول کے ساتھ میں درست ہوگا کہ نہیں اور مذکورہ مطلقہ سے جو بچے پیدا ہونگے ان کے اوپر کونسا حکم نافذ ہوگا کتاب وسنت کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔

المستفتی:۔محمد وسیم القادری اترولہ

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوہاب ھو الھادی الی الصواب

اگر دوسرا نکاح عدت کے بعد ہوا تو وہ درست ہے اور وہ بچے ثابت النسب ہونگے اور اگر عدت کے اندر ہوا تو ناجائز وحرام ہوا اور وہ بچے ثابت النسب نہ ہوگے کہ زنا سے جو بچے پیدا ہوتے ہیں انہیں ثابت النسب نہیں کہا جاتا نکاح ثالث نہ ہوا کہ عدت کے اندر نکاح کرنا تو دور کی بات سرکار اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ عدت میں نکاح تو نکاح ،نکاح کا پیغام دینا حرام ہے۔(فتاوی رضویہ جلد ۱۱ رص ۲۶۷ ردعوت اسلامی)

اور جو بچے پیدا ہونگے وہ سب کے سب ولد الزنا کہلائیں گے،مسلمانوں پر لازم ہے کہ زید وہندہ کو الگ ہونے پر مجبور کریں بعدہ زید وہندہ اور وہ حضرات جو یہ جانتے ہوئے کہ یہ نکاح عدت کے اندر ہورہا ہے مجلس نکاح میں شامل ہوئے یا نکاح پڑھائے یا گواہ بنے ان سب پر توبہ استغفار لازم ہے

بعد کار خیر کرنے کو کہیں کہ کار خیر توبہ میں معاون ہے جیسا کہ ارشاد ربانی ہے ”اِلَّا مَنۡ تَابَ وَ اٰمَنَ وَ عَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا فَاُولٰٓئِکَ یُبَدِّلُ اللّٰہُ سَیِّاٰتِہِمۡ حَسَنٰتٍ ۔وَ کَانَ اللّٰہُ غَفُوۡرًا رَّحِیۡمًا“ مگر جو توبہ کرے اور ایمان لائے اور اچھا کام کرے تو ایسوں کی برائیوں کو اللہ بھلائیوں سے بدل دے گا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔(کنزالایمان،سورہ فرقان ۷۰)

اور اگر ایسا نہ کریں تو ان دونوں کا نیز ان سبھی حضرات کا جو علم رکھتے ہوئے مجلس نکاح میں شامل ہوئے یا نکاح پڑھائے یا گواہ بنے سماجی بائیکاٹ کیا جائے جیسا کہ قرآن شریف میں ہے ”وَ اِمَّا یُنۡسِیَنَّکَ الشَّیۡطٰنُ فَلَا تَقۡعُدۡ بَعۡدَ الذِّکۡرٰی مَعَ الۡقَوۡمِ الظّٰلِمِیۡنَ“ اور جو کہیں تجھے شیطان بھلا دے تو یاد آئے پر ظالموں کے پاس نہ بیٹھ۔(سورہ انعام ۶۸)

اور جب حضرات کو یہ علم نہیں تھا کہ یہ نکاح عدت کے ندر ہو رہا ہے ان پر کچھ الزام نہیں یعنی وہ گنہگار نہیں ،بعدہ عدت گزار کر چاہے تو نکاح کر سکتی ہے ،اور بچوں پر شرعا کوئی حکم نہیں کہ انکی کوئی خطا نہیں ہے۔اور اگر زید نے طلاق رجعی دی تھی اور اسی عدت کے اندر نکاح ثانی کی پھر اسی عدت کے اندر طلاق لیکر شوہر اول سے شادی کی تو یہ جائز و درست ہے اور جو بچے پیدا ہونگے وہ ثابت النسب ہونگے البتہ عدت کے اندر نکاح ثانی کرنے کے سبب گنہگار ہوئی یوں سمجھو کہ شوہر ثانی کے ساتھ زنا کرتی رہی۔(العیاذ باللہ) واللہ اعلم بالصواب

کتبہ

فقیر تاج محمد قادری واحدی

(عدت کسے کہتے ہیں؟)

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مسئلہ:۔کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ لڑکی کی طلاق ہوگئی اور اس نے عدت نہیں کی پانچ سال وہ اپنے گھر رہی پھر اس کی کسی لڑکے کے ساتھ شادی ہوگئی اب اس لڑکی کے جو بچے ہونگے وہ جائز ہونگے یا ناجائز؟ کیا دوسرے نکاح کے لئے عدت شرط ہے؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب عنایت کریں جزاک اللہ

المستفتی:۔ سجاد رضا نعیمی

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوہاب

مطلقہ کو عدت گزارنا لازم وضروری ہے اور ایک وقت متعینہ تک زینت کرنا یعنی میک اپ ،سنگار وغیرہ کرنا نیز اس مدت عدت میں نکاح کرنا یا نکاح کا پیغام دینا جائز نہیں ہے یعنی اس مدت تک ان چیزوں سے رکے رہنے کا نام عدت ہے۔نہ کہ ایک کوٹھری میں بیٹھنے کا نام عدت ہے جیسا کہ جہلا میں رائج ہے۔ چونکہ سوال میں پانچ سال مذکور ہے ظاہر سی بات ہے کہ اتنے دنوں میں عدت پوری ہوجائے گی اس کو الگ سے عدت نہیں گزارنی ہے۔کیونکہ مطلقہ مدخولہ غیر حاملہ کی عدت تین حیض ہے جیسا کہ ارشاد ربانی ہے:"وَ الْمُطَلَّقٰتُ یَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ ثَلٰثَةَ قُرُوْٓءٍ "اور طلاق والیاں اپنی جانوں کو روکے رہیں تین حیض تک۔(کنزالایمان،سورہ بقرہ ۲۲۸)

اور اگر وہ لڑکی غیر مدخولہ تھی تو اس کے لئے کوئی عدت نہیں ہے جب چاہے نکاح کرسکتی ہے جیسا کہ ارشاد ربانی ہے:"یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا نَكَحْتُمُ الْمُؤْمِنٰتِ ثُمَّ طَلَّقْتُمُوْهُنَّ مِنْ قَبْلِ اَنْ تَمَسُّوْهُنَّ فَمَا لَكُمْ عَلَیْهِنَّ مِنْ عِدَّةٍ تَعْتَدُّوْنَهَا "اے ایمان والو! جب تم مسلمان

عورتوں سے نکاح کرو پھر انہیں بے ہاتھ لگائے چھوڑ دو تو تمہارے لیے کچھ عدت نہیں جسے گنو تو انہیں کچھ فائدہ دو اور اچھی طرح سے چھوڑ دو۔(کنزالایمان،سورہ احزاب آیت نمبر ۴۹)

اور اگر وہ لڑکی حاملہ تھی تو اس کی عدت بچہ پیدا ہونے تک ہے جیسا کہ ارشاد ربانی ہے "وَاُولَاتُ الْاَحْمَالِ اَجَلُهُنَّ اَنْ يَّضَعْنَ حَمْلَهُنَّ" اور حمل والیوں کی میعاد یہ ہے کہ وہ اپنا حمل جَن لیں۔(کنزالایمان،سورہ طلاق ۴)

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ نکاح ثانی جائز و درست ہوا اور جو بچے پیدا ہونگے وہ ثابت النسب ہونگے۔واللہ اعلم بالصواب

کتبہ

فقیر تاج محمد حنفی قادری واحدی

(کیا فسخ نکاح میں عدت ہوتی ہے؟)

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مسئلہ:۔کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ کیا فسخ نکاح میں عدت ہوتی ہے؟ دلائل کے ساتھ جواب عنایت فرمائیں۔ **المستفتی:** محمد توصیف رضا حنیفی بارہ بنکی انڈیا

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوہاب

جی ہاں عدت واجب ہے فسخ نکاح ہوتے ہی عورت متعین ایام تک نکاح ثانی کے لئے انتظار کرے گی۔ بہار شریعت میں ہے: اگر طلاق یا فسخ ہوا تو اس عورت کی عدت تین حیض ہے اگر حمل سے ہے تو وضع حمل ہے اور اگر اس کو حیض نہیں آتا یا ایسے سن کو نہیں پہنچی یا سن کو پہنچ چکی ہے یا عمر کے حسابوں سے بالغہ ہو چکی ہے مگر ابھی حیض نہیں آتا تو عدت تین مہینے ہے۔ (حصہ ہشتم صفحہ ۲۳۴، مکتبہ مدینہ دہلی) واللہ اعلم بالصواب

کتبہ

عبید اللہ رضوی بریلوی

(عدت ختم ہونے سے پہلے دوسری بہن سے نکاح کرنا کیسا ہے؟)

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مسئلہ:۔کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی بیوی کو طلاق دیدیا اب بیوی کے عدّت گزارنے سے پہلے بیوی کے دوسری سگی بہن سے شادی کرلیا ہے تو اب بکر کہتا ہے کہ عدّت مکمل ہونے سے پہلے اس نے نکاح کرلیا ہے اس لیے نکاح نہیں ہوا اور زید کہتا ہے کہ نکاح ہوگیا اب جواب طلب امر یہ ہے کہ دونوں میں کس کی بات درست ہے؟ مدلل ومفصل حوالے کے ساتھ جواب عنایت فرمائیں کرم نوازی ہوگی۔ **المستفتی:** محمد حسن ضلع بہرائچ شریف یوپی

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوہاب

بکر کا قول درست ہے کیونکہ پہلی بیوی کی عدت ختم ہونے سے پہلے اس کی بہن سے نکاح کرنا شرعاً حرام ہے،لہذا یہ نکاح صحیح نہیں ہوا،اس شخص پر لازم ہے کہ دوسری بیوی سے فوراً الگ ہوجائے اور اپنے اس فعل پر توبہ واستغفار کرے،اور سالی سے اگر نکاح کرنا چاہے تو پہلی بیوی کی عدت ختم ہونے کے بعد آپسی رضامندی سے گواہوں کی موجودگی میں باقاعدہ ایجاب وقبول کے ساتھ نکاح کرے۔علامہ شامی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:(و) حرم (الجمع) بین المحارم (نکاحا) أی عقدا صحیحا (وعدۃ ولو من طلاق بائن) اور محارم کے مابین جمع کرنا حرام ہے چاہے نکاح یعنی عقد صحیح میں ہو یا عدت میں خواہ عدت طلاق بائن کی ہی کیوں نہ ہو۔(درمختار مع ردالمحتار،کتاب النکاح،جلد ۴، صفحہ ۱۱۶،مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)

سیدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں کہ:"تاحیاتِ زوجہ جب تک اسے

طلاق ہو کر عدت نہ گزر جائے اس کی بہن سے جو اس کے باپ کے نطفے یا ماں کے پیٹ سے یا دودھ شریک ہے، نکاح حرام ہے۔قال اللہ تعالیٰ "وَ اَنۡ تَجۡمَعُوۡا بَیۡنَ الۡاُخۡتَیۡنِ "حرام کیا گیا ہے کہ تم دو بہنوں کو نکاح میں جمع کرو۔(فتاوٰی رضویہ، جلد ۱۱ص ۳۱۴ / ۳۱۵،مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن لاہور)

حضرت علامہ مفتی عبد المنان اعظمی صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ:"بیوی یا اس کی عدت میں سالی سے نکاح حرامِ قطعی ہے،قرآن عظیم میں ہے:"وَ اَنۡ تَجۡمَعُوۡا بَیۡنَ الۡاُخۡتَیۡنِ "نکاح میں دو بہنوں کو جمع کرنا حرام کیا گیا ہے۔(سورہ نساء ۲۳)

اس کو جائز بتانے والے، نکاح میں کسی قسم کا حصہ لینے، مددگار، مشیر وغیرہ سب گنہگار، سب پر توبہ واجب ہے۔(فتاوٰی بحر العلوم،کتاب النکاح، جلد ۲،صفحہ ۳۰۳،مطبوعہ شبیر برادرز، لاہور)واللہ تعالیٰ عزوجل و رسولہ ﷺ أعلم بالصواب

کتبہ

عبد الوکیل صدیقی نقشبندی

(بیوی سے ڈیڑھ سال دور رہ کر طلاق دیا تو عدت ہے؟)

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مسئلہ:۔کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ ہندہ اپنے شوہر سے قریب ڈیڑھ سال دور اپنے مائکے میں رہ رہی ہے اوران کے درمیان کسی قسم کا رابطہ نہیں ہوا اور اب ہندہ کا شوہر اسے طلاق دے دیا تو کیا اب بھی ہندہ عدت گزارے گی یا نہیں؟ بحوالہ جواب عنایت فرمائیں

المستفتی:۔توقیر رضا قادری

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوہاب

صورت مسئولہ میں ہندہ پر عدت گزارنا ضروری ہے، کیونکہ عدتِ طلاق وقتِ طلاق سے شروع ہوتی ہے اگرچہ طلاق کتنے ہی سال دور رہنے کے بعد ہی کیوں نہ ہو۔

محمد بن علی بن محمد بن علی بن عبد الرحمن الحنفی الحصکفی المتوفی ۱۰۸۸ھ علیہ الرحمہ نے تحریر فرمایا ہے:"ومبدأ العدة بعد الطلاق و بعد الموت على الفور اھ.. اور عدت کی شروعات طلاق اور موت کے فوراً بعد ہے۔(الدر المختار مع رد المحتار، کتاب الطلاق، باب العدۃ، جلد ۵ صفحہ ۲۰۲ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

اس کے تحت علامہ محمد أمین ابن عمر عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ علیہ الرحمہ نے تحریر فرمایا ہے:"قوله: وابتداؤها عقيبهما: أي عقيب الطلاق و الموت يستثنى منه من بين طلاقها اھ. اور اس کی ابتداء ان دونوں یعنی طلاق اور موت کے بعد ہے، اس سے اس کا استثناء ہے جو اس کی طلاق کے درمیان ہے۔(الدر المختار مع رد المحتار، کتاب الطلاق، باب العدۃ، جلد ۵، صفحہ ۲۰۲، مطبوعہ

دارالکتب العلمیہ بیروت لبنان)

حضور صدر الشریعہ بدر الطریقہ مفتی محمد امجد علی اعظمی علیہ الرحمہ نے تحریر فرمایا ہے کہ: "طلاق کی عدت وقتِ طلاق سے ہے اگرچہ عورت کو اس کی اطلاع نہ ہو کہ شوہر نے اسے طلاق دی۔ (بہار شریعت، جلد ۲، صفحہ ۲۳۶، مطبوعہ مکتبۃ المدینہ)

حضور فقیہ ملت مفتی جلال الدین احمد الامجدی علیہ الرحمہ نے تحریر فرمایا ہے کہ: "شوہر سے جدائی کتنی ہی طویل مدت کے بعد کیوں نہ ہو طلاق کے بعد عدت ضروری ہے کہ وہ صرف حمل معلوم کرنے کے لئے نہیں ہے بلکہ وہ نکاح کے ختم ہونے کا سوگ بھی ہے۔ (فتاویٰ فقیہ ملت، باب العدۃ، جلد ۲، صفحہ ۶۵، مطبوعہ شبیر برادرز لاہور) واللہ تعالیٰ أعلم بالصواب

کتبہ

عبد الوکیل صدیقی نقشبندی پھلودی

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

فَسۡـَٔلُوۡۤا اَہۡلَ الذِّکۡرِ اِنۡ کُنۡتُمۡ لَا تَعۡلَمُوۡنَ

تو اے لوگو! علم والوں سے پوچھو اگر تمہیں علم نہیں (کنز الایمان، سورۃ النحل ۴۳)

قسم اور منت کا بیان

۸/ فتاوی

ناشرین

جملہ اراکین مسائل شرعیہ

(کام نہ کرنے کی قسم کھائی پھر بھول کر کیا تو کیا حکم ہے؟)

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مسئلہ:۔کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ ایک صاحب نے قسم کھائی کہ میں ایک ماہ تک فلاں کام نہیں کروں گا مگر بھولے سے وہ کام کر دیا اب آیا اس کی قسم ٹوٹی یا نہیں؟

المستفتی: ۔عبدالرحمن قادری پنجاب ضلع گجرات

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوہاب

پوچھی گئی صورت میں شخص مذکور کی قسم ٹوٹ گئی ہے لہٰذا وہ اپنی قسم کا کفارہ ادا کرے چنانچہ علامہ ابو الحسن احمد بن محمد قدوری حنفی متوفی ۴۲۸ھ لکھتے ہیں: **ومن فعل المحلوف علیه مکرها او ناسیا فھو سواء** "قسم توڑنا دوسرے کے مجبور کرنے سے ہو یا بھول چوک سے ہر صورت میں کفارہ ہے۔(مختصر القدوری ص ۴۱۹)

اور صدر الشریعہ مفتی محمد امجد علی اعظمی حنفی متوفی ۱۳۶۷ھ لکھتے ہیں: قسم توڑنا اختیار سے ہو یا دوسرے کے مجبور کرنے سے قصداً ہو یا بھول چوک سے ہر صورت میں کفارہ ہے۔(بہار شریعت جلد دوم صفحہ ۳۰۳) واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہ

محمد اسامہ قادری

(کیا قرآن کی قسم درست ہے؟)

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مسئلہ:۔کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ کیا قرآن شریف کی قسم کھانے سے قسم ہو جاتی ہے اگر کوئی قرآن کی کھا کر توڑ دے تو کفارہ واجب ہوگا؟ جواب عنایت فرمائیں مہربانی ہوگی

المستفتی:۔سید محمد زین سہروردی داہود گجرات

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوہاب

جی ہاں قرآن شریف کی قسم کھانے سے قسم منعقد ہو جاتی ہے اگر چہ پہلے زمانہ میں اس کی قسم متعارف نہ تھی لیکن فی زمانہ قرآن شریف کی قسم متعارف ہے اور یہی جمہور علمائے کرام کا موقف ہے!اور چونکہ قرآن شریف اللہ تبارک وتعالی کا کلام ہے اور اللہ کا کلام اللہ کی صفت ہے اور اللہ تعالی کی صفتوں میں سے کسی صفت کے ساتھ قسم کھانے سے قسم منعقد ہو جاتی ہے۔لہذا اگر کوئی مستقبل میں کسی کام کے کرنے یا نہ کرنے پر قرآن شریف کی قسم کھالے تو قسم توڑے کی صورت میں اس پر کفارہ لازم ہوگا۔

حضرت علامہ امام بن عابدین شامی قادری نقشبندی علیہ الرحمہ رد المحتار میں فرماتے ہیں:"ولا يخفى أن الحلف بالقرآن الآن متعارف فيكون يمينًا"یعنی:یہ بات مخفی نہ رہے کہ اب قرآن شریف کی قسم کھانا متعارف ہے پس تو جو (قرآن شریف کی) قسم کھائے گا تو منعقد ہو جائے گی۔

(درمختار مع رد المحتار ۵/ ۴۸۴)

فتاوی ہندیہ میں ہے:"وَقَالَ: مُحَمَّدُ بْنُ مُقَاتِلٍ الرَّازِيّ لَوْ حَلَفَ بِالْقُرْآنِ قَالَ: يَكُونُ يَمِينًا، وَبِهِ أَخَذَ جُمْهُورُ مَشَايِخِنَا رَحِمَهُمُ اللَّهُ تَعَالَى كَذَا فِي

الْمُضْمَرَاتِ " یعنی اور حضرت محمد بن مقاتل رازی علیہ الرحمہ نے فرمایا اگر کوئی قرآن شریف کی قسم کھائے تو وہ منعقد ہو جائے گی اور اسی کو ہمارے جمہور مشائخ کرام نے اختیار فرمایا ہے۔ایسا ہی مضمرات میں ہے۔(فتاوی ہندیہ ج ۲ ص ۵۳)

بہار شریعت میں صدر الشریعہ حضرت علامہ مفتی امجد علی اعظمی علیہ الرحمہ ارشاد فرماتے ہیں: قرآن کی قسم،کلام اللہ کی قسم، ان الفاظ سے بھی قسم ہو جاتی ہے۔(بہار شریعت،ج ۲ ح ۹ ص ۳۰۱ مکتبۃ المدینہ، کراچی) واللہ تعالی ورسولہ الاعلی اعلم بالصواب عزوجل وصلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم

کتبہ

سید محمد نذیر الہاشمی سہروردی شاہی

(قسم کے متعلق ایک مسئلہ)

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مسئلہ:۔کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے قسم کھائی تھی کہ وہ کبھی انڈا نہ کھائے گا پھر ایک دن قسم کھالی کہ فلاں شخص کی جیب میں جو چیز ہے وہ ضرور کھائے گا پھر جب دیکھا تو اس کی جیب میں سے انڈا نکلا اب وہ اپنی قسم کیسے پوری کرے؟ جواب عنایت فرمائیں حوالے کے ساتھ

المستفتی:۔محمد اسیر رضوی دیناچپوری

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوہاب

ایسے شخص کو چاہیئے کہ اس انڈے کو لے کر کے مرغی کے نیچے رکھے جب تک وہ انڈا مرغی کے بچے کی شکل اختیار نہ کر جائے پھر کچھ دنوں کے بعد اس انڈے سے بچہ نکلے گا اور بچہ جب وہ کچھ بڑا ہو جائے تو اس کو ذبح کر کے کھالے یا فی الفور کھالے قسم نہیں ٹوٹے گی۔

تنبیہ:۔سائلین کو چاہئے کہ نماز روزہ یعنی وہ مسائل جو ضروریات دین سے ہیں جن کا تعلق روزمرہ سے ہے ان مسائل سے رابطہ رکھیں بلاجہ کے و بناوٹی سوال کر کے علماء کو پریشان نہ کریں اور نہ ہی ان کے وقت کو ضائع کریں۔واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہ

عبید اللہ رضوی بریلوی

(لعان کسے کہتے ہیں؟)

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مسئلہ:۔کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ (۱) لعان کسے کہتے ہیں؟ (۲) اگر میاں بیوی دونوں یا ان میں سے کوئی ایک گونگا ہو تو کیا ان کے درمیان لعان ہو جائے گا؟

المستفتی: ۔رفیع الدین سمنانی سنت کبیر نگر یوپی

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوہاب

لعان ایسی شہادتوں کو کہتے ہیں جو شوہر اور بیوی کی طرف سے قسموں کے ساتھ مؤکد ہونے کے ساتھ لعنت اور غضب کے ساتھ ملی ہوں چنانچہ علامہ نظام الدین حنفی توفی ۱۱۶۱ھ اور علمائے ہند کی ایک جماعت نے لکھا ہے:اللعان عندنا شھادات مؤکدات بالایمان من الجانبین مقرونۃ باللعن والغضب"(الفتاوی الھندیۃ۱/۵۱۴)

اور لعان واجب ہونے کیلئے شوہر اور بیوی دونوں کا گونگا نہ ہونا بھی ضروری ہے چنانچہ علامہ نظام الدین حنفی اور علمائے ہند کی ایک جماعت نے لکھا ہے:ان اللعان لا یجری بین الزوجین عندنا اذا کانا اخرسین او احدھما"(الفتاوی الھندیۃ۱/۵۱۵)

لہٰذا اگر میاں بیوی دونوں یا ان میں سے کوئی ایک گونگا ہو تو لعان نہیں ہوگا۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہ

محمد اسامہ قادری

(مزار پر مرغا کرنے کی منت مانی تو کیا حکم ہے؟)

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مسئلہ:۔کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ زید نے کہا تھا کی میری یہ منّت پوری ہو جائے تو میں سرکار غازی کے دیار میں مرغا کروں گا اب اس کی منّت پوری ہوگئی ہے لیکن کسی وجہ سے وہ وہاں نہیں جاسکا ہے وہ کہہ رہا ہے کی میں اگر گھر پہ ہی مرغا سرکار غازی کے نام پر کر دوں تو میری منّت پوری ہو جائے گی۔ **المستفتی**:۔فقیر محمد زبیر کپوا شیر پور بلرامپور

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب بعون الملک الوہاب

نذر ماننا ایک امر مباح ہے اور اس کا پورا کرنا واجب۔مگر وجوب ادا نذر شرعی کے ساتھ خاص ہے اور نذر شرعی کی ایک شرط یہ ہے کہ منذور بہ عبادت مقصودہ ہو اور قبل نذر اس پر واجب نہ ہو۔ البحر الرائق میں ہے:وأن يكون ذلك الواجب عبادة مقصودة وأن لا يكون واجبا عليه قبل النذر" (جلد چار ص نمبر/۴۹۸)

صورت مسئولہ میں سرکار غازی پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بارگاہ میں حاضر ہو کر فاتحہ وایصال ثواب کی نذر ماننا نذر شرعی نہیں لیکن منع بھی نہیں بلکہ جائز و درست ہے۔اسی طرح مسئلہ بیان کرتے ہوئے حضور صدر الشریعہ علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں کہ یہ شرعی منت نہیں مگر یہ کام منع نہیں کرے تو اچھا ہے۔(بہار شریعت حصہ نہم صفحہ/ ۳۴)

بہرائچ شریف نہ جا کر اپنے ہی گھر فاتحہ وایصال ثواب کر لینے سے نذر ادا ہو جائے گی کیونکہ نذر میں منذور بہ کی ادائیگی مقصود ہوتی ہے تعین مکان نہیں۔

البحر الرائق ومن نذر نذرا مطلقا أو معلقا بشرط ووجدوفی به۔ کے تحت ہے:وارادلقوله وفی انه یلزمه الوفاء بأصل القربة التی التزمها لا بکل وصف التزمه لما قدمناه انه لو عین درهما او فقیرا او مکانًا للتصدیق أو للصوة فان التعیین لیس بلازم "(جلد چارص/۴۹۷/۴۹۸)

لہٰذا فاتحہ کی نذر ماننا اور اپنے گھر پر ہی ایصال ثواب جائز و درست ہے۔(مصدقات محدث کبیر صفحہ نمبر/۱۰۶) واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہ

محمد الطاف حسین قادری عفی عنہ

(ایک کے لئے تین لوگوں نے منت مانی تو سب کو کرنا ہوگا؟)

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مسئلہ:۔کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ (۱) ایک شخص کا بچہ بیمار ہوا اور اس نے نذر مانی کہ اگر میرا بچہ بیماری سے صحت یاب ہوجائیگا تو میں فلاں مزار پر دو جانور ذبح کرونگا ایسا نذر ماننا کیسا ہے؟ (۲) ایک ہی بچے کے لئے تین لوگوں نے دو دو جانور کا نذر مانا ہے تو کیا تینوں کو الگ الگ نذر پورا کرنا ہوگا؟ **المستفتی:۔محمد عاشق احمد رضوی**

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب بعون الملک الوہاب

نذر ماننا ایک مباح امر ہے اور اس کی تکمیل نذر کے شرعی ہونے پر واجب ہے اور عرفی ہونے پر مستحب ہے نہ کہ واجب ۔پس نذر کی دو قسمیں ہیں ایک نذر شرعی دوسری نذر عرفی ۔نذر عرفی کی تکمیل واجب نہیں مستحب ہے اور نذر شرعی کی تکمیل واجب ہے جب کہ منذور بہ عبادت مقصودہ کے قبیل سے ہو جو اس پر قبل از نذر واجب نہ ہو۔صورتِ مسئولہ میں مزار پر جانور ذبح کرنے کی نذر ماننا یہ نذر عرفی ہے جس کی تکمیل واجب نہیں ہے البتہ اگر گوشت صدقہ کرنے کی نذر مانتا اور یوں کہتا کہ فلاں مزار پر جانور ذبح کرکے گوشت صدقہ کروں گا تو نذر کا پورا کرنا واجب ہوتا لیکن اس صورت میں بھی مزار پر حاضری ضروری نہیں ہوتی کیونکہ نذر میں منذور بہ کی ادائیگی مقصود ہوتی ہے تعین مکان مقصود نہیں ۔جیسا کہ مجدد دین وملت امام اہلسنت امام احمد رضا خان علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: کہ تعین مکان نذر میں نامعتبر ہے ۔(فتاویٰ رضویہ شریف، باب النذر، جلد ۱۳، صفحہ ۵۸۳ مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن لاہور)

درمختار میں ہے: وَلَوْ قَالَ إِنْ بَرِئْتُ مِنْ مَرَضِ هٰذَا ذَبَحْتُ شَاةً أَوْ عَلَيَّ شَاةٌ

أَذْبَحُهَا فَبَرِءَ لَا يَلْزَمُهُ شَيْءٌ لِأَنَّ الذَّبْحَ لَيْسَ مِنْ جِنْسِهِ فَرْضٌ بَلْ وَاجِبٌ كَالْأُضْحِيَّةِ فَلَا يَصِحُّ إِلَّا إِذَا زَادَ وَأَتَصَدَّقُ بِلَحْمِهَا فَيَلْزَمُهُ" یعنی اگر اس نے کہا اگر میں اپنے مرض سے بری ہوگیا تو میں" شاۃ" ذبح کروں گا یا مجھ پر شاۃ لازم ہوگی جسے میں ذبح کروں گا پھر اس مرض سے بری ہوگیا تو اس پر کچھ لازم نہیں ہے اس لیے کہ ذبح کرنا فرض نہیں ہے بلکہ واجب ہے جیسے قربانی تو صحیح نہیں ہوگا مگر جب یہ زیادہ کرے کہ میں اس کے گوشت کو صدقہ کرونگا تو وہ اس پر لازم ہے۔ (کتاب الایمان، جلد ۵، صفحہ ۵۲۳، مطبوعہ بیروت لبنان)

(۲) مذکورہ نذر چونکہ نذر شرعی نہیں ہے جس کی تکمیل واجب ہوتی ہے بلکہ نذر عرفی ہے اس کا مکمل کرنا واجب نہیں ہے۔ لہذا تینوں نے ایک بچہ کے لئے مذکورہ نذر مانی تو ان پر اس نذر کا پورا کرنا واجب نہیں ہے ہاں اگر گوشت کو صدقہ کرنے کی نذر مانی ہوتی تو ہر ایک پر اس کا پورا کرنا واجب ہوتا۔ وَاللّٰهُ تَعَالٰی عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُهٗ ﷺ أَعْلَمُ بِالصَّوَابِ

کتبہ
وکیل احمد صدیقی نقشبندی

(اجمیر میں بال اتارنے کی منت مانی تو کیا حکم ہے؟)

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مسئلہ:۔کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ زید نے منت مانی تھی کہ بچہ پیدا ہوگا تو اس کے بال اجمیر شریف اناساغر میں اتارے گا الحمدللہ بچہ پیدا ہوا اور تقریباً ۷ مہینے ہو چکا ہے لیکن بچہ فی الحال بیمار ہے اور زید کے پاس اتنا روپیہ بھی نہیں کہ وہاں جا کر منت پورکر سکے تو کیا اس صورت میں بچے کے بال گھر پر اتار سکتے ہیں، یا وہاں جا کر اتارنا ضروری ہے؟ شریعت کا اس بارے میں کیا حکم ہے جواب عنایت فرمائیں

المستفتی:۔محمد عرفان پٹھان داہود گجرات

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب بعون الملک الوہاب

واضح رہے کہ جب کوئی بچہ پیدا ہوتو اسے نہلا کرکسی بزرگ کے آستانے پر لے جانا درست اور باعث خیر و برکت ہے،لیکن کسی آستانے یا خاص جگہ بال اتارنے کی منت ماننا یا خاص اسی جگہ بال اتارنے کو ضروری سمجھنا یہ درست نہیں۔

لہٰذا صورت مذکورہ میں اجمیر شریف جا کر اناساغر پر بال اتارنا واجب نہیں بلکہ گھر ہی پر بال اتار لیے جائیں خصوصاً جب بچہ بیمار ہو اور وسائل بھی میسر نہ ہوں۔اور یہ مسئلہ اچھی طرح یاد رہے کہ اس عرفی منت کا پورا کرنا بہتر اور مستحب ہے جو شرعاً معتبر ہو،اور جو شرعی طور پر غیر درست ہو اس کا پورا کرنا جائز نہیں،لھذا آئندہ ایسی منت ماننے سے پرہیز کریں،ہاں البتہ شرعی منت جو امر مباح کے لیے ہو اسے ادا کرنا واجب ہے۔

حضرت علامہ امام شیخ زین الدین بن ابراہیم بن محمد المعروف بابن نُجَیم حنفی (المتوفی ۹۷۰ھ)

علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: وأن یکون ذلك الواجب عبادة مقصودة وأن لا یکون واجبا علیه قبل النذر " یعنی: ایسی منت کا پورا کرنا واجب ہے جس کا تعلق ایسی عبادت مقصودہ سے ہو جو نذر سے پہلے اس پر واجب نہ ہو۔ (البحر الرائق ج ۴ ص ۴۹۸)

حضرت علامہ امام علاؤالدین محمد بن علی حصکفی (المتوفی ۱۰ شوال ۱۰۸۸ھ) علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: (ولم یلزم) الناذر (ما لیس من جنسه فرض کعیادة مریض۔ الخ) یعنی: اگر منت ماننے والے نے ایسی منت مانی جو واجب کی جنس سے نہ ہو تو اسے ادا کرنا لازم نہیں، جیسے مریض کے عیادت کرنے کی منت ماننا الخ۔ (الدر المختار شرح تنویر الابصار ص ۲۸۴ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ)

اور یہ بھی معلوم ہو کہ منت خواہ شرعی ہو یا عرفی اس کی ادا کے لیے خاص جگہ یا وقت کا تعین کرنا لازم نہیں چنانچہ البحر الرائق میں (ومن نذر نذرا مطلقا أو معلقا بشرط و وجد وفی به) " کے تحت ہے "وارادلقوله وفی انه یلزمه الوفاء باصل القربة التی التزمها لا بکل وصف التزمه لما قدمناه انه لو عین درهما او فقیرا او مکانًا للتصدق أو للصلوة فان التعیین لیس بلازم " یعنی: (اور جس شخص نے کوئی مطلق نذر مانی یا کسی شرط کے ساتھ معلق کرکے منت مانی اور وہ شرط پائی گئی تو اسے پورا کرے) اس کے تحت ہے کہ مصنف نے اپنے قول وفا سے مراد لیا کہ اس اصل قربت کا پورا کرنا لازم ہے جسے اپنے ذمہ لازم کیا نہ کہ ان تمام اوصاف کا جس کا اس نے التزام کیا اس وجہ سے جو ہم نے پہلے بیان کیا کہ اگر کسی نے صدقہ کے لیے کوئی درہم یا کسی فقیر کو معین کر دیا یا نماز کے لیے کوئی جگہ معین کر دی، تو باب نذر میں معین کرنا لازم نہیں، (یعنی خاص اس درہم یا خاص اس فقیر کو تصدق کرنا یا خاص اس جگہ پر نماز ادا کرنا ضروری نہیں)

(البحر الرائق کتاب الایمان ج ۴ ص ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸)

سیدی سرکار اعلیٰ حضرت مجدد اعظم علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں: بچہ پیدا ہوتے ہی نہلا دھلا کر مزارات اولیاء کرام پر حاضر کیا جائے اس میں برکت ہے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ

میں پیدا ہوئے بچے کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر کرتے تھے اور آپ کے بعد آپ کے روضۂ انور پر لے جاتے رہے۔ لیکن اگر بال اتارنے سے مقصود وہ ہے جس کا عقیقہ کے دن حکم ہے تو یہ ایک ناقص چیز کا ازالہ ہے، اسے مزارات طیبہ پر لے جا کر کرنا کوئی معنی نہیں رکھتا بلکہ بال گھر ہی پر دور کر لئے جائیں۔ (فتاوی افریقہ ص ۸۳)

منت ہمیشہ اچھے کام کی ماننا چاہیے، چنانچہ صدرالشریعہ حضرت مفتی امجد علی اعظمی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: "منت ماناکرو تو نیک کام، نماز، روزہ، خیرات اور درود شریف کلمہ شریف، قرآن شریف پڑھنے، فقیروں کو کھانا دینے۔ کپڑا پہنانے وغیرہ کی منت مانو۔ (بہار شریعت ح ۹ ص نمبر ۳۵) واللہ تعالیٰ و رسولہ الاعلیٰ اعلم بالصواب عزوجل و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

کتبہ

سید محمد نذیر الہاشمی سہروردی

(قسم کا کفارہ کیا ہے؟)

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مسئلہ:۔کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ قرآن کی قسم اگر ٹوٹ جائے تو اس کا کفارہ کیا ہے؟ حوالہ کے ساتھ جواب عنایت فرمائیں **المستفتی**:۔صاجزادہ اظہر علوی براوں شریف

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوہاب

قرآن کی قسم کھانے سے قسم منعقد ہو جاتی ہے، لہذا اس کو قسم کا کفارہ دینا ہوگا۔اور قسم کا کفارہ یہ ہے کہ دس مسکینوں کو دونوں وقت پیٹ بھر کر کھانا کھلایا جائے یا دس مسکینوں کو کپڑا دیا جائے، اگر ان میں سے کسی پر قادر نہیں ہے تو تین روزے رکھنا ضروری ہے۔اللہ تعالی قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے: فَكَفَّٰرَتُهُۥٓ إِطۡعَامُ عَشَرَةِ مَسَٰكِينَ مِنۡ أَوۡسَطِ مَا تُطۡعِمُونَ أَهۡلِيكُمۡ أَوۡ كِسۡوَتُهُمۡ أَوۡ تَحۡرِيرُ رَقَبَةٍ ۔فَمَن لَّمۡ يَجِدۡ فَصِيَامُ ثَلَٰثَةِ أَيَّامٍ ۔ذَٰلِكَ كَفَّٰرَةُ أَيۡمَٰنِكُمۡ " تو ایسی قسموں کا بدلہ دس مسکینوں کو کھانا کھلا دینا اپنے گھر والوں کو جو کھلاتے ہو اس کے اوسط میں سے یا انہیں کپڑے دینا یا ایک بردہ آزاد کرنا تو جو ان میں سے کچھ نہ پائے تو تین دن کے روزے یہ بدلہ ہے تمہاری قسموں کا۔(کنز الایمان، سورہ مائدہ ۸۹)

قال فی الشامی: ولا يخفى أن الحلف بالقرآن الآن متعارف فيكون يمينًا " (درمختار مع الشامی: ۵/۴۸۴، ط: زکریا دیوبند) واللہ تعالی اعلم بالصواب

کتبہ

منظور احمد یار علوی

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

(اَلزَّانِيَةُ وَالزَّانِىۡ فَاجۡلِدُوۡا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنۡهُمَا مِائَةَ جَلۡدَةٍ)

جوعورت بدکار ہو اور جو مرد تو ان میں ہر ایک کو سو کوڑے لگاؤ۔ (کنزالایمان، سورۃ النور ۳)

حد اور تعزیر کا بیان

۱۷/ فتاوی

ناشرین

جملہ اراکین مسائل شرعیہ

(مزنیہ پر کیا کا حکم ہے؟)

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مسئلہ:۔کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ اگر کسی نے عورت سے زبردستی زنا کیا تو مزنیہ عورت گنہگار ہوگی یا نہیں؟ اور اس پر شریعت کا کیا حکم نافذ ہوگا؟ مع حوالہ تحریر فرمائیں۔

المستفتی:۔ محمد فرقان قادری واحدی

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوہاب اللھم ہدایۃ الحق والصواب

ائمہ اربعہ کا متفقہ مسلک ہے کہ مجبور عورت کو زنا بالجبر کی سزا نہ کوڑوں والی نہ رجم والی ملے گی ہاں مرد زانی کو سزا ملے گی اس کو حد کا سامنا کرنا پڑے گا۔حضرت وائل بن حجر سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ کی ظاہری حیات میں ایک عورت مجبور کر دی گئی یعنی کسی نے جبرا زنا کر لیا تو حضور ﷺ نے عورت سے حد دفع فرمادی اور زنا کرنے والے پر حد قائم فرمادی۔(مشکوۃ شریف ص ۳۱۱ کتاب الحدود)

فقہ حنفی کی عظیم کتاب موطا امام محمد میں ہے کہ امام مالک نے خبر دی کہ ہمیں جناب نافع نے بتا یا کہ ایک غلام خمس میں آنے والے غلاموں اور لونڈیوں کا محافظ تھا اس نے ان لونڈیوں میں سے ایک کے ساتھ زبردستی زنا کیا اس پر حضرت عمر ابن خطاب رضی اللہ عنہ نے کوڑوں کی سزا دی اور اسے جلاوطن کر دیا آپ نے اس لونڈی کو بوجہ مجبوری کوئی حد نہ لگائی امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب عورت سے زبردستی زنا کیا جائے تو عورت پر حد زنا جاری نہ ہوگی ہاں زانی کو حد لگائی جائے گی۔(مترجم جلد ثانی کتاب الحدود فی السرقۃ صفحہ ۶۵۹)

اور حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ زنا کار عورت کے شریعت میں

دو نام ہیں (۱) زانیہ خوشی سے زنا کرانے والی (۲) مزنیہ مجبوراً زنا کرانے والی یعنی جس کے ساتھ زبر دستی زنا کیا جائے۔

مگر زنا کار مرد کا ایک ہی نام ہے "الزانی" اس لئے شریعت نے عورت کو تو زنا میں مجبور مانا ہے مگر مرد کو مجبور نہیں مانا اس کی وجہ یہ ہے کہ عورت کے پاس آلہ دخول ہے عورت کی رضا ہو نہ ہو جبراً بھی زنا ممکن ہے مگر مرد کے پاس آلہ ادخال ہے اور ادخال شہوت سے ممکن ہے اور شہوت رضا و خوشی سکون سے ہی ممکن ہے ذرہ بھر بے دلی بے رغبتی بے سکونی یا خوف غالب ہو تو شہوت نہیں آتی اور شہوت نہیں تو ادخال ناممکن ہے اس لئے مرد کو زنا پر مجبور نہیں کیا جاسکتا اس لئے ہر زنا کار کو سزا ملے گی اور زانیہ کو بھی ملے گی مگر مزنیہ کو سزا نہ ملے گی۔ (تفسیر نعیمی پ ۱۸ سورہ نور آیت ۲)

مذکورہ بالا احادیث و اقوال ائمہ سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ جبراً زنا کی صورت میں عورت پر حد زنا قائم نہ ہوگی البتہ اگر عورت وقت زنا پر راضی ہوگئی یا لطف لینے لگی تو وہ بھی شرعاً گنہگار ہوگی اور حد قائم کی جائے گی چونکہ ہمارے ہند میں اسلامی حکومت نہیں اس لئے حد کا معاملہ نہیں رہا مگر ایسی صورت میں توبہ، استغفار و کار خیر کا حکم ہوگا اور نہ ماننے کی صورت میں سماجی بائیکاٹ کیا جائے گا۔

واللہ تعالیٰ و رسولہ الاعلیٰ اعلم بالصواب

کتبہ

حقیر محمد علی قادری واحدی

(چاچی کے ساتھ زنا کیا تو کیا حکم ہے؟)

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مسئلہ:۔کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ اگر بھتیجا غیر حقیقی چچی کے ساتھ زنا کرے تو کیا حکم ہے؟ اور چچی اور بھتیجے پر کیا حکم نافذ ہوگا؟ **المستفتی:۔** زاہد حسین قادری رضوی

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوہاب ہو الھادی الی الصواب

زنا گناہ کبیرہ ہے زنا کرنے والے مرد وعورت پر اللہ کی جانب سے بہت بڑی سزا ہے جیسا کہ اللہ تعالی قرآن شریف میں ارشاد فرماتا ہے:" اَلزَّانِیَةُ وَ الزَّانِیْ فَاجْلِدُوْا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ وَّلَا تَاْخُذْكُمْ بِهِمَا رَاْفَةٌ فِیْ دِیْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ الْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَ لْیَشْهَدْ عَذَابَهُمَا طَآئِفَةٌ مِّنَ الْمُؤْمِنِیْنَ " جوعورت بدکار ہو اور جو مرد تو ان میں ہر ایک کو سو کوڑے لگاؤ اور تمہیں ان پر ترس نہ آئے اللہ کے دین میں اگر تم ایمان لاتے ہو اللہ اور پچھلے دن پر اور چاہیے کہ ان کی سزا کے وقت مسلمانوں کا ایک گروہ حاضر ہو۔(کنزالایمان،سورہ نور ۲)

یاد رہے یہ حکم غیر شادی شدہ کے لئے ہے اور شادی شدہ کا حکم یہ ہے کہ انہیں سنگسار کیا جائے یعنی پتھر مار مار کر ہلاک کر دیا جائے۔چونکہ اسلامی حکومت نہیں ہے اس لئے کوئی اورسزا نہیں دے سکتا البتہ گاؤں کے لوگ ان دونوں کا بائیکاٹ کر دیں جیسا کہ قرآن شریف میں ہے:" وَ اِمَّا یُنْسِیَنَّكَ الشَّیْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ " اور جو کہیں تجھے شیطان بھلاوے تو یاد آئے پر ظالموں کے پاس نہ بیٹھ۔(کنزالایمان،سورہ انعام ٦٩)

ہاں اگر توبہ استغفار کرلیں اس طرح کہ مرد مرد کے مجمع میں عورت عورت کے مجمع تو ان سے مل

جل کررہ سکتے ہیں بعد توبہ کارخیر کرنے کے لئے کہیں مثلاً مسجد میں جن چیزوں کی ضرورت ہو وہ لاکر دیں اور میلاد وغیرہ کریں اور غریبوں میں صدقات وخیرات کریں کہ اعمال صالحہ قبول توبہ میں معاون ہوتے ہیں جیسا کہ قرآن شریف میں ہے: "اِلَّا مَنْ تَابَ وَ اٰمَنَ وَ عَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا فَاُولٰٓئِكَ يُبَدِّلُ اللّٰهُ سَيِّاٰتِهِمْ حَسَنٰتٍ وَ كَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا" مگر جوتوبہ کرے اور ایمان لائے اور اچھا کام کرے تو ایسوں کی برائیوں کو اللہ بھلائیوں سے بدل دے گا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

(کنزالایمان، سورہ فرقان آیت ٧٠)

رہی بات چاچی چاچا کی تو چونکہ چاچی محرمات میں سے نہیں ہے اس لئے چاچا کے نکاح پر کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ البتہ بھتیجا چاچی کی لڑکیوں سے نکاح نہیں کرسکتا ہے اور نہ ہی چاچی بھتیجے کے والد سے نکاح کرسکتی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہ

فقیر تاج محمد قادری واحدی

(سالی کی بیٹی سے زنا کیا تو کیا حکم ہے؟)

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مسئلہ:۔کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی بیوی کی حقیقی بہن کی حقیقی بیٹی سے زنا کیا اب بکر کہتا ہے کہ تمہاری بیوی تم پر حرام ہوگئی اور زید کہتا ہے کہ اگر چہ ہم نے حرام اور اشد حرام کیا ہے میں نے گناہ کبیرہ کا ارتکاب کیا ہے مگر اس سے میری بیوی مجھ پر حرام نہیں ہوئی اب سوال یہ ہے کہ زید وبکر میں کس کا قول صحیح ہے قرآن وحدیث کی روشنی میں مدلل جواب عنایت فرمائیں؟ بینوا تو جروا

المستفتی:۔رجب علی لال پور

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوہاب ھو الھادی الی الصواب

زید کا قول صحیح ہے کہ وہ فعل حرام کے سبب گناہ کبیرہ کا مرتکب ہوا(معاذ اللہ)مگر اس فعل حرام سے نکاح نہیں ٹوٹا اور نہ ہی زید کی بیوی اس پر حرام ہوئی بلکہ وہ بدستور اسکے نکاح میں ہے حضور صدر الشریعہ علامہ مفتی محمد امجد علی علیہ الرحمہ سے سوال ہوا کہ زید اپنی سالی سے زنا کیا اور اس کو حمل بھی رہ گیا تو کیا اس کی بیوی اس پر حرام ہوگئی؟ تو جواب میں تحریر فرماتے ہیں معاذ اللہ یہ فعل بیشک حرام ہے مگر اس کی وجہ سے نکاح نہیں ٹوٹا وہ بدستور اس کی زوجہ زنا سے صرف چار حرمتیں ثابت ہوتی ہیں مزنیہ زانی کے اصول وفروع پر حرام ہو جاتی ہے اور زانی پر مزنیہ کے اصول وفروع حرام،بہن نہ اصول میں ہے نہ فروع میں تو اس کی حرمت کی کوئی وجہ نہیں۔(فتاوی امجدیہ جلد ۲ ص ۷۲)

لہذا بیوی کی بہن یعنی سالی کی بیٹی بھی اصول وفروع میں نہیں ہے تو ظاہر ہوا کہ جب سالی سے زنا کرنے کے سبب نکاح نہیں ٹوٹتا تو سالی کی بیٹی سے زنا کرنے کے سبب نکاح کیسے ٹوٹے گا۔البتہ

زید پر لازم ہے کہ علانیہ توبہ کرے مجلس خیر کرے اور مسجد میں جن چیزوں کی ضرورت ہو وہ لا کر دے کہ نیکیاں توبہ میں معاون ہیں جیسا کہ ارشاد ربانی ہے "اِلَّا مَنۡ تَابَ وَ اٰمَنَ وَ عَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا فَاُولٰٓئِكَ يُبَدِّلُ اللّٰهُ سَيِّاٰتِهِمۡ حَسَنٰتٍ ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ غَفُوۡرًا رَّحِيۡمًا" مگر جو توبہ کرے اور ایمان لائے اور اچھا کام کرے تو ایسوں کی برائیوں کو اللہ بھلائیوں سے بدل دے گا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ (سورہ فرقان ۷۰)

اور اگر زید ایسا نہ کرے تو سارے مسلمان اس کا بائیکاٹ کر دیں سلام وکلام بند کر دیں اور شادی بیاہ میں اسے شریک نہ ہونے دیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہ

فقیر عجمی محمد علی قادری واحدی

(حمل گرانا کیسا ہے؟)

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مسئلہ:۔کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ ایک لڑکی شادی سے پہلے حاملہ ہوگئی اور اس نے اپنی عزت کے خوف سے اس بچے کو دوا وغیرہ کے ذریعہ نکال دیا تو کیا ایسا کرنا درست ہے؟ مع حوالہ جواب عنایت فرمائیں اور ایسے شخص کے ساتھ کیا کیا جائے؟ بینوا توجروا

المستفتی:۔ محمد ثاقب رضا

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوہاب ھو الھادی الی الصواب

زنا گناہ کبیرہ ہے زنا کرنے والے مرد وعورت پر اللہ کی جانب سے بہت بڑی سزا ہے جیسا کہ قرآن شریف میں ہے: "اَلزَّانِیَۃُ وَ الزَّانِیْ فَاجْلِدُوْا کُلَّ وَاحِدٍ مِّنْھُمَا مِائَۃَ جَلْدَۃٍ ۪ وَّلَا تَاْخُذْکُمْ بِھِمَا رَاْفَۃٌ فِیْ دِیْنِ اللّٰہِ اِنْ کُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰہِ وَ الْیَوْمِ الْاٰخِرِ ۚ وَ لْیَشْھَدْ عَذَابَھُمَا طَآئِفَۃٌ مِّنَ الْمُؤْمِنِیْنَ" جو عورت بدکار ہو اور جو مرد تو ان میں ہر ایک کو سو کوڑے لگاؤ اور تمہیں ان پر ترس نہ آئے اللہ کے دین میں اگر تم ایمان لاتے ہو اللہ اور پچھلے دن پر اور چاہئے کہ ان کی سزا کے وقت مسلمانوں کا ایک گروہ حاضر ہو۔(کنزالایمان،سورہ نور ۲)

بغیر عذر کے حمل نہیں گرانا چاہئے چونکہ زنا کا حمل ہے تو اگر بچہ میں جان نہ پڑنے سے پہلے گرایا ہے تو کوئی حرج نہیں کہ اس کو گرادینا ہی بہتر ہے اور جان پڑنے کی مدت چار ماہ ہے جیسا کہ فقہائے کرام فرماتے ہیں کہ اگر حاملہ عورت چاہے تو ایک سو بیس (120) دن سے پہلے اسقاط حمل کر سکتی ہے: "ھل یباح الاسقاط بعد الحبل یباح ما لم یتخلق شئی منہ. ثم فی غیر

موضع ولا یکون ذلك الا بعد مائه وعشرین یوما انهم ارادوا بالتخلیق نفخ الروح"۔(شامی، الدرالمختار مع الرد المختار، ۳/۱۷۶، فتح القدیر، ۳/ ۲۷۴)

اور سرکار اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ تحریر فرماتے ہیں کہ عورت کسی طرح معاذ اللہ حرام میں مبتلا ہوئی اور اُسے حمل رہا اُس نے اس کی پردہ پوشی کے لئے اسقاط حمل کروایا جبکہ بچہ میں جان نہ پڑی تھی تو اس پر الزام نہیں بلکہ پردہ پوشی امر حسن ہے۔(فتاوی رضویہ جلد ۶ ص دعوت اسلامی)

اگر اسلامی حکومت ہوتی تو ایسے شخص کو سخت سزائیں دیتی لیکن جہاں اسلامی حکومت نہ ہو وہاں کوئی اور سزا نہیں دے سکتا البتہ گاؤں کے لوگ ان کا بائیکاٹ کریں جیسا کہ قرآن شریف میں ہے: "وَ اِمَّا يُنْسِيَنَّكَ الشَّيْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ" اور جو کہیں تجھے شیطان بھلا دے تو یاد آئے پر ظالموں کے پاس نہ بیٹھ۔(کنز الایمان، سورہ انعام ۶۸)

ہاں اگر توبہ استغفار کرلے تو کار خیر کرنے کے لئے کہیں مثلاً مسجد میں جن چیزوں کی ضرورت ہو وہ لا کر دیں اور میلاد وغیرہ کریں اور غریبوں میں صدقات وخیرات کریں کہ اعمال صالحہ قبول توبہ میں معاون ہوتے ہیں جیسا کہ قرآن شریف میں ہے: "اِلَّا مَنْ تَابَ وَ اٰمَنَ وَ عَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا فَاُولٰٓئِكَ يُبَدِّلُ اللّٰهُ سَيِّاٰتِهِمْ حَسَنٰتٍ ۔وَ كَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا" مگر جو توبہ کرے اور ایمان لائے اور اچھا کام کرے تو ایسوں کی برائیوں کو اللہ بھلائیوں سے بدل دے گا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔(کنز الایمان، سورہ فرقان ۷۰) واللہ اعلم بالصواب

کتبہ

فقیر تاج محمد قادری واحدی

(زانی کے لئے کیا حکم ہے؟)

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مسئلہ:۔ کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ اگر کوئی شخص زنا کرتا ہے اور اس گناہ کو لوگوں کو بتاتا ہے بغیر کسی افسوس کے اور اسی لڑکی سے فون پر بات چیت کرتا ہے اور شادی کا ارادہ بھی ہے تو ایسے شخص کے ساتھ کھانا، پینا، کیسا ہے وہ بھی اسی مارکیٹ میں ہے جسمیں میری دکان ہے۔ جواب عنایت فرمائیں مہربانی ہوگی۔ **المستفتی:۔** محمد صیف سیتا پور

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوہاب اللھم ہدایۃ الحق والصواب

زنا گناہ کبیرہ ہے اللہ تعالی قرآن شریف میں ارشاد فرماتا ہے:" اَلزَّانِیَةُ وَ الزَّانِیْ فَاجْلِدُوْا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ ۪ وَّ لَا تَاْخُذْكُمْ بِهِمَا رَاْفَةٌ فِیْ دِیْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ الْیَوْمِ الْاٰخِرِۚ وَ لْیَشْهَدْ عَذَابَهُمَا طَآىٕفَةٌ مِّنَ الْمُؤْمِنِیْنَ" جو عورت بدکار ہو اور جو مرد تو ان میں ہر ایک کو سو کوڑے لگاؤ اور تمہیں ان پر ترس نہ آئے اللہ کے دین میں اگر تم ایمان لاتے ہو اللہ اور پچھلے دن پر اور چاہیے کہ ان کی سزا کے وقت مسلمانوں کا ایک گروہ حاضر ہو۔ (کنز الایمان، سورہ نور ۲)

پھر لوگوں کو بتانا ایک اور گناہ ہے کہ گناہ کو ظاہر کرنا گناہ ہے اگر اسلامی حکومت ہوتی تو ایسے شخص کو سخت سزائیں دیتی لیکن جہاں اسلامی حکومت نہ ہو وہاں کوئی اور سزا نہیں دے سکتا البتہ جملہ مسلمان بائیکاٹ کر دیں انکے ساتھ کھانا پینا بند کر دیں جیسا کہ قرآن شریف میں ہے" وَ اِمَّا یُنْسِیَنَّكَ الشَّیْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ"، اور جو کہیں تجھے شیطان بھلاوے

تو یاد آئے پر ظالموں کے پاس نہ بیٹھ۔ (کنز الایمان، سورہ انعام ۶۹)

ہاں اگر توبہ استغفار کر لے بعد توبہ کار خیر کرنے کے لئے کہیں مثلا مسجد میں جن چیزوں کی ضرورت ہو وہ لا کر دیں اور میلاد وغیرہ کریں اور غریبوں میں صدقات وخیرات کریں کہ اعمال صالحہ قبول توبہ میں معاون ہوتے ہیں جیسا کہ قرآن شریف میں ہے: "اِلَّا مَنۡ تَابَ وَ اٰمَنَ وَ عَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا فَاُولٰٓئِكَ یُبَدِّلُ اللّٰهُ سَیِّاٰتِهِمۡ حَسَنٰتٍ وَ كَانَ اللّٰهُ غَفُوۡرًا رَّحِیۡمًا" مگر جو توبہ کرے اور ایمان لائے اور اچھا کام کرے تو ایسوں کی برائیوں کو اللہ بھلائیوں سے بدل دے گا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ (کنز الایمان، سورہ فرقان آیت ۷۰)

اگر بعد توبہ اپنی حرکت سے باز آجائے تو مل جل کر رہ سکتے ہیں ان کے گھر کھا بھی سکتے ہیں اور اگر توبہ نہ کرے تو بالکل بائیکاٹ کر دیں اگر چہ کئی سال گزر جائے۔ واللہ اعلم بالصواب

کتبہ

فقیر تاج محمد قادری واحدی

(مالی جرمانہ لینا کیسا ہے؟)

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مسئلہ:۔کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ اگر کوئی مسلمان شراب یا جوا کا عادی ہو اور اسکا سماجی بائیکاٹ کر دیا جائے پھر وہ توبہ کرنے کو کہے تو کیا لوگ اس پر بطور سزا مالی جرمانہ لگا سکتے ہیں؟ تاکہ ہوسکتا ہے کہ اسی خوف سے پھر شراب اور جوئے کے قریب نہ جائے کیا کسی بھی صورت میں مالی جرمانہ جائز نہیں ہے؟ **المستفتی**:۔ محمد حسان نوری رضا نگر دولت پور گرانٹ گونڈہ

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوہاب ھو الہادی الی الصواب

فقہ حنفی میں مالی جرمانہ لینا جائز نہیں ہے جیسا کہ فتاوی شامی میں ہے:"وفی شرح الآثار التعزیر بالمال کان فی ابتداء الإسلام ثم نسخ والحاصل أن المذهب عدم التعزیر بأخذ المال"(۴/۶۱)

شریعت سے متصادم قوانین پر فیصلہ کرنا موجب گناہ ہے، ایسے لوگوں کے بارے میں قرآن کریم میں ہے:"وَمَنْ لَّمْ یَحْكُمْ بِمَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓىٕكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ"اور جو اللہ کے اتارے پر حکم نہ کریں تو وہی لوگ فاسق ہیں۔(کنزالایمان، سورۃ المائدہ ۴۷)

چوں کہ مالی جرمانہ لینا جائز نہیں ہے، اس لئے کسی مجرم سے بطورِ زجر و تنبیہ کے مالی رقم لینا جائز نہیں البتہ اس کو ڈرانے اور راہ راست پر لانے کی لئے مالی جرمانہ لے سکتے ہیں مگر اس کو کوئی خرچ نہیں کرسکتا بلکہ راہ راست اختیار کرنے کے بعد اسے واپس دی جائے گی۔شرعی اعتبار سے اس طرح کے جرائم کی صورت میں بقدرِ جرم جو سزائیں عائد کی گئی ہیں ان سزاؤں کے نفاذ سے ہی جرائم کا خاتمہ

ہوسکتا ہے، اور سزاؤں کا نفاذ اسلامی حکومت میں حاکمِ وقت کو ہے، اور جہاں شرعی نظام نافذ نہ ہو وہاں مجرمین کو توبہ تائب ہونے کی تلقین کی جائے۔ اور جو اشخاص اس کے باوجود باز نہ آئیں ان سے قطع تعلق کر لینا چاہیے۔

لیکن سوال سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ توبہ کرنا چاہتا ہے مگر لوگ توبہ کرانے کے بجائے جرمانہ عائد کر دئے جس کے سبب سے توبہ میں تاخیر ہوئی لہذا ان سب پر علانیہ توبہ لازم ہے جنھوں نے توبہ کرانے کے بجائے جرمانہ عائد کیا۔ واللہ اعلم بالصواب

کتبہ

فقیر تاج محمد قادری واحدی

(ڈی این اے ٹیسٹ کی بنیاد پر زنا بالجبر کا فیصلہ کرنا کیسا ہے؟)

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مسئلہ:۔کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ ڈی این اے ٹیسٹ کی بنیاد پر زنا بالجبر کے مقدمات کا فیصلہ کرنا اور رجم یا کوڑوں کی سزا سنانا جائز ہوگا یا نہیں؟

المستفتی:۔محمد عثمان از گوجرانوالہ پاکستان

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوہاب

ڈی این اے ٹیسٹ کی بنیاد پر زنا بالجبر کے مقدمات کا فیصلہ کرنا اور رجم یا کوڑوں کی سزا سنانا درست نہیں شریعت میں اس کی کوئی اصل نہیں۔ڈی این اے کیا ہے؟ ڈی این اے یعنی کہ (ڈی آکسی رائبو نیوکلیک ایسڈ) انسانوں اور تمام جانداروں کے جسم میں پایا جانے والا وراثتی مادہ ہے ہر انسان کا ڈی این اے الگ الگ ہوتا ہے! سائنس کا کہنا ہے انسان اپنے ڈی این اے کا پچاس فیصد حصہ اپنی والدہ سے وصول کرتا ہے اور بقیہ پچاس فیصد والد سے۔ان دونوں ڈی این اے کے مخصوص مرکب سے انسان کا اپنا ڈی این اے بنتا ہے۔! ڈی این اے ٹیسٹ کہ عام مقصدوں میں ایک مقصد یہ بھی ہے اپنی ذاتی خاندانی ولدیت ثابت کرنے کے لیے! تاکہ یہ جان سکے کہ کس انسان کے حقیقی والدین کون ہیں! پھر ان لوگوں کی ولدیت کا دعوی کرنے والوں کے ساتھ ڈی این اے ٹیسٹ میچنگ کر کے دکھایا جاتا ہے۔! اب زیادہ تفصیل کی ضرورت نہیں ہے بات سمجھ میں آگئی کہ ڈی این اے ٹیسٹ کے نتائج کے مطابق حقیقی والدین کی اگر غیر ولدیت ثابت ہو جائے اور اس بات سے اتفاق کرتے ہوئے اس پر زنا بالجبر کا مقدمہ چلا کر سزا دلوانا! یہاں ہمیشہ ایک بات خیال رکھیں ڈی این

اے ٹیسٹ کا قرآن وحدیث میں کوئی اعتبار نہیں ہے اس لئے فتویٰ اس کے مطابق قرآن وحدیث کے خلاف ہوگا یونہی فیصلہ بھی! اور حد زنا یا حد قذف بھی قرآن وحدیث کے آئینے میں قرآنی قوانین وضوابط پر ہی دئے جائیں گے کورٹ یا کچہری کو کوئی اختیار نہیں کہ وہ بھی خلافِ حکمِ قرآن وحدیث فیصلہ کرے! مسلمان قرآنی حکم پر ایمان رکھتا ہے نہ کہ کورٹ کے فیصلے پر! پھر کورٹ اور کچہری کے فیصلوں میں بے انصافی اور بدعنوانی کسے نہیں معلوم؟ عموماً کورٹ کچہری کے ججز لا دین اور کفار ومرتدین ہوتے ہیں ان کے فیصلوں کا شرعاً اعتبار نہیں کیا جاسکتا قانونِ ملکی خواہ کیسا بھی توڑ مروڑ کر بنالیا جائے! حدود کا حکم قانونِ الٰہی سے ماخوذ ہے بندوں کے بنائے ہوئے قانون سے ہرگز نہیں! لہٰذا اس طرح ڈی این اے ٹیسٹ کے ذریعے زنا بالجبر کا غلط الزام لگانا ناجائز وحرام ہے! ثبوت زنا کے لئے چار عادل چشم دید گواہوں کا ہونا ضروری ہے ورنہ الزام ثابت نہ کرنے کی صورت میں الزام لگانے والا خود گنہگار ہوگا اور اگر اسلامی حکومت ہوتی تو سخت سے سخت سزا کا مستحق ہوتا، جیسا کہ فتاویٰ رضویہ جلد سوم ردالمختار کے حوالے سے مرقوم ہے" ثبوت زنا کے لیے چار عادل گواہوں کا ہونا ضروری ہے اور زنا کا جھوٹا الزام لگانے والا 80 درے مارے جانے کا مستحق ہے۔ (صفحہ ۲۴۱)

مذکورہ بالا عبارات سے روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ ڈی این اے ٹیسٹ کی بنیاد پر زنا ثابت نہ ہوگا اور جب جب زنا ثابت نہ ہوگا پھر فیصلہ کیسا بلکہ ڈی این اے کی بنیاد پر فیصلہ کرنے والا خود سخت گنہگار مستحق عذاب نار ہوگا۔ واللہ اعلم بالصواب

کتبہ

فقیر محمد امتیاز قمر رضوی امجدی عفی عنہ

(زانیہ اگر شادی شدہ ہو تو کیا حکم ہے؟)

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مسئلہ:۔کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ ایک عورت ہے اسکا شوہر ویدش میں رہتا ہے اور وہاں سے خرچ وغیرہ بھیجتا رہتا ہے لیکن وہ عورت یہاں پر زنا کاری کراتی ہے تو ایسی عورت پر عندالشرع کیا حکم نافذ ہوگا؟ برائے مہربانی مکمل طور پر جواب عنایت فرمائیں عین نوازش ہوگی

المستفتی:۔محمد شاکر رضوی

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک وہاب ھوالھادی الی الصواب

زنا گناہ کبیرہ ہے زنا کرنے والے مرد وعورت پر اللہ کی جانب سے بہت بڑی سزا ہے جیسا کہ اللہ تعالی قرآن شریف میں ارشاد فرماتا ہے "اَلزَّانِیَۃُ وَ الزَّانِیۡ فَاجۡلِدُوۡا کُلَّ وَاحِدٍ مِّنۡہُمَا مِائَۃَ جَلۡدَۃٍ ۪ وَّ لَا تَاۡخُذۡکُمۡ بِہِمَا رَاۡفَۃٌ فِیۡ دِیۡنِ اللّٰہِ اِنۡ کُنۡتُمۡ تُؤۡمِنُوۡنَ بِاللّٰہِ وَ الۡیَوۡمِ الۡاٰخِرِ ۚ وَ لۡیَشۡہَدۡ عَذَابَہُمَا طَآئِفَۃٌ مِّنَ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ"۔ جو عورت بدکار ہو اور جو مرد تو ان میں ہر ایک کو سو کوڑے لگاؤ اور تمہیں ان پر ترس نہ آئے اللہ کے دین میں اگر تم ایمان لاتے ہو اللہ اور پچھلے دن پر اور چاہیے کہ ان کی سزا کے وقت مسلمانوں کا ایک گروہ حاضر ہو۔(کنزالایمان، سورہ نور ۲)

یاد رہے یہ حکم غیر شادی شدہ کے لئے ہے اور شادی شدہ کو رجم کرنے یعنی پتھر مار کر ہلاک کر نے کا حکم ہے جیسا کہ سید نعیم الدین مرادآبادی علیہ الرحمہ "الزانیۃ والزانی" کی تفسیر میں تحریر فرماتے ہیں یہ خطاب حکام کو ہے کہ جس مرد یا عورت سے زنا سرزد ہو اسکی حد یہ ہے کہ اس کے سو ۱۰۰ کوڑے لگاؤ یہ حد ہر غیر محصن (آزاد کنوارے) کی ہے، کیوں کہ ہر محصن (آزاد شادی شدہ) کا حکم یہ ہے کہ اس کو رجم کیا

جائے جیسا کہ حدیث شریف میں وارد ہے کہ ماعز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بحکم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم رجم کیا گیا محصن وہ آزاد مسلمان ہے جو مکلف ہو اور نکاح صحیح کے ساتھ صحبت کر چکا ہو خواہ ایک ہی مرتبہ ایسے شخص سے زنا ثابت ہو تو رجم کیا جائے اور ان میں سے ایک بات بھی نہ ہو مثلاً حر نہ ہو مسلمان نہ ہو یا عاقل بالغ نہ ہو اس نے کبھی اپنی بیوی کے ساتھ صحبت نہ کہ ہو یا جس کے ساتھ کی ہو اس سے نکاح فاسد ہوا ہو تو یہ سب غیر محصن میں داخل ہیں اور ان سب کا حکم کوڑے مارنا ہے۔ (تفسیر خزائن العرفان سورنور)

حدیث شریف ملاحظہ ہو: عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ الْأَنْصَارِيِّ أَنَّ رَجُلًا مِنْ أَسْلَمَ أَتَى رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. فَحَدَّثَهُ أَنَّهُ قَدْ زَنَى. فَشَهِدَ عَلَى نَفْسِهِ أَرْبَعَ شَهَادَاتٍ. فَأَمَرَ بِهِ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرُجِمَ. وَكَانَ قَدْ أُحْصِنَ" حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ قبیلہ اسلم کے ایک صاحب ماعز نامی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے اور کہا کہ میں نے زنا کیا ہے۔ پھر انہوں نے اپنے زنا کا چار مرتبہ اقرار کیا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے رجم کا حکم دیا اور انہیں رجم کیا گیا، وہ شادی شدہ تھے۔

(بخاری حدیث نمبر ۶۸۱۴)

یہ بھی یاد رہے کہ ثبوت زنا کے لئے چار آزاد مرد گواہ کی ضرورت ہے (جو گواہی کے مستحق ہوں) پھر اگر تہمت لگانے والا چار گواہ نہ پیش کر سکے تو اسے اسی کوڑے ماریں جائیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے "وَ الَّذِیْنَ یَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ ثُمَّ لَمْ یَاْتُوْا بِاَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ فَاجْلِدُوْهُمْ ثَمٰنِیْنَ جَلْدَةً وَّ لَا تَقْبَلُوْا لَهُمْ شَهَادَةً اَبَدًا ۚ وَ اُولٰٓىٕكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ۙ اِلَّا الَّذِیْنَ تَابُوْا مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ وَ اَصْلَحُوْا ۚ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ" اور جو پارسا عورتوں کو عیب لگائیں پھر چار گواہ معائنہ کے نہ لائیں تو انھیں اسی کوڑے لگاؤ اور ان کی گواہی کبھی نہ مانو اور وہی فاسق ہیں، مگر جو اس کے بعد توبہ کر لیں اور سنور جائیں تو بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

(کنزالایمان، سورہ نور ۴/۵)

نیز فرماتا ہے "لَوْ لَا جَآئُوْ عَلَیْهِ بِاَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ ۚ فَاِذْ لَمْ یَاْتُوْا بِالشُّهَدَآءِ فَاُولٰٓئِكَ عِنْدَ اللّٰهِ هُمُ الْكٰذِبُوْنَ" اس پر چار گواہ کیوں نہ لائے تو جب گواہ نہ لائے تو وہی اللہ کے نزدیک جھوٹے ہیں ۔(کنزالایمان،سورہ نور ر ۱۵)

خلاصہ کلام یہ ہے کہ سائل چار گواہ پیش کرے جنھوں نے اس طرح دیکھا ہو جیسے ماچس کے اندر سلائی یا وہ عورت خود اقرار کرے تو اس عورت کے لئے حکم شرع یہ ہے کہ اس کو سنگسار کیا جائے لیکن ہمارے ہندوستان میں اسلامی حکومت نہیں ہے اس لئے اس کو علانیہ توبہ کرنے کو کہا جائے بعد توبہ عورت آئندہ ایسا نہ کرنے کا وعدہ کرے اور کار خیر کرے مثلاً مسجد میں جن چیزوں کی ضرورت ہو وہ لا کر دے اور میلاد وغیرہ کرے اور غریبوں میں صدقات وخیرات کرے کہ اعمال صالحہ قبول توبہ میں معاون ہوتے ہیں جیسا کہ قرآن شریف میں ہے "اِلَّا مَنْ تَابَ وَ اٰمَنَ وَ عَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا فَاُولٰٓئِكَ یُبَدِّلُ اللّٰهُ سَیِّاٰتِهِمْ حَسَنٰتٍ ۚ وَ كَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِیْمًا" مگر جو توبہ کرے اور ایمان لائے اور اچھا کام کرے تو ایسوں کی برائیوں کو اللہ بھلائیوں سے بدل دے گا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے ۔

(کنزالایمان،سورہ فرقان ۷۰)

اور اگر عورت توبہ نہ کرے تو اس کا سماجی بائیکاٹ کر دیا جائے جیسا کہ ارشاد ربانی ہے "وَ اِمَّا یُنْسِیَنَّكَ الشَّیْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ" اور جو کہیں تجھے شیطان بھلا دے تو یاد آئے پر ظالموں کے پاس نہ بیٹھ ۔(کنزالایمان،سورہ انعام ۶۸)

اگر اس کا شوہر زیادہ دنوں سے ودیش رہ رہا ہو جسکی وجہ سے اس کی بیوی اپنے نفس پر قابو نا پا کر گناہ کبیرہ میں ملوث ہو تو اس شوہر پر بھی لازم ہے کہ علانیہ توبہ کرے اور روپیے کے لالچ میں اتنے دنوں تک باہر نہ گزارے جس سے بیوی مجبور ہو کر گناہ کبیرہ میں ملوث ہو ۔

اور اگر سائل چار گواہ نہ پیش کر سکے تو سائل پر لازم ہے کہ علانیہ توبہ کرے اور آئندہ الزام نہ لگانے

کا وعدہ کرے کیونکہ تہمت بھی گناہ کبیرہ ہے اور تہمت لگانے پر دنیا و آخرت میں بہت سخت عذاب ہے جیسا کہ ارشاد ربانی ہے "اِنَّ الَّذِیۡنَ یُحِبُّوۡنَ اَنۡ تَشِیۡعَ الۡفَاحِشَۃُ فِی الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا لَھُمۡ عَذَابٌ اَلِیۡمٌ ۙ فِی الدُّنۡیَا وَ الۡاٰخِرَۃِ ؕ وَ اللّٰہُ یَعۡلَمُ وَ اَنۡتُمۡ لَا تَعۡلَمُوۡنَ" وہ لوگ جو چاہتے ہیں کہ مسلمانوں میں براچرچا پھیلے ان کے لیے دردناک عذاب ہے دنیا اور آخرت میں اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔ (کنزالایمان، سورہ نور آیت نمبر ۱۹)

اور اگر سائل توبہ نہ کرے تو اس کا بھی سماجی بائیکاٹ کر دیا جائے۔ واللہ اعلم بالصواب

کتبہ

فقیر تاج محمد قادری واحدی

(کیا قاری ابو شحمہ رضی اللہ عنہ نے زنا کی تھی؟)

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مسئلہ:۔کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالی عنہ کے عدل و انصاف کو بیان کرتے ہوئے بعض واعظین بیان کرتے ہیں کہ آپ کے صاجزادے حضرت ابو شحمہ رضی اللہ تعالی عنہ نے ایک یہودی عورت کے پلانے سے شراب پی لی اور نشہ کی حالت میں زنا کیا وہ عورت حاملہ ہوگئی جب بچہ پیدا ہوا تو اس بچہ کو لیکر حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالی عنہ کے پاس گئی اس وقت آپ مسجد میں وعظ فرما رہے تھے دوران وعظ اس نے کہا کہ یہ ابو شحمہ کا بچہ ہے یہ سنتے ہی آپ جلال میں آگئے ایک جلاد کو بلا کر ابو شحمہ کے کپڑے اتروائے اور سو درے مارنے کا حکم دیا ابھی چند درے لگے تھے کہ آپ زمین پر گر گئے اور آپ کا انتقال ہوگیا اس واقعہ کو بعض لوگ موبائل کیسٹوں کے ذریعہ سنتے ہیں لہٰذا یہ واقعہ صحیح ہے یا غلط؟ بینوا توجروا **المستفتی**:۔عبد الجبار قادری

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوہاب ھو الھادی الی الصواب

یہ واقعہ بالکل جھوٹ ہے یہ کسی رافضی نے گڑھا ہے،خلیفہ دوم حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ کے صاجزادے جن کا نام عبد الرحمٰن اوسط ہے اور کنیت ابو شحمہ ہے انکی جانب شراب پینے کی نسبت غلط ہے ،ہاں صحیح یہ ہے کہ آپ نے نبیذ پی تھی جس کی وجہ سے نشہ ہوگیا تھا ایسا ہی فتاوی فیض الرسول ج ۲ ص ۱۰۷ رمیں مجمع البحار کے حوالہ سے ہے کہ آپ نے نبیذ پی تھی اور نبیذ اس پانی کو کہتے ہیں جس میں کھجور بھگائی گئی ہو اور کھجور کی مٹھاس پانی میں اتر آئی ہو اور نبیذ دو طرح کی ہوتی ہے ایک نبیذ وہ جس میں نشہ نہیں ہوتا ایسی نبیذ پاک وحلال ہے اور ہمارے امام ابو حنیفہ کے نزدیک اس سے وضو جائز ہے

بشرطیکہ گاڑھا نہ ہوا ہو اور پانی کے اجزا غالب ہوں، تفسیرات احمدیہ ص ۸۸۰ رفتاوی رضویہ ج ا رباب المیاہ رمراۃ المناجیح ج ا ص ۳۰۰ کا مطالعہ کریں۔

اور ایک نبیذ وہ ہوتی ہے جس میں نشہ ہوتا ہے وہ حرام ونجس ہے حضرت ابوشحمہ رضی اللہ تعالی عنہ نے یہ سمجھ کر نبیذ پی تھی کہ یہ نشہ والی نہیں ہے مگر وہ نشہ والی ثابت ہوئی تو حضرت عمر ابن خطاب رضی اللہ عنہ نے ان کی گرفت فرمائی اور از راہ عدل وانصاف سزا دی، لہٰذا اس کا بیان کرنا سننا حرام سخت حرام ہے اور جو مقرر یہ بیان کرے اس پر توبہ لازم ہے۔واللہ تعالی ورسولہ الاعلی اعلم بالصواب

کتبہ

حقیر محمد علی قادری واحدی

(جو بیٹی کے ساتھ زنا کرے اس پر کیا حکم ہے؟)

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مسئلہ:۔کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے اپنی حقیقی بیٹی سے زنا کیا تو اس پر اور بیوی پر کیا حکم ہوگا؟ **المستفتی:۔** مہتاب عالم

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوہاب

اگر واقعی شخص مذکور نے اپنی حقیقی بیٹی سے مذکورہ حرکتیں کی ہے تو وہ شخص ظالم و جفا کار و سیہ کار و بدکار مستحق غضب جبار و عذاب نار اور سخت حرام کار ہے اس شخص کے لڑکی کی ماں اب ہمیشہ کے لئے اس شخص پر حرام ہوگئی اور اس شخص پر لازم ہے کہ فوراً اس سے دور ہو جائے۔ چنانچہ حضور صدر الشریعہ بدر الطریقہ مفتی محمد امجد علی اعظمی رضوی علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں کہ: یہ افعال (زنا کرنا شہوت کے ساتھ چھونا بوسہ لینا وغیرہ) قصداً ہو یا بھول کر یا غلطی سے یا مجبوراً بہر حال حرمت مصاہرت ثابت ہو جائے گی مثلاً اندھیری رات میں مرد نے اپنی عورت کو جماع کے لئے اٹھانا چاہا غلطی سے شہوت کے ساتھ مشتہاۃ لڑکی پر ہاتھ پڑ گیا اس کی ماں ہمیشہ کے لئے اس پر حرام ہوگئی۔(بہار شریعت جلد دوم صفحہ ۲۵)

اس سے ثابت ہوا کہ اگر کوئی اپنی مشتہاۃ لڑکی کے ساتھ زنا کرلے یا شہوت کے ساتھ پکڑ لے یا بوس و کنار کرلے تو اس لڑکی کی ماں اس آدمی پر ہمیشہ کے لئے حرام ہو جاتی ہے اس شخص پر لازم ہے کہ فوراً وہ اپنی لڑکی کی ماں یعنی اپنی بیوی کو اپنے سے الگ کردے اور ساتھ ہی علانیہ توبہ و استغفار بھی کرے اور سچے دل سے رب تعالیٰ کی بارگاہ میں معافی کا طلبگار رہو۔حدیث شریف ہے: "توبۃ السر بالسر والعلانیۃ بالعلانیۃ" (کنز العمال جلد ۴ صفحہ ۲۰۹)

اور اگر وہ شخص ایسا نہیں کرتا ہے تو مسلمانوں پر لازم ہے کہ اس کا مکمل بائیکاٹ کر دیں اور اس سے سلام وکلام سب ختم کر دیں۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:"وَ اِمَّا يُنْسِيَنَّكَ الشَّيْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ"۔ اور جو کہیں تجھے شیطان بھلا دے تو یاد آئے پر ظالموں کے پاس نہ بیٹھ۔(کنز الایمان ،سورۃ الانعام آیت ۶۸ رحوالہ: فتاوی علیمیہ جلد دوم صفحہ ۸۴) واللہ اعلم بالصواب

کتبہ

غلام محمد صدیقی فیضی ارشدی عفی عنہ

(مسلمان لڑکی غیر مسلم کے ساتھ گھر بھاگ جائے تو کیا حکم ہے؟)

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مسئلہ:۔کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ مسلمان کی لڑکی ہے اور غیر مسلم کا لڑکا ہے دونوں کا آپس میں تعلقات ایک سال سے تھا اور پھر اسکے ساتھ بھاگ بھی گئی جب گھر والے تلاش کئے تو لڑکی غیر مسلم کے گھر پر ملی گھر والے اسکو واپس لائے تو لڑکی اور اسکے گھر والوں پر شریعت کا کیا حکم ہے؟ جواب عنایت فرمائیں عین نوازش ہوگی۔

المستفتی:۔ محمد صابر علی نظامی امام جمنیا باغ بازار خراسہ ضلع گونڈہ یوپی

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوہاب اللھم ہدایۃ الحق والصواب

صورت مسئولہ میں لڑکی گناہ کبیرہ کی مرتکب ہوئی اگر اسلامی حکومت ہوتی تو سخت سزا دی جاتی کیونکہ یہ بے حیائی کا کام ہے ارشاد ربانی ہے: "اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَاِيْتَآئِ ذِي الْقُرْبٰى وَيَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ وَالْبَغْيِ يَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ" بیشک اللہ حکم فرماتا ہے انصاف اور نیکی اور رشتہ داروں کے دینے کا اور منع فرماتا بے حیائی اور بری بات اور سرکشی سے تمہیں نصیحت فرماتا ہے کہ تم دھیان کرو۔ (کنزالایمان، سورۃ النحل آیت نمبر ۹۰)

اور ایک دوسرے مقام پر فرماتا ہے: "وَلَا تَقْرَبُوا الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ ذٰلِكُمْ وَصّٰكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ" اور بے حیائیوں کے پاس نہ جاؤ جو ان میں کھلی ہیں اور جو چھپی اور جس جان کی اللہ نے حرمت رکھی اسے ناحق نہ مارو یہ تمہیں حکم فرمایا ہے کہ تمہیں عقل ہو۔ (سورۃ الانعام آیت نمبر ۱۵۱)

نیز فرماتا ہے: "وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنٰٓی اِنَّهٗ کَانَ فَاحِشَةً وَسَآءَ سَبِیْلًا "اور بدکاری کے پاس نہ جاؤ بیشک وہ بے حیائی ہے، اور بہت ہی بری راہ۔(کنزالایمان، سورۃ اسراء آیت نمبر ۳۲)

یونہی اس لڑکی کے والدین بھی گنہگار ہوئے کیونکہ والدین پر اولاد کی تربیت و نگہبانی لازم ہے، ارشاد ربانی ہے: "یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا قُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِیْكُمْ نَارًا وَّقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ " اے ایمان والو! اپنی جانوں اور اپنے گھر والوں کو اس آگ سے بچاؤ جس کے ایندھن آدمی اور پتھر ہیں۔(سورۃ نمبر التحریم آیت نمبر ٦)

لہذا لڑکی اور اس کے والدین کو چاہئے کہ سچے دل سے علانیہ توبہ کر لیں اللہ تعالیٰ غفور رحیم ہے اور بعد توبہ کار خیر کریں کہ اعمال صالحہ قبول توبہ میں معاون ہوتے ہیں جیسا کہ قرآن شریف میں ہے: "اِلَّا مَنْ تَابَ وَ اٰمَنَ وَ عَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا فَاُولٰٓئِكَ یُبَدِّلُ اللّٰهُ سَیِّاٰتِهِمْ حَسَنٰتٍ ؕ وَ کَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِیْمًا" مگر جو توبہ کرے اور ایمان لائے اور اچھا کام کرے تو ایسوں کی برائیوں کو اللہ بھلائیوں سے بدل دے گا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔(کنزالایمان، سورۃ الفرقان ٧٠)

اور اگر توبہ نہ کریں تو مسلمانوں پر لازم ہے کہ ان کا سماجی بائیکاٹ کر دیا جائے جیسا کہ ارشاد ربانی ہے: "وَاِمَّا یُنْسِیَنَّكَ الشَّیْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰی مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ" اور جو کہیں تجھے شیطان بھلاوے تو یاد آئے پر ظالموں کے پاس نہ بیٹھ۔(کنزالایمان سورہ انعام ٦٨)

واللہ اعلم بالصواب

کتبہ

فقیر تاج محمد قادری واحدی

(طلاق کے بعد بیوی کے ساتھ رہنے والے پر کیا حکم ہے؟)

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دیں اور پھر بعد طلاق بھی اسی عورت کے ساتھ رہتا رہا۔ رہتے رہتے جس کا عرصہ غالباً دس سال ہوگیا ہے باوجود اس کے کہ طلاق واقع ہونا وہ جانتا تھا لیکن اب اس حرام کام سے اجتناب کرتے ہوئے وہ شخص دوبارہ مطابق شرع نکاح کرتے ہوئے پھر اسی کے ساتھ رہنا چاہتا ہے لیکن غور طلب بات یہ ہے کہ بعد طلاق طویل عرصہ گزرنے کے درمیان اس عورت کی بچہ دانی کسی مرض کی وجہ سے نکالنا پڑا، جس کی وجہ سے اس عورت کو حیض آنا ہی بند ہوگیا ہے۔ اب اس صورت میں حکم شرع کیا ہے قرآن وحدیث کی روشنی میں واضح فرمائیں عین نوازش ہوگی۔ بینوا وتوضحوا **المستفتی**: محمد نور الحسن قادری پورنپور پیلی بھیت

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب بعون الملک الوہاب

زید اور اس کی بیوی دونوں گناہ کبیرہ کے مرتکب ہوئے اگر اسلامی حکومت ہوتی تو دونوں پر حد جاری کیا جاتا، چونکہ یہاں اسلامی حکومت نہیں ہے تو دونوں توبہ استغفار کریں اور قبول توبہ کے لیے کار خیر کریں جو عورت آئسہ یعنی حیض آنے سے ناامید ہو اس کی عدت بصورت طلاق تین ماہ ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد پاک ہے: " وَ اللّٰٓـئِیْ یَىٕسْنَ مِنَ الْمَحِیْضِ مِنْ نِّسَآىٕكُمْ اِنِ ارْتَبْتُمْ فَعِدَّتُهُنَّ ثَلٰثَةُ اَشْهُرٍ " اور تمہاری عورتوں میں جنہیں حیض کی امید نہ رہی، اگر تمہیں کچھ شک ہو تو ان کی عدت تین مہینے ہے۔ (سورہ طلاق آیت ۴)

صورت مسئولہ میں چونکہ زید کا اپنی بیوی کو طلاق دئے ہوئے دس سال گزر گیا، انہیں دس

سالوں میں اس کی عدت گزر چکی ہے، اب مزید کوئی عدت گزارے بغیر شوہر اول کے علاوہ کسی دوسرے مرد سے نکاح کرے پھر اس شوہر ثانی سے ہمبستر ہو، پھر شوہر ثانی طلاق دے یا انتقال کر جائے! پھر عورت عدتِ طلاق یا عدت موت جو بھی اس پر لازم ہو گزار کر شوہر اول سے نکاح کر سکتی ہے۔طلاق دینے کی صورت میں اس عورت کی عدت تین مہینہ ہے تین مہینہ گزار کر پھر وہ شوہر اول سے نکاح کر سکتی ہے، ورنہ نہیں۔جیسا کہ رب العٰلمین کا فرمان ہے: " فَاِنۡ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهٗ مِنۡۢ بَعۡدُ حَتّٰى تَنۡكِحَ زَوۡجًا غَيۡرَهٗ " پھر اگر تیسری طلاق اسے دی تو اب وہ عورت اسے حلال نہ ہوگی جب تک دوسرے خاوند کے پاس نہ رہے۔(سورہ بقرہ آیت ۲۳۰)

اور اگر شوہر کا انتقال ہو جائے تو عورت کی عدت چار مہینہ دس دن ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: وَ الَّذِيۡنَ يُتَوَفَّوۡنَ مِنۡكُمۡ وَ يَذَرُوۡنَ اَزۡوَاجًا يَّتَرَبَّصۡنَ بِاَنۡفُسِهِنَّ اَرۡبَعَةَ اَشۡهُرٍ وَّ عَشۡرًا ۚ " اور تم میں جو مریں اور بیبیاں چھوڑیں وہ چار مہینے دس دن اپنے آپ کو روکے رہیں۔

(سورہ بقرہ آیت ۲۳۴)واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہ

العبد محمد عمران قادری تنویری عفی عنہ

(شادی شدہ غیر محرم سے بات کرے تو کیا حکم ہے؟)

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مسئلہ:۔کیا فرماتے ہیں علمائے کرام مفتیانِ عظام اس مسئلہ ذیل کے بارے میں اگر کوئی شادی شدہ عورت کسی غیر محرم لڑکے سے بات کرے تو کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا **المستفتی:۔ محمد فرحان اختر**

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوہاب اللھم ہدایۃ الحق والصواب

شادی شدہ ہو یا غیر شادی شدہ دونوں کے لئے حکم شرع ایک ہی ہے یعنی غیر محرم سے بلا ضرورت بات کرنا حرام ہے خواہ موبائل فون پر ہو یا یونہی کہ عورت کی آواز بھی عورت ہے یعنی چھپانے والی ہے یہی وجہ ہے کہ عورتوں کو بلند آواز سے نعت پڑھنے کی اجازت نہیں ہے سرکار اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالی عنہ سے پوچھا گیا چند عورتیں ایک ساتھ ملکر گھر میں میلاد شریف پڑھتی ہیں اور آواز باہر تک سنائی دیتی ہے یونہی محرم کے مہینے میں کتاب شہادت وغیرہ بھی ایک ساتھ آواز ملا کر پڑھتی ہیں ۔ یہ جائز ہے یا نہیں؟ تو جواب میں ارشاد فرمایا ناجائز ہے کہ عورت کی آواز بھی عورت ہے اور عورت کی خوش الحانی کہ اجنبی سے محل فتنہ ہے ۔(فتاوی رضویہ ج ۲۲ ص ۲۴۰)

سرکار مفتی اعظم ہند مصطفی رضا خاں علیہ الرحمہ فرماتے ہیں ”جو لڑکیاں بلند آواز سے نعت پڑھتی ہیں وہ گنہگار بدکردار مستحق عذاب نار ہیں“(فتاوی مصطفویہ ص ۵۲۰)

حضور صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں (عورت کی آواز) کا اثر جذبات کو ابھارتا ہے اہل زمانہ خصوصا عوام کی حالت معلوم ہے ان کے دل میں جو خیالات وجزبات اسے سن کر پیدا ہوں گے ظاہر ہے ۔(فتاوی امجدیہ ج ۴ ص ۵۵)

آپ اندازہ لگائیں کہ جب نعت پڑھنے کی اجازت نہیں تو پھر غیر محرم سے گفتگو کرنے کی اجازت کیونکر ہوگی وہ بھی اس پرفتن دور میں کہ یہ بے حیائی کی جڑ ہے اور اللہ رب العزت بے حیائی سے دور رہنے کا حکم دیتا ہے ارشاد ربانی ہے: "اِنَّ اللّٰهَ یَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَاِیْتَآیِٔ ذِی الْقُرْبٰی وَیَنْهٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ وَالْبَغْیِ یَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ" بیشک اللہ حکم فرماتا ہے انصاف اور نیکی اور رشتہ داروں کے دینے کا اور منع فرماتا بے حیائی اور بُری بات اور سرکشی سے تمہیں نصیحت فرماتا ہے کہ تم دھیان کرو۔ (کنزالایمان، سورۃ النحل آیت نمبر ۹۰)

اور ایک دوسرے مقام پر فرماتا ہے: "وَلَا تَقْرَبُوا الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِیْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ ذٰلِكُمْ وَصّٰكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ" اور بے حیائیوں کے پاس نہ جاؤ جو ان میں کھلی ہیں اور جو چھپی اور جس جان کی اللہ نے حرمت رکھی اسے ناحق نہ مارو یہ تمہیں حکم فرمایا ہے کہ تمہیں عقل ہو۔ (کنزالایمان، سورۃ الأنعام آیت نمبر ۱۵۱)

عورت پر لازم ہے کہ توبہ و استغفار کرے اور بات کرنا بند کردے اور اگر نہ مانے تو اس کے شوہر کو بتایا جائے تا کہ اپنی بیوی کو منع کرے اور اگر منع نہ کرے تو شوہر و بیوی کا بائیکاٹ کردیا جائے کہ "اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَی النِّسَآءِ" (سورہ نساء ۳۴) کے تحت مرد حاکم ہے عورتوں پر۔ ہاں ضرورت کے تحت اجنبیہ سے بھی بات کرنے میں حرج نہیں جیسے خرید و فروخت کرنا وغیرہ وغیرہ۔

واللہ اعلم بالصواب

کتبہ

فقیر تاج محمد قادری واحدی

(جس پر زنا کی حد جاری ہوئی ہو اسے کیا کہتے ہیں؟)

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مسئلہ:۔کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ جس پر تہمت زنا کی حد جاری ہو چکی ہو اسے کیا کہتے ہیں نیز کیا اس کی گواہی قبول ہوتی ہے؟ رہنمائی فرمائیں **المستفتی**:۔رضا، کراچی

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوہاب

ایسے شخص کو محدود فی القذف کہتے ہیں اور اس کی گواہی کبھی مقبول نہیں ہوتی ہے۔ چنانچہ قرآنِ کریم میں ہے:وَ الَّذِیۡنَ یَرۡمُوۡنَ الۡمُحۡصَنٰتِ ثُمَّ لَمۡ یَاۡتُوۡا بِاَرۡبَعَۃِ شُہَدَآءَ فَاجۡلِدُوۡہُمۡ ثَمٰنِیۡنَ جَلۡدَۃً وَّ لَا تَقۡبَلُوۡا لَہُمۡ شَہَادَۃً اَبَدًا" اور جو پارسا عورتوں کو عیب لگائیں پھر چار گواہ معائنہ کے نہ لائیں تو انہیں اسّی کوڑے لگاؤ اور ان کی کوئی گواہی کبھی نہ مانو۔

(کنزالایمان، النور:۴/ ۲۴)

اور صدرالشریعہ محمد امجد علی اعظمی حنفی علیہ الرحمہ متوفی ۱۳۶۷ھ لکھتے ہیں: جس شخص پر حد قذف قائم کی گئی اس کی گواہی کسی معاملہ میں مقبول نہیں ہاں عبادات میں قبول کرلیں گے۔(بہارشریعت ۲/ ۴۰۱/ ۴۰۲) واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہ

محمد اُسامہ قادری

(لڑکی بھاگ جائے تو گھر والوں کا بائیکاٹ کرنا کیسا ہے؟)

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مسئلہ:۔کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ زید کی لڑکی ایک غیر مسلم کے ساتھ بھاگ گئی زید نے ایف آئی آر کیا تقریبا آٹھ دن بعد لڑکی گھر واپس آگئی علاقہ کے علمائے کرام نے زید کی لڑکی کے ساتھ زید اور اسکی بیوی کو بھی مجمع عام میں توبہ کرایا تو کیا اب زید کو اپنے گھر شادی وغیرہ میں کھلا سکتے ہیں یا نہیں گاؤں کے بعض لوگ کہتے ہیں کہ ابھی زید کے گھر والوں کو دو چار مہینہ کھانا وغیرہ نہ کھلایا جائے جو بھی شرعی حکم ہو بالتفصیل جواب عنایت فرمائیں۔ **المستفتی**: نظامی قادری

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوہاب

جب زید کی لڑکی اور زید وغیرہ نے علی الاعلان مجمع عام میں توبہ صادقہ کرلیا تو اب اسے شادی وغیرہ کے موقع پر کھانا کھلانے میں شرعا کوئی قباحت نہیں۔ارشاد باری تعالی ہے:اِلَّا مَنۡ تَابَ وَ اٰمَنَ وَ عَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا فَاُولٰٓئِكَ يُبَدِّلُ اللّٰهُ سَيِّاٰتِهِمۡ حَسَنٰتٍ ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ غَفُوۡرًا رَّحِيۡمًا، مگر جو توبہ کرے اور ایمان لائے اور اچھا کام کرے تو ایسوں کی برائیوں کو اللہ بھلائیوں سے بدل دے گا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔(کنز الایمان،سورہ فرقان ۷۰)

حدیث شریف میں ہے:التائب من الذنب کمن لاذنب له: گناہ سے سچی توبہ کرنے والا بے گناہ ہو جاتا ہے۔حجۃ الاسلام امام غزالی قدس سرہ العزیز فرماتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے نبی ﷺ نے فرمایا کہ مخلوق کی پیدائش سے چار ہزار سال قبل عرش کے چاروں طرف لکھ دیا گیا تھا کہ:اِنِّيۡ لَغَفَّارٌ لِّمَنۡ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا ثُمَّ اهۡتَدٰى: جس نے توبہ

کی اور ایمان لایا اور اچھا کام کیا پھر ہدایت پر رہا۔(سورہ طٰہٰ ،۸۲ / مکاشفۃ القلوب اردو ص ۱۴۲)

فتاوی بحرالعلوم میں ہے: کہ اگر عورت نے غیر مسلم کے ساتھ زنا کیا تو اس پر لازم ہے کہ وہ سب مسلمانوں کے سامنے اس زنا کاری سے توبہ کرے۔اور اگر اپنا عقیدہ بھی بدلا ہو یا بت پرستی بھی کی ہو تو اس عورت پر توبہ تجدید ایمان اور اس کا نکاح ہو چکا ہو تو اور شوہر اس کو اپنے ساتھ رکھنا چاہے تو پھر نکاح بھی کرنا پڑے گا۔توبہ اور تجدید نکاح کے بعد مسلمان اس کو برادی میں شامل کرلیں۔

(فتاوی بحرالعلوم ج ۴،ص ۳۵۴)

خلاصہ یہ ہے کہ اب لوگوں کو چاہئے کہ شادی وغیرہ کے موقع پر دعوت دیں اور کھلائیں۔اور زید کے گھر والوں کو بھی چاہیے کہ ایسے حالات پیدا کرے کہ لوگوں کو اس سے اطمینان ہو جائے۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہ

ابو کوثر محمد ارمان علی قادری جامعی

(ماں سے زنا کرنے والے پر حکم شرع کیا ہے؟)

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مسئلہ:۔کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ جو آدمی اپنی ماں سے زنا کرے اس پر حکم شرع کیا ہے؟ جواب عنایت فرمائیں **المستفتی:۔محمد شاکر خان بہرائچ شریف**

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوہاب

برصدق مستفتی جو شخص معاذ اللہ اپنی ماں سے زنا کرے ایسا شخص سخت گنہگار مستحق عذاب نار ہے ایسے شخص پر توبہ لازم ہے ۔حضور فقیہ ملت مفتی جلال الدین امجدی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: یہاں اگر حکومت اسلامیہ ہوتی تو زانی کو سو کوڑے مارے جاتے یا سنگسار کیا جاتا یعنی اس قدر پتھر مارا جاتا کہ وہ مرجاتا مگر چونکہ ہندوستان میں اسلامی حکومت ہے نہیں لہذا زانی کو توبہ استغفار کرنے کے لیے کہا جائے کار خیر کا حکم دیا جائے اگر وہ ایسا نہیں کرتا ہے تو مسلمانوں پر لازم ہے ان کا پورے طرح سے بائیکاٹ کریں ان کے ساتھ کھانا پینا اٹھنا بیٹھنا سلام کلام اور ہر قسم کے اسلامی تعلقات ختم کردیں اگر مسلمان ایسا نہیں کریں گے تو وہ بھی گنہگار ہوں گے ۔

(انوار الحدیث صفحہ ۳۲۷)

اس شخص کو علانیہ توبہ و استغفار کرایا جائے اور نماز کی پابندی کا اس سے عہد لیا جائے اور قرآن خوانی و میلاد شریف کرنے نیز مسجد میں لوٹا چٹائی رکھنے اور غرباء و مساکین کو کھانا کھلانے کی تلقین کی جائے کہ نیکیاں قبول توبہ میں معاون ہوتی ہیں ۔اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: وَمَنْ تَابَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَإِنَّهُ يَتُوبُ إِلَى اللَّهِ مَتَابًا "اور جو توبہ کرے اور اچھا کام کرے تو وہ اللہ کی طرف

رجوع لایا جیسی چاہئے تھی۔(سورہ فرقان آیت ۷۱)

یاد رہے جس شخص نے اپنی ماں سے زنا کیا تو اس کی ماں اس کے باپ پر ہمیشہ کے لئے حرام ہوگئی اب زانی کا باپ اپنی زوجہ سے متارکہ کرلے یعنی اسے چھوڑ دے۔(ماخوذ از بہار شریعت حصہ ہفتم حرمت مصاہرت کا بیان)واللہ اعلم بالصواب

انتباہ:۔ دور حاضر میں ایسا سننے میں آتا ہے کہ کسی نے اپنی ماں سے زنا کرلیا کسی نے اپنی بہن سے زنا کرلیا اس کی وجہ یہ ہے کہ پورے گھر والے ایک ساتھ بیٹھ کر سیریل فلم ڈرامے دیکھتے ہیں پھر شرم وحیاء ختم ہو جاتی ہے لہذا ان حرام کاریوں سے جملہ اہل خانہ کو بچنا بیحد ضروری ہے اور ایک وجہ یہ بھی ہے کہ بچے بچیوں کی عمر زیادہ ہو جاتی ہے والدین ان کی شادی نہیں کرتے پھر وہ ایسا گھناؤنا کام کر بیٹھتے ہیں اللہ تعالیٰ ہم سب کو ان حرام وگھناؤنے افعال قبیحہ سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے۔آمین

کتبہ

محمد معصوم رضا نوری عفی عنہ

(سالی سے زنا کیا تو کیا بیوی حرام ہوگئی؟)

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مسئلہ:۔کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ زید کی بیوی ہوتے ہوئے زید نے اپنی سالی سے زنا کیا تو کیا زید کی بیوی زید پر حرام ہوجائے گی؟ مکمل جواب دے کر شکریہ کا موقع عنایت فرمائیں۔

المستفتی: ۔محمد علی، بلرام پور

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوہاب

زنا بہت سخت حرام اور گناہ کبیرہ ہے خواہ سالی سے ہو یا کسی اور سے توبہ کرنا واجب ہے، تاہم سالی سے زنا کی وجہ سے بیوی حرام نہ ہوگی۔ چنانچہ علّامہ علاء الدین حصکفی حنفی متوفی ۱۰۸۸ھ ”خلاصۃ الفتاویٰ“ کے حوالے سے لکھتے ہیں: **وطئ أخت امرأته لا تحرم عليه امرأته** "یعنی، سالی سے زنا کرنے کی وجہ سے بیوی حرام نہیں ہوگی۔ (الدر المختار، ص ۱۸۰) واللہ تعالیٰ أعلم بالصواب

کتبہ

محمد اُسامہ قادری

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

(لا یجوز تغیر الوقف عن ھیئۃ)

وقف کو اس کی اصل حالت سے تبدیل کرنا جائز نہیں۔ (فتاوی عالمگیری ج ۲ ص ۴۹۰)

کتاب الوقف

وقف کا بیان

۴/ فتاوی

ناشرین

جملہ اراکین مسائل شرعیہ

(کاغذ میں وقف لکھا ہو تو وقف مانا جائے گا؟)

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مسئلہ:۔کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ اگر وقف بورڈ کے سرکاری کاغذات میں لکھا ہو کہ "یہ جگہ مدرسہ کے لئے وقف ہے" تو کیا اسے وقف مانا جائے گا یا نہیں؟ کیا اسے بیچنا یا مدرسہ کے علاوہ کسی اور کام میں استعمال کرنا درست ہے؟ **المستفتی:** حافظ عبدالرحمن اشرفی داہود شریف

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوہاب

بیان کردہ صورت میں وہ جگہ مدرسہ ہی پر وقف شمار ہوگی اور اسے بیچنا یا مدرسہ کے علاوہ کسی اور کام میں استعمال کرنا جائز نہیں جیسا کہ فتوی رضویہ میں ہے "لو وجد فی الدفاتر ان المکان الفلانی وقف علی المدرسۃ الفلانیۃ مثلًا یعمل بہ من غیر بینۃ وبذلك یفتی مشائخ الاسلام کما ھو مصرح بہ فی بہجۃ عبداللہ افندی وغیرھا فلیحفظ" یعنی اگر رجسٹروں میں مندرج ہے کہ فلاں۔فلاں مدرسہ پر وقف ہے تو بغیر گواہوں کے اس پر عمل کیا جائے گا اسی پر مشائخ اسلام نے فتوی دیا ہے جیسا کہ حضرت عبداللہ افندی علیہ الرحمہ کی بہجہ میں تصریح کی گئی ہے اس کو محفوظ کر لینا چاہیے۔(فتاوی رضویہ ج۱۶ ص۴۹۱)

اور جو جگہ جس مقصد کے لیے وقف کر دی جائے تو اسے اسی مقصد میں استعمال کرنا ضروری ہوتا ہے بدلنے سے وقف کی تبدیلی لازم آتی ہے اور وقف کو اصل حالت سے بدلنا ناجائز ہے فقہائے کرام فرماتے ہیں کہ وقف کا مقصد باقی رکھتے ہوئے صرف اس کی ہیئت بدلنا بھی جائز نہیں جیسا کہ فتاوی عالمگیری میں ہے "لا یجوز تغییر الوقف عن ھیئۃ" وقف کو اس کی اصل حالت سے تبدیل

کرنا ناجائز ہے۔(فتاوی عالمگیری ج ۲ ص ۴۹۰)

اور علامہ شامی قادری علیہ الرحمہ رقم طراز ہیں "الواجب ابقاء الوقف علی ما کان علیہ" یعنی: جس پر وقف تھا اسی مقصد پر رکھنا واجب ہے۔(ردالمحتار جلد ۳ صفحہ ۴۲۷)

بہار شریعت میں حضرت علامہ مفتی امجد علی اعظمی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: وقف کا حکم یہ ہے کہ نہ خود وقف کرنے والا اس کا مالک ہے نہ دوسرے کو اس کا مالک بنا سکتا ہے نہ اس کو بیع کر سکتا ہے نہ عاریت دے سکتا ہے نہ اس کو رہن رکھ سکتا ہے۔(بہار شریعت ۲ ح ۱۰ ص ۵۳۳)

لہذا جب وقف بورڈ کے سرکاری کاغذات میں لکھا ہے کہ یہ جگہ مدرسہ کیلیے وقف ہے" تو اسے مدرسہ ہی کیلیے استعمال کرنا لازم ہے اس کے غیر میں استعمال ناجائز ہے۔واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب جل جلالہ و رسولہ الاعلیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

کتبہ

سید محمد نذیر الہاشمی سہروردی نوری ارشدی

(عیدگاہ کی زمین کو بدلنا نیز اپنے استعمال میں لانا کیسا ہے؟)

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مسئلہ:۔کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ کیا عیدگاہ کی زمین کا کوئی حصہ سامان رکھنے کے لئے کرائے پر دیا جاسکتا ہے؟

(۲) عید عیدگاہ کی دیکھ بھال کے بدلے عیدگاہ کی زمین کو کاروباری سامان رکھنے کے لئے بلا معاوضہ استعمال کیا جاسکتا ہے؟

(۳) عیدگاہ جہاں برسوں سے عیدین کی نماز ادا ہوتی آرہی ہے اب نماز کے لئے وہاں جگہ کی قلت ہے ایسی صورت حال میں عیدگاہ کی زمین کو بیچ کر اس سے ملنے والی رقم سے دوسری عیدگاہ کی زمین خریدنا کیسا ہے؟ برائے کرم مدلل ومفصل جواب عنایت فرما کر شکریہ کا موقع فراہم فرمائیں عین وکرم ہوگا

المستفتی:۔عبدالقدوس مسلم انجمن صدر بڑواہ ایم پی

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب اللھم ھدایۃ الحق والصواب

(۱/۲/۳) اگر دیہات کی عیدگاہ ہو تو مالک یعنی جس کی زمین میں عیدگاہ ہے اس کو مکمل اختیار ہے جو چاہے کرے کیونکہ دیہات میں نماز عید جائز نہیں اس لئے دیہات میں عیدگاہ وقف نہیں ہوتا بلکہ مالک کے ملک میں رہتا اور اسے مکمل اختیار رہتا ہے تو مالک جو چاہے کرے یا کرنے کی اجازت دے دے۔(عامۂ کتب فتاوی)

اور شہر میں جو عیدگاہ ہوتی ہے وہ وقفی ہوتی ہے اور وقف کردہ شیٔ میں کسی قسم کا تصرف جائز نہیں ہے جیسا کہ فتاویٰ عالمگیری میں ہے ''لا یجوز تغییر الوقف عن ھیئتہ فلا یجعل الدار

بستانا ولا الخان حماما ولا الرباط دکھانا"اھ (ج ۲ ص ۴۹۰)

ردالمحتار میں ہے "ولا یجوز اخذ الاجرۃ منه ولا ان یجعل شیئاً منه مستقلا ولا سکنی بزازیة"(ج ۶ ص ۵۴۸)

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ وقفی عیدگاہ میں کسی قسم کا تصرف جائز نہیں ہے خواہ کرایہ پر دینا ہو یا بیچنا ہو یا تبدیل کرنا ہو شرعاً جائز نہیں ہے۔البتہ اگر عیدگاہ بنانے سے پہلے ایک حجرہ سامان رکھنے کے لئے یا کرائے پر دینے کے لئے بنادیا جائے تو یہ جائز ہے جیسے مسجدوں میں تمام مسجدیت سے پہلے امام کے لئے حجرہ بنایا جاتا ہے وہی حکم عیدگاہ کے لئے بھی ہے کہ عیدگاہ اکثر احکام میں مسجد کی طرح ہے جیسا کہ اعلیٰ حضرت قدس سرہ ارشاد فرماتے ہیں کہ عیدگاہ ایک زمین ہے کہ مسلمانوں نے نمازِ عید کے لئے خاص کی۔امام تاج الشریعہ نے فرمایا صحیح یہ ہے کہ وہ مسجد ہے اس پر تمام احکام مسجد ہیں۔

(فتاویٰ رضویہ جلد سوم صفحہ ۸۱۴ مکتبہ نعیمیہ)

اگر عیدگاہ نمازیوں کی کثرت کی وجہ سے تنگ ہوگئی تو عیدگاہ کے اردگرد کی زمین و مکان خرید کر عیدگاہ میں شامل کرلیں کہ عیدگاہ کو بیچ کر دوسری جگہ عیدگاہ کے لئے زمین نہیں خرید سکتے جیسا کہ حضور صدرالشریعہ علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں مصلیوں کی کثرت کی وجہ سے مسجد تنگ ہوگئی اور مسجد کے پہلو میں کسی شخص کی زمین ہے تو اُسے خرید کر مسجد میں اضافہ کریں اور اگر وہ نہ دیتا ہو تو واجبی قیمت دیکر جبراً اُس سے لے سکتے ہیں۔یوہیں اگر پہلوئے مسجد میں کوئی زمین یا مکان ہے جو اس مسجد کے نام وقف ہے یا کسی دوسرے کام کے لیے وقف ہے تو اُسکو مسجد میں شامل کرکے اضافہ کرنا جائز ہے البتہ اسکی ضرورت ہے کہ قاضی سے اجازت حاصل کرلیں۔یوہیں اگر مسجد کے برابر وسیع راستہ ہو اُس میں سے اگر کچھ جز مسجد میں شامل کرلیا جائے جائز ہے۔جبکہ راستہ تنگ نہ ہوجائے اور اُس کی وجہ سے لوگوں کا حرج نہ ہو۔(بہار شریعت ح ۱۰ ص ۵۶۴)

اور تمام ممکن کوشش کے باوجود اگر اردگرد کی زمین نہیں مل سکتی کہ عیدگاہ میں اضافہ ہو تو

عیدگاہ میں دو جماعت بھی کرسکتے ہیں مگر دوسری جماعت کے لئے بھی امام کا ماذون ہونا شرط ہے یا مساجد میں بھی عیدین کی جماعت کرسکتے ہیں حالانکہ مساجد میں جو امام ماذون ہیں نماز جمعہ پڑھاتے ہیں وہ عیدگاہ میں بھی دوسری جماعت پڑھا سکتے ہیں، اس لئے عیدگاہ میں جگہ کی تنگی کے سبب دو جماعت کرلیا جائے اور دونوں جماعت درست ہوگی جبکہ دونوں امام ماذون ہوں جیسا کہ حضور اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان فاضل بریلوی علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں اگر دونوں امام ماذون با قامت نماز عید تھے تو دونوں نمازیں جائز ہوگئیں۔(فتاویٰ رضویہ قدیم جلد سوم صفحہ ۸۰۳)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہ

محمد ابراہیم خان امجدی قادری رضوی

(جماعت خانہ زکوۃ کی رقم سے بنانا کیسا ہے؟)

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مسئلہ:۔کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ بستی میں ایک مسجد ہے جسکی انتظامیہ کمیٹی نے ایک جماعت خانہ زکوٰۃ اور چندے کے پیسوں سے تعمیر کیا ہے جسے شادی بیاہ کے موقع پر سنی لوگوں کے ساتھ دیوبندی وہابی عقائد کے لوگوں کو بھی کرائے پر دیا جاتا ہے اور کرائے کی آمد کو مسجد کا نظام چلانے کے لئے اس رقم کو خرچ کیا جاتا ہے کیا یہ درست ہے؟ اور جماعت خانے کی تعمیر میں زکوۃ کا پیسہ لگانا کیسا ہے؟ برائے کرم حدیث وقرآن کی روشنی میں مفصل ومدلل جواب عنایت فرما کر شکریہ کا موقع فراہم فرمائیں

المستفتی:۔ حاجی عبدالقدوس (صدر مسلم انجمن کمیٹی بڑواہ ایم پی)

وعلیکم السلام ورحمتہ اللہ وبرکاتہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوہاب

اولاً تو بنانے سے پہلے مسئلہ پوچھنا تھا تاکہ شریعت کے مطابق بنایا جاسکتا بنانے کے بعد سوال کرنا گویا انتشار پیدا کرنا ہے لہٰذا آئندہ خیال رہے کہ جس معاملات میں علم نہ ہو پہلے علمائے کرام سے معلوم کریں بعدہٗ کام کریں ارشاد ربانی فَسْئَلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ" تو اے لوگو! علم والوں سے پوچھو اگر تمہیں علم نہیں۔ (کنزالایمان، سورہ نحل ۴۳)

انتظامیہ کمیٹی نے زکوٰۃ کی رقم کو اگر جماعت خانہ تعمیر کرنے میں لگایا ہے تو یہ جائز نہیں۔ کیونکہ زکوٰۃ یتیموں غریبوں مسکینوں کے لئے ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے، انما الصدقت للفقرآء والمساکین الآیۃ ،، (پارہ ۱۰ سورۂ توبہ آیت ۶۰)

پس معلوم ہوا کہ زکوۃ ان کے اہل کو دیا جائے نہ کہ تعمیر کی جائے۔ اگر تعمیر کرنا ہے تو غیر مال زکوۃ

سے بنایا جائے۔ ہاں اگر وہاں کے لوگ غریب ہوں کہ غیر مال زکوۃ سے نہیں بنوا سکتے ہیں اور مسجد کی آمدنی بھی نہیں ہوپاتی ہو جس سے دیگر اخراجات کا انتظام کیا جاسکے تو بوجہ مجبوری حیلہ شرعی کر کے مال زکوۃ سے بنا سکتے ہیں۔ اس کا طریقہ یہ ہے کہ فقیر کو مالک کر دیں اور وہ صرف کرے اور ثواب دونوں کو ہوگا بلکہ حدیث میں آیا ہے کہ اگر سو ہاتھوں میں صدقہ گزرا تو سب کو ویسا ہی ثواب ملے گا جیسا دینے والے کے لیے اور اس کے اجر میں کچھ کمی نہ ہوگی۔ (بہار شریعت جلد اول حصہ پنجم صفحہ ۸۹۰)

اور اگر اس صورت میں بغیر حیلہ شرعی کے مال زکوۃ سے جماعت خانہ تعمیر کئے تو بنانے والے اور اس میں شریک حضرات سب کے سب گنہگار ہوئے اس کے لئے تملیک یعنی مسکین وغیرہ کو مالک بنا دینا شرط ہے۔ اور ان سب صورتوں میں تملیک نہیں پائی گئی۔ فتاویٰ عالمگیری جلد اول مصری صفحہ ۱۷۶ رمیں ہے" لایجوز ان یبنی بالزکوۃ المسجد و کذا الحج و کل ما لا تملیك فیه کذا فی التبیین ملخصا" (فتاویٰ فیض الرسول جلد اول صفحہ ۴۹۳)

پس زکوٰۃ کی رقم بلا حیلۂ شرعی جماعت خانہ میں صرف کرنے والے خائن اور مستحق عذابِ الٰہی ہوئے۔ ان پر زکوٰۃ دینے والوں کی رقوم امانت ہیں؛ پہلے وہ رقوم اپنے پاس سے ادا کریں اور کسی فقیر کو مالک بنا کر حق اللہ وحق العباد سے سبکدوش ہوں۔

رہی بات جماعت خانہ سے ملی ہوئی رقم جو کرائے میں آتی ہے۔ اس سے مسجد کا نظام چلانا اس وقت روا ہوگا جب کہ حیلۂ شرعی یا یا زکوٰۃ دینے والوں کی رقوم کی صحیح ادائیگی کرلی گئی ہو، پھر مسجد پر جواز کی دو صورتیں ہوں گی۔ (۱) یہ کہ مسجد میں صرف کے لیے ہی جماعت خانہ زکوٰۃ کی رقم سے حیلۂ شرعی کر کے بنایا گیا ہو۔ (۲) یہ کہ خالصاً مسجد کے لئے تو جماعت خانہ نہیں تعمیر کیا گیا مگر آمدنی مسجد کے لئے خاص کر دی گئی ہو۔

مذکورہ بالا دونوں صورتوں میں آمدنی کا صرفہ مسجد پر درست و جائز ہے! ایسا اس لئے کہ عطیہ و چندہ پر آمدنی کا دارومدار دینے والوں پر ہے تو چندہ دینے والے جس مقصد کے لئے چندہ دیں یا

کوئی اہل خیر جس مقصد کے متعلق اپنی جائداد وقف کرے اسی مقصد میں وہ رقم یا آمدنی صرف کی جاسکتی ہے۔ دوسرے مصرف میں صرف کرنا جائز نہیں۔ لہٰذا اگر جماعت خانہ مسجد کے ہی لئے ہے یا اس کی آمدنی مسجد کے لئے مختص ہے تو اس سے آئی ہوئی رقم سے مسجد کا نظام چلانا درست ہے وہ رقم چاہے سنی کو کرایہ پر دیکر حاصل ہوئی ہو یا دیوبندی کو! البتہ اگر سائل بدمذہبوں کو جماعت خانہ دینے کے بارے میں جاننا چاہتا ہے تو معلوم ہو کہ اگر بوقت وقفِ واقف یا تعمیرِ جماعت خانہ بانی کی نیت یا چندہ دہندگان کی نیت صرف یہ رہی ہو کہ صرف سنی صحیح العقیدہ کو ہی کرایہ پر جماعت خانہ دیا جائے گا، تو وہابی دیوبندی کو دینا جائز نہیں! اور اگر بلا تفریق مذہب مطلقاً کرایہ پر دینے کی نیت رہی ہو یا اس بات کو واقف و بانی اور چندہ دینے والے جانتے رہے ہوں کہ وہابی دیوبندی سب کو دیا جاتا ہے تو دیوبندی اور وہابی کو کرایہ پر دینے میں کوئی حرج نہیں! جیسا کہ مسجد کے لاؤڈ اسپیکر سے موت کے اعلان کے بارے میں حضور اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں: اگر مسجد کا لاؤڈ سپیکر وقف ہے اور واقف نے بوقتِ وقف اس کی اجازت دی ہے تو اس سے موت کا اعلان کرنا یا میلاد شریف اور دیگر مجالس خیر میں استعمال، کرایہ پر کرنا جائز ہے "لان شرط الواقف کنص الشارع،، (فتاوی رضویہ جلد ششم صفحہ ۳۵۲)

تنبیہ:۔ بہتر یہی ہے کہ وہابی دیوبندی اور دیگر بدمذہبوں کو جماعت خانہ کرایہ پر نہ دیا جائے! ان سے دور رہا جائے! حدیث شریف میں ہے "ایاکم و ایاھم لا یضلونکم و لا یفتنونکم،، یعنی بدمذہبوں سے دور رہو! اور انہیں اپنے سے دور رکھو! کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ تمہیں گمراہ کر دیں اور فتنہ میں مبتلا کر دیں،، (مسلم شریف جلد اول صفحہ ۱۰) وھو سبحانہ تعالیٰ أعلم بالصواب

کتبہ

العبد ابو الفیضان محمد عتیق اللہ صدیقی فیضی یارعلوی ارشدی عفی عنہ

(عیدگاہ کو جماعت خانہ بنانا کیسا ہے؟)

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مسئلہ:۔کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ عیدگاہ کو شہید کر کے وہاں پر جماعت خانہ بنانا اور اس کے اوپر عیدگاہ کی تعمیر کرنا کیسا ہے؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں

المستفتی: ۔فقیر قادری محمد ریحان رضا نعیمی ارشدی خطیب وامام جامع مسجد

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب بعون الملک الوہاب

دیہات میں عیدین کی نماز واجب نہیں ہے تو عیدگاہ کا وقف بھی درست نہیں اگر عیدگاہ دیہات میں ہے تو واقف کی ملکیت میں بدستور باقی ہے وہ جو چاہے کرسکتا ہے۔اور اگر لوگوں کے چندہ سے عیدگاہ کی زمین خریدی گئی تو لوگوں کو اختیار ہے۔اور اگر شہر میں عیدگاہ ہے تو وقف درست ہے خواہ وہ زمین کسی نے وقف کی ہو یا چندہ کی رقم سے زمین خریدی گئی ہو اب عیدگاہ کی زمین پر نیچے یا اوپر شادی ہال وغیرہ نہیں بنا سکتے ہیں کیونکہ تغیر وقف جائز نہیں فتاویٰ ہندیہ میں ہے: **لا یجوز تغیر الوقف"** (جلد دوم ص ۴۹۰)

ردالمحتار میں ہے: **الواجب ابقاء الوقف علی ما کان علیہ"** (جلد ۴ ص ۳۸۸)

اعلیٰ حضرت محدث بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تحریر فرماتے ہیں: جو چیز جس غرض کے لیے وقف کی گئی ہے اس کو دوسری غرض کی طرف پھیرنا جائز نہیں۔(فتاوی رضویہ جلد ۶ ص ۴۵۵) واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہ

محمد ابراہیم خان امجدی قادری رضوی

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

(اِنَّمَا یَعۡمُرُ مَسٰجِدَ اللّٰہِ مَنۡ اٰمَنَ بِاللّٰہِ وَ الۡیَوۡمِ الۡاٰخِرِ)

اللہ کی مسجدوں کو وہی آباد کرتے ہیں جو اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان لاتے ہیں۔

(کنزالایمان، سورۃ التوبہ ۱۸)

مسجد کا بیان

۵۳/فتاوی

ناشرین

جملہ اراکین مسائل شرعیہ

(امام مسجد کو حجرہ دیکر واپس لینا کیسا ہے؟)

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مسئلہ:۔کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ امام کو مسجد کی طرف رہنے کے لئے روم دیا گیا تھا جو مسجد سے متصل ہے اب امام صاحب مع فیملی کے رہتے ہیں، اب مسجد کی کمیٹی والے زبردستی امام سے وہ روم لینا چاہتے ہیں امام صاحب نہیں دینا چاہتے ہیں؟ شریعت مطہرہ کا کیا حکم ہے؟ جواب عنایت فرمائیں عین نوازش ہوگی **المستفتی**:۔قمر الدین رضوی امام غریب نواز مسجد منماڑ ضلع ناسک

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوہاب

مسجد کی طرف سے جو حجرہ امام کے ضروریات کے لئے بنایا گیا اور امام کو منتخب کرتے وقت اس کا اختیار بھی دیا گیا اب امام جب تک منصب امامت پر رہے گا یہ حجرہ انہیں کے اختیار میں رہے گا، ٹرسٹیان زبردستی کر کے اس حجرہ سے اسے جدا نہیں کر سکتے جب تک کہ امام کو الگ اس کے ضروریات کے لئے حجرہ نہ دیدیں یا کسی عذر شرعی کی وجہ سے امام معزول نہ کر دیا جائے لہذا بغیر عذر شرعی امام کو معزول کرنا بھی جائز نہیں جیسا کہ حضور اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں: بلاوجہ اس کو معزول کرنا ممنوع ہے حتیٰ کہ حاکم شرع کو اس کا اختیار نہیں دیا گیا۔ردالمحتار میں ہے:"لیس للقاضی عزل صاحب وظیفۃ بغیر جنحۃ"(فتاویٰ رضویہ قدیم جلد سوم صفحہ ۲۴۱)

لہذا امام کو معزول بھی نہیں کیا جاسکتا ہے اور اسے بغیر دوسرے جگہ حجرہ دئے جو حجرہ امام مسجد کے لئے ہے زبردستی لیا بھی نہیں جاسکتا ہے جو ٹرسٹیان زبردستی امام کے پیچھے پڑے ہیں وہ سخت غلطی پر ہونے کے ساتھ ایذائے مسلم پر آمادہ ہوئے اور ایذائے مسلم حرام ہے حدیث شریف میں ہے رسول

اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: من اذی مسلما فقد اذانی ومن اذانی فقد اذی اللہ'' یعنی جس نے کسی مسلمان کو ایذا دی اس نے مجھے ایذا دی اور جس نے مجھے ایذا دی اس نے اللہ کو ایذا دی (یعنی ناراض کیا)۔

ان لوگوں پر لازم ہے کہ اپنے غلط مطالبہ سے باز آجائیں اگر وہ نہ مانیں تو مسلمان ایسے فتنہ پرور لوگوں سے دور رہیں اور ان کو اپنے سے دور رکھیں۔ خدائے تعالیٰ کا فرمان ہے ''وَلَا تَرْكَنُوْٓا اِلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ '' اور ظالموں کی طرف نہ جھکو کہ تمہیں آگ چھوئے گی (پارہ ۱۲/ سورہ ہود آیت ۱۱۳/ فتاوی فقیہ ملت جلد اول صفحہ ۱۳۶) واللہ اعلم بالصواب

کتبہ

محمد ابراہیم خاں امجدی

(مسجد میں چوری کی بجلی جلانا کیسا ہے؟)

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مسئلہ:۔کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ مسجد میں چوری کا پاور یعنی بجلی استعمال کرتے ہیں میٹر نہیں لگا ہوتا ہے کیا یہ درست ہے؟ **المستفتی:**۔حافظ جعفر علی نظامی بھیونڈی

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوہاب

مسجد میں بلا کنیکشن چوری سے بجلی جلانا منع ہے کہ اس میں حکومت کو دھوکہ دینا ہے اور اس کے قانون کو توڑنا ہے اپنے کو اہانت کے لئے پیش کرنا؛ اپنی عزت کو خطرہ میں ڈالنا ہے اور عزت کی حفاظت کرنا ذلت ورسوائی سے بچنا ضروری ہے۔

حضرت مفتی اعظم ہند علیہ الرحمۃ والرضوان اسی قسم کے ایک جواب میں تحریر فرماتے ہیں: یہاں کفار اگرچہ حربی ہیں مگر بلا ٹکٹ (ریل میں) سفر کرنا اپنے کو اہانت کے لئے پیش کرنا ہے اپنی عزت کو خطرہ میں ڈالنا ہے کہ خلاف قانون ہے مستوجب سزا ہوگا۔لہذا ایسی حرکت سے احتراز لازم ہے جو موجب ذلت ورسوائی ہو۔(فتاوی مصطفویہ حصہ سوم صفحہ ۱۴۶ ار بحوالہ فتاوی فقیہ ملت جلد اول صفحہ ۱۹۲)

واللہ اعلم بالصواب

کتبہ

محمد ابراہیم خاں امجدی

(مسجد سے مچھر ختم کرنے کیلیے اسپرے استعمال کرنا کیسا ہے؟)

السلام علیکم ورحمۃاللہ وبرکاتہ

مسئلہ:۔کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ مسجد سے مچھر ختم کرنے کیلیے اسپرے استعمال کرنا کیسا؟ نیز فنائے مسجد کے بارے میں کیا حکم ہوگا؟ **المستفتی**:۔خلیل عطاری گجرات پاکستان

وعلیکم السلام ورحمۃاللہ وبرکاتہ

الجواب بعون الملک الوہاب

اگر اسپرے میں کوئی نجس چیز نہ ملی ہو اور اس میں بدبو بھی نہ ہو تو اس طرح کا اسپرے وغیرہ مسجد میں مچھر ختم کرنے کے لئے استعمال کرنا درست ہے اگر اسپرے میں بدبو ہو یا نجس چیز ملی ہو تو اس کا استعمال مسجد میں جائز نہیں جیسا کہ اعلی حضرت امام احمد رضا خان فاضل بریلوی علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں کہ مسجد میں بدبو کا لے جانا کسی طرح جائز نہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں "من اکل من ھذہ الشجرۃ المنتنۃ فلایقربن مسجدنافان الملائکۃ تتاذی ممایتاذی منہ الانس رواہ الشیخان عن جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ" (امام عینی عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری بحوالہ فتاوی رضویہ جلد سوم صفحہ ۵۹۸)

ردالمحتار میں فرماتے ہیں: ویلحق بمانص علیہ فی الحدیث کل مالہ رائحۃ کریھۃ ماکول اوغیرہ۔اھ (بحوالہ فتاویٰ برکاتیہ صفحہ ۴۸۰)

اور نجس چیز جس میں ملی ہو اس کا استعمال مسجد میں جائز نہیں۔درمختار میں ہے: کرہ تحریما ادخال نجاسۃ فیہ فلایجوز الاستصباح بدھن نجس فیہ۔اھ

(بحوالہ فتاویٰ برکاتیہ صفحہ ۴۸۱) واللہ اعلم بالصواب

کتبہ

محمد ابراہیم خاں امجدی

(مسجد میں کیمرا لگانا کیسا ہے؟)

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مسئلہ:۔کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ مسجد میں حسب ضرورت سی۔سی۔ٹی وی کیمرا لگانا جائز ہے یا نہیں؟ نیز جس مسجد میں سی۔سی۔ٹی وی کیمرا لگا ہو اس مسجد میں نماز پڑھنے سے نماز ہو جائے گی یا نہیں؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب عنایت فرما کر عنداللہ ماجور ہوں

المستفتی:۔ محمد ابرار قادری سارے پالیا بنگلور کرناٹک

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوہاب

اسلام میں تصویر کشی حرام و ناجائز اور لعنت کا کام ہے احادیث میں اس پر سخت وعیدیں وارد ہوئی ہیں۔لیکن جہاں چوری ڈکیتی، خیانت، جان و مال کے تلف وضیاع ہونے کا شدید خطرہ ہوں تو وہاں حفاظتی نقطہ نظر سے (CCTVCAMERA) نصب کرنے کی دفع مضرات کے اصول کے پیش نظر اجازت ہے۔جیسا کہ الاشباہ والنظائر میں ہے کہ" اَلضَّرُوْرَاتُ تُبِيْحُ الْمَحْظُوْرَاتِ "اھ

(الاشباہ والنظائر لابن نجیم ص ۳۰۷/القواعد الفقہیہ ص ۲۷۰)

مذکورہ قاعدے کلیہ سے یہ ثابت ہوا کہ ضرورتاً مسجد میں سی سی ٹی وی کیمرہ لگانا جائز ہے تو اس میں نماز پڑھنا بھی جائز ہے۔واللہ اعلم بالصواب

کتبہ

کریم اللہ رضوی

(مسجد میں سلام کرنا کیسا ہے؟)

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مسئلہ:۔کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ مسجد میں سلام کرنے کا شرعی حکم کیا ہے؟

المستفتی:۔ناصر علی قادری رضوی کوئٹہ بلوچستان

وعلیکم السلام ورحمتہ اللہ وبرکاتہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوہاب

جو شخص مسجد میں آئے تو اسے چاہیئے کہ وہ سلام نہ کرے، نہ ہی دوران سلام سلام کرے، یونہی دوران وعظ کوئی آئے تو سلام نہ کرے کیونکہ سلام اس لیے ہے کہ ملاقات کرنے کو جو شخص آئے وہ سلام کرے جیسا کہ بہار شریعت میں حضرت علامہ امجد علی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ سلام اس لیے ہے کہ ملاقات کرنے کو جو شخص آئے وہ سلام کرے کہ زائر اور ملاقات کرنے والے کی یہ تحیۃ ہے لہٰذا جو شخص مسجد میں آیا اور حاضرین مسجد تلاوت قرآن وتسبیح درود میں مشغول ہیں یا انتظار نماز میں بیٹھے ہیں تو سلام نہ کرے کہ یہ سلام کا وقت نہیں اسی واسطے فقہا یہ فرماتے ہیں ان کو اختیار ہے کہ جواب دیں یا نہ دیں۔ ہاں اگر کوئی شخص مسجد میں اس لیے بیٹھا ہے اس لئے کہ لوگ اس کے پاس ملاقات کو آئیں تو آنے والے سلام کریں۔(بہار شریعت جلد سوم حصہ نمبر ۱۶ صفحہ نمبر ۴۶۲) واللہ تعالی اعلم بالصواب

کتبہ

محمد ساجد رضا چشتی

(مسجد کی جگہ کو کرائے پر لیکر مدرسہ بنانا کیسا ہے؟)

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مسئلہ:۔کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے مسجد کیلئے زمین دی جس مسجد کیلئے زمین دی گئی تھی اس مسجد کی کمیٹی نے کچھ سال بعد وہ زمین ایک مولانا صاحب کو مدرسہ بنانے کیلئے کرائے پر دیدی مولانا صاحب نے اس زمین پر مدرسہ بنایا اس کے بعد مدرسے کے او پر اپنے رہنے کو مکان بنالیا اس لحاظ سے کے فیملی کہاں رہے گی کچھ لوگوں نے ناراضگی کا اظہار کیا بغیر پوچھے اس پر مکان کیوں بنایا؟ لیکن مولانا صاحب نے محلے والوں سے اجازت حاصل کرلی اور کچھ افراد کے دستخط کرا کر مسجد کمیٹی کو دے دئے کہ ان سب کی رضامندی سے مدرسے پر رہائشی مکان بنایا ہے؟ دریافت امر یہ ہیکہ جو زمین مسجد کیلئے دی گئی تھی کیا اسے کرائے پر دیا جاسکتا ہے؟ کیا مسجد کی زمین پر مدرسہ بنا سکتے ہیں؟ کیا مدرسے کے او پر رہائشی مکان بنا سکتے ہیں؟ کیا مولانا صاحب کو بغیر مسجد کمیٹی کو اطلاع کئے مدرسے کے او پر مکان بنانا چاہئے؟ کیا مولانا صاحب کا اس مکان میں رہنا درست ہوگا؟ از روئے شرع کیا حکم ہے؟ مفصل ومدلل جواب عنایت فرما کر شکریہ کا موقع عنایت کریں کرم ہوگا

المستفتیان: ۔ائمہ مسجد دموہ ایم پی

وعلیکم السلام ورحمتہ اللہ وبرکاتہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوہاب

مسجد کی کے لئے جو جگہ دی گئی ہے وہ مسجد کی ملک ہوگئی ،مگر اس پر ابھی احکام مسجد جاری نہ ہو نگے کہ مسجد کی ملکیت ہونا اور ہے اور مسجد ہونا اور ہے ۔مثلا دس بسوہ زمین مسجد کے لئے وقف کی گئی جس میں سے آٹھ بسوہ پر مسجد بنائی گئی اور دو بسوہ میں بیت الخلا وضو خانہ بنایا گیا تو جو آٹھ بسوہ میں حدود

مسجد ہے وہی اصل مسجد ہے یعنی اس پر احکام مسجد جاری ہو نگے مثلا جنب کو جانا جائز نہ ہوگا، دنیاوی بات جائز نہ ہوگی یونہی اس حدود کے اندر بیت الخلاء و وضوخانہ بنانا اب جائز نہ ہوگا حتی کہ وضو کرنا بھی جائز نہ ہوگا لیکن جو دو بسوہ جگہ ہے اِس کے احکام اُس آٹھ بسوہ کے مثل نہ ہونگے حالانکہ مکمل دس بسوہ مسجد کی ملکیت میں ہے مگر احکام مسجد اس پر نافذ نہ ہونگیں۔

یونہی جو زمین بعد میں مسجد کے لئے دی گئی ہے وہ مسجد کی ملک ضرور ہے مگر ابھی اس پر احکام مسجد جاری نہ ہونگے یعنی وہاں جنب جاسکتا ہے لوگ جوتا چپل پہن کر گزر سکتے ہیں جب تک کہ مسجدیت ثابت نہ ہو جائے۔حتی کی مصالح مسجد کے تحت اس زمین کو کرایہ پر دینا بھی جائز ہوگا تا کہ اس کی آمدنی سے مسجد کو فائدہ پہونچتا رہے۔

فتاوی فقیہ ملت میں ہے: اگر صحن مسجد سے مراد وہ جگہ ہے جو فرش مسجد کے بعد جوتے وغیرہ اتارنے کے لئے ہیں یا بیکار پڑی ہے اور اس غرض سے ہے اگر کبھی مسجد بڑھانے کی ضرورت ہو یا غسل خانہ وغیرہ ضروریات مسجد کے لئے کام میں لائی جائے گی تو اس کے نیچے دکانیں بنانا جائز ہے کہ یہ حقیقۃ مسجد نہیں ہے بلکہ وہ ایسی ہی اغراض کے لئے ہے۔درمختار جلد سوم ص ۴۰۶ رمیں ہے" لو بنی فوقه بيتا للامام لا يضر لانه من المصالح اما لو تمت المسجدية ثم اراد البناء منع "(ج ۲رص ۱۵۴)

ایک دوسری جگہ ہے: مسجد کی وہ زمین جو خارج مسجد ہے اس پر مسجد کی طرف سے ایک عمارت بنادی جائے اور اس عمارت کو منتظمین مدرسہ کرائے پر لے لیں اور اس کرائے کی آمدنی مسجد کے کاموں پر صرف کریں یا مدرسہ والے ہی اس زمین پر اپنی عمارت بنالیں اور صرف زمین کا کرایہ مسجد کو دیتے رہیں۔(جلد دوم ص ۱۶۴)

فتاوی امجدیہ میں ہے: اگر اگلے لوگوں کی زبانی یہ ثابت ہو کہ یہ خارج مسجد ہے یا جن لوگوں نے وہ حجرہ سامان مسجد کے لئے بنایا انکو یہ تحقیق تھی کہ یہ مسجد کا جز نہیں ہے تو دکان بنانا بھی جائز ،اور اس کے

اوپر علماء ومشائخ کے ٹھہرنے کی جگہ بنانا بھی جائز ہے۔(ج ۳ ص ۱۲۷)

مذکورہ بالا عبارت سے ظاہر ہوگیا کہ وہ زمین جو مسجد کے لئے وقف کی گئی ہے وہ اگر چہ مسجد کی ملک ہے مگر مصالح مسجد کے لئے کرایہ پر دینا جائز ہے۔اور جب کرایہ پر دینا جائز ہے تو اس پر کرائے دار جو چاہے کرے خواہ وہ مدرسہ بنائے یا گھر بنائے اسے اختیار ہے۔

لیکن یہ بات یاد رہے کہ وہ حقیقی مدرسہ نہیں ہے اور نہ ہی اس کے احکام مثل مدرسہ ہوں گے بلکہ وہ ایک کرائے کی جگہ ہے جب تک کرایا دیا جائے گا تعلیم کا سلسلہ جاری رہے گا اور جب کرایہ بند ہوگا تو متولی کو مکمل حق حاصل ہوگا کہ اس مدرسہ کو مسجد کے دیگر ضروریات کے لئے جو چاہے بنادے مثلا بیت الخلاء،وضوخانہ،مائک مشین یا چٹائی وغیرہ رکھنے کے لئے کمرہ۔ اکثر شہروں میں علماء وحفاظ کرائے پر روم لیکر مدرسہ چلاتے ہیں بعدہٗ مکان مالک پھر اس کو اپنے قبضہ میں لے لیتا ہے اور جو چاہتا ہے اس میں کرتا ہے کہ کرائے کی جگہ پر تعلیم دینے سے یا عبادت کر لینے سے عبادت گاہ نہ ہوگی۔

فتاوی فقیہ ملت میں ہے:کیا فرماتے ہیں فقہائے احناف مسئلہ میں کہ امریکہ میں بعض جگہوں پر شاپنگ سینٹر میں ایک دکان کی جگہ جو خالی ہوتی ہے کرایہ پر لیکر اس میں نماز اور دیگر دینی کام انجام دیتے ہیں اس میں نماز پنجگانہ،جمعہ،وعیدین بھی ادا کرتے ہیں مگر وہ کرایہ ہی کی جگہ ہوتی ہے اگر کبھی اس جگہ کو چھوڑنا پڑا تو وہ کسی بھی کام میں استعمال کی جاسکتی ہے اچھے اور جائز مقاصد میں بھی اور غلط وناجائز مقاصد میں بھی کچھ لوگ ایسی جگہوں کو عبادت خانہ کہتے ہیں کچھ لوگ اس کو مسجد بھی کہتے ہیں اب امر مستفسرہ یہ ہے کہ کیا ایسی جگہ کو مسجد کہا جاسکتا ہے اور اس کا احترام بالکل مسجد ہی طرح کیا جائے؟ نیز کیا اس میں نماز کا ثواب مسجد میں نماز پڑھنے کے برابر ہوگا؟ تو جواب میں ہے:گھر کا وہ کمرہ جو نماز و دیگر عبادات کے لئے مخصوص کر دیا جاتا ہے فقہائے کرام اسے مسجد سے تعبیر کرتے ہیں اگر چہ وہ حقیقۃً مسجد نہیں اور نہ ہی اس کا حکم مسجد جیسا ہے مگر مجازاً اس پر مسجد کا اطلاق ہے۔شرح وقایہ جلد اول ص ۱۶۹ رمیں ہے"البول فوق بیت فیہ مسجد ای مکان اعد للصلاۃ وجعل لہ محراب

وانما قلنا هذا لانه لم يعط له حكم المسجد ''لہذا مذکورہ جگہ کو مسجد تو کہا جاسکتا ہے لیکن جب وہ حقیقت میں مسجد نہیں اور نہ ہی اس کا حکم مسجد کے جیسا ہے تو اس کا احترام بھی بالکل مسجد ہی کی طرح کرنا ضروری نہیں اور نہ ہی اس میں نماز کا ثواب مسجد میں نماز پڑھنے کے برابر ہوگا۔

(جلد ۲ص ۱۴۸)

مذکورہ بالا عبارت سے معلوم ہوگیا کہ کرائے کی زمین پر بنا ہوا مدرسہ، مدرسہ کے حکم میں داخل نہیں ہے تو پھر اس مدرسہ پر کمرہ بنانے میں کوئی قباحت نہیں۔ اور جب حجرہ بنانے میں کوئی قباحت نہیں ہے تو رہنے میں کیوں کر قباحت ہوگی۔

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ وقف کردہ زمین کو کرائے پر دینا اور اس میں مدرسہ بنانا اور اس کے اوپر کمرہ بنانا پھر اس میں رہنا بالکل جائز و درست ہے شرعاً کوئی قباحت نہیں۔ واللہ اعلم بالصواب

کتبہ

فقیر تاج محمد قادری واحدی

(مسجد میں سویا احتلام ہو گیا تو کیا حکم ہے؟)

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مسئلہ:۔کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ اگر مسجد میں احتلام ہو جائے تو اس کے لئے کیا حکم ہے جواب عنایت فرمائیں کرم ہوگا۔ **المستفتی**:۔حشمت رضا نظامی گورکھپوری

وعلیکم السلام ورحمتہ اللہ وبرکاتہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوہاب

مسجد میں سویا تھا کہ احتلام ہو گیا آنکھ کھلنے پر جہاں سویا تھا وہیں تیمم کر کے فوراً نکل آئے جیسا کہ حضور فقیہ اعظم ہند صدر الشریعہ علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں مسجد میں سویا تھا اور نہانے کی ضرورت ہوگئی تو آنکھ کھلتے ہی جہاں سویا تھا وہیں فوراً تیمم کر کے نکل آئے تاخیر کرنا حرام ہے۔(بہار شریعت ج ۱ ح ۲ ص ۳۵۲ تیمم کا بیان مکتبہ دعوت اسلامی) واللہ اعلم بالصواب

کتبہ

محمد ریحان رضا رضوی

(ایک مسجد میں دوسری مسجد کا چندہ کرنا کیسا ہے؟)

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مسئلہ:۔کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ ایک مسجد میں دوسری مسجد کا چندہ کرنا کیسا ہے یا اس کے لئے اعلان کرنا کیسا ہے؟ **المستفتی**:۔ذیشان چشتی اٹاوہ یوپی

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب بعون الملک الوہاب

مسجد میں دینی کاموں یا دوسرے محتاجوں کے لئے امداد کو کہنا جائز ہے جبکہ کسی کے نماز میں خلل واقع نہ ہو اور نہ شور و غل ہو نہ ہی کسی کی گردن پھلانگنی پڑے۔

فتاویٰ رضویہ شریف کے حوالے سے فتاویٰ مرکز تربیت افتاء میں ہے کہ: دوسرے محتاجوں کے لئے امداد کو کہنا یا کسی دینی کام کے لیے چندہ کرنا جس میں شور و غل نہ ہو نہ ہی کسی کا گردن پھلانگنا پڑے نہ کسی کی نماز میں خلل واقع ہو تو یہ بلا شبہ جائز ہے۔ بلکہ سنت سے ثابت ہے اھا ور نابینا لنگڑے اپاہج وغیرہ کا اپنے لئے مسجد میں سوال کرنا ناجائز و گناہ ہے۔ پھر اسی میں ہے کہ: اگر یہ باتیں نہ ہوں جب بھی اپنے لئے مسجد میں بھیک مانگنا منع ہے۔ (فتاویٰ رضویہ جلد نہم نصف آخر صفحہ ۲۵۲) (فتاویٰ مرکز تربیت افتاء جلد اول باب احکام المسجد صفحہ ۲۵۹)

صورت مسئولہ میں متذکرہ بالا شرائط کے ساتھ ایک مسجد کا دوسری مسجد میں چندہ کرنا جائز ہے جب کہ اور کوئی وجہ مانع نہ ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ

ابوالاحسان قادری رضوی غفرلہ

(مسجد کی چٹائی عیدگاہ میں لیکر جانا کیسا ہے؟)

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مسئلہ:۔کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ آج کل اکثر دیکھا جاتا ہے کہ عیدین کی نماز پڑھنے کے لئے مسجد کی چٹائی یا مائک وغیرہ عیدگاہ میں لے جاتے ہیں تو کیا ایسا کرنا درست ہے؟ حوالہ کے ساتھ جواب عنایت فرمائیں۔ **المستفتی**:۔اسماعیل خان بھیونڈی

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب بعون الملک الوہاب

عیدگاہ میں مسجد کی چٹائی مائک وغیرہ لیجانا ممنوع ہے۔ جیسا کہ بقیۃ السلف حجۃ الخلف بحرالعلوم حضرت علامہ ومولانا مفتی عبدالمنان اعظمی تحریر فرماتے ہیں: اگر مصلی مسجد کے لئے بنایا گیا تھا تو اس کا عیدگاہ میں لیجانا منع ہے۔(فتاوی بحرالعلوم جلد اول صفحہ نمبر ۱۷۳)

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان فاضل بریلوی علیہ رحمتہ سے ایسا ہی ایک سوال ہوا کہ: عیدگاہ میں مسجد کے بستر وغیرہ لیجانا جائز ہے یا نہیں؟ تو آپ اس کے جواب میں فرماتے ہیں: عیدگاہ میں مسجد کا مال لیجانا ممنوع ہے۔(فتاوی رضویہ قدیم جلد ۳ ص:۸۰۸) واللہ تعالی اعلم بالصواب

کتبہ

محمد مدثر جاوید رضوی

(برسات میں مسجد کے چھت کا پانی اکٹھا کر کے استعمال کرنا کیسا ہے؟)

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مسئلہ:۔کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ بارش میں جو پانی مسجد کے چھت سے گرتا ہے کیا اس کو ایک جگہ جمع کر کے اسے اپنے استعمال میں لا سکتے ہیں یا نہیں؟ مدلل جواب عنایت فرمائیں۔بینوا توجروا **المستفتی:۔محمود احمد قادری**

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب بعون الملک الوہاب

چھت سے گرنے والے پانی کو استعمال میں لا سکتے ہیں مگر اس کی مختلف صورتیں ہیں۔بعض صورتوں میں چھت کا پانی پاک ہوتا ہے بعض صورتوں میں ناپاک۔

حضور صدر الشریعہ بدر الطریقہ حضرت علّامہ مفتی محمد امجد علی قادری علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں:

چھت کے پَر نالے سے مینھ بارِش کا پانی گرے وہ پاک ہے اگرچہ چھت پر جا بجا نَجاست پڑی ہو، اگرچہ نَجاست پَر نالے کے مُونھ پر ہو، اگرچہ نَجاست سے مل کر جو پانی گرتا ہو وہ نصف سے کم یا برابر یا زِیادہ ہو جب تک نَجاست سے پانی کے کسی وَصف میں تغَیُّر نہ آئے یعنی جب تک نَجاست کی وجہ سے پانی کا رنگ یا بو یا ذائقہ تبدیل نہ ہو جائے یہی صحیح ہے اور اسی پر اعتماد ہے اور اگر مینھ برسات رُک گیا اور پانی کا بہنا مَوقُوف ہو گیا تو اب وہ ٹھہرا ہوا پانی اور جو چھت سے ٹپکے نجس ہے یو ہیں نالیوں سے برسات کا بہتا پانی پاک ہے جب تک نَجاست کا رنگ، یا بُو، یا مزہ اس میں ظاہر نہ ہو، رہا اس سے وُضو کرنا اگر اس پانی میں نَجاستِ مَرئِیَہ یعنی نظر آنے والی نَجاست کے اَجزاء ایسے بہتے جا رہے ہوں کہ جو چُلّو لیا جائے گا اُس میں ایک آدھ ذرّہ اس کا بھی ضَرور ہو گا جب تو ہاتھ میں لیتے ہی ناپاک ہو گیا وُضو اس سے

حرام ورنہ جائز ہے اور بچنا بہتر ہے۔نالی کا پانی کہ بعد بارش کے ٹھہر گیا اگر اس میں نَجاست کے اجزاء محسوس ہوں یا اس کا رنگ و بُو محسوس ہو تو ناپاک ہے ورنہ پاک۔(بہار شریعت حصہ دوم صفحہ ۳۳۰ مکتبۃ المدینہ دعوت اسلامی) واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہ

فقیر محمد معصوم رضا نوری عفی عنہ

(کیا مسجد کی وقفی زمین پر عیدگاہ بنائی جا سکتی ہے؟)

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مسئلہ:۔کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ کیا مسجد کی وقفی زمین پر عیدگاہ بنائی جا سکتی ہے؟

المستفتی:۔محمد فیضان مصطفی گیاوی

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب بعون الملک الوہاب

مسجد کی زمین پر عیدگاہ بنانا جائز نہیں جیسا کہ امام اہل سنت سیدی سرکار اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان فاضل بریلوی علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں کہ: یہ فعل حرام قطعی ہے ایک وقف جس غرض کے لئے وقف کیا گیا ہے اسی پر رکھا جائے اس میں تو تغیر نہ ہو مگر ہیئت بدل دی جائے یہ حرام ہے۔عالمگیری میں ہے: "لایجوز تغییر الوقف عن ھیئۃ" نہ کہ سرے سے موقوف علیہ بدل دیا جائے مسجد کی وقفی زمین پر عیدگاہ بنانا حرام ہے اور سخت حرام ہے۔(فتاوی رضویہ قدیم،ج۶،ص ۳۸۱)

صدر الشریعہ بدر الطریقہ حضرت علامہ ومولانا مفتی محمد امجد علی اعظمی علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں کہ: مسجد کے نام ایک زمین وقف تھی وہ اب کاشت کے قابل نہ رہی یعنی اس سے آمدنی نہیں ہوتی کسی نے اس میں تالاب کھدوالیا کہ عامہ مسلمین اس سے فائدہ اٹھائیں اس کا یہ فعل ناجائز ہے اس تالاب میں نہانا دھونا اور اس کے پانی سے فائدہ اٹھانا ناجائز ہے۔(بہار شریعت،ج ۲،ح ۱۰،ص ۵۶۵)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہ

محمد مدثر جاوید رضوی کشن گنج

(اجرت لے کر مسجد میں تعلیم دینا کیسا ہے؟)

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مسئلہ:۔کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ اجرت لے کر مسجد میں دینی تعلیم دینا جائز ہے یا ناجائز اگر نا جائز ہے تو جواز کی کوئی صورت بیان فرمادیں۔بینوا وتوا جروا **المستفتی**:۔آفتاب جھارکھنڈ

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب بعون الملک الوھاب

مسجد میں اجرت لے کر پڑھانا جائز نہیں اس لئے کہ تنخواہ لے کر پڑھانا یہ دنیوی کام ہے اور مسجد دنیوی کاموں کے لئے نہیں ہیں۔

الاشباہ والنظائر میں ہے: تکرہ الصناعة فیه من خیاطة و کتابة باجر و تعلیم صبیان باجر لا بغیرہ" (ص۳۷۰/بحوالہ فتاوی مرکز تربیت افتاء،ج۱،ص۲۵۵)

جائز اس وقت ہوگا جب آپ مسجد میں اجرت لے کر نہ پڑھائیں اگر بچے ناسمجھ ہیں تو اس کو مسجد میں پڑھانا منع ہے ان کو مسجد میں لے جانے کی اجازت نہیں۔واللہ تعالی اعلم بالصواب

کتبہ

محمد مدثر جاوید رضوی

(مسجد کی تعمیر میں غیر مسلم کام کرسکتا ہے یا نہیں؟)

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مسئلہ:۔کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ مسجد کی تعمیر میں غیر مسلم مستری کام کرسکتا ہے یا نہیں؟ جواب عنایت فرمائیں **المستفتی:۔صفی اللہ قادری۔بہرائچ شریف یوپی**

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب بعون الملک الوہاب

کرسکتا ہے،لیکن جہاں تک ہوسکے مسلمانوں کو چاہیئے کہ مسلم مستری کا اہتمام کرے ہاں اگر کوئی مسلم مستری نہیں مل رہا ہے تو بر بنائے مجبوری غیر مسلم مستری کو رکھ سکتے ہیں۔

حضرت علّامہ خلیل احمد خان قدس سرہ العزیز فرماتے ہیں:مسجد خدا کا گھر ہے اور اس کا احترام ہر حال میں ہر مسلمان پر لازم وضروری ہے۔ظاہر ہے کہ ہندو کا غسل جنابت بھی نہیں اترتا تو وہ مسجد میں آئے گا جائے گا اسی حالت جنابت میں جبکہ خود کافر کا آنا مسجد میں اور جانا بھی ممنوع ہے اسے اس سے روکا جائے گا پھر اس فعل سے کافر اپنی برتری کا بھی اظہار کرے گا اور یہ گویا ایک قسم کا احسان ہوگا سارے مسلمانوں پر۔لہٰذا جہاں تک ممکن و قدرت ہو ہرگز ہرگز مسجد کی تعمیر میں کافر مستری یا مزدور کو نہ لگایا جائے۔(احسن الفتاویٰ المعروف فتاویٰ خلیلیہ جلد دوم صفحہ ۵۵۴،باب احکام المسجد وآداب مسجد)

اور دوسری جگہ اسی طرح سوال کے جواب میں ارشاد فرماتے ہیں:کوشش کیجیے کہ تعمیر مسجد کے لیے فراہم کیا ہوا پیسہ مسلمانوں ہی کے پاس جائے اور اس سے کافر کو کوئی فائدہ نہ پہنچے اور اگر کافر کو مزدوری پر لگا ہی لیا ہے تو اسے مسجد کے اندر نہ جانے دیں اور جتنی جلدی ہوسکے اسے اس کام سے الگ کردیں اگر چہ اس سے جو کام لیا گیا اسے ناجائز نہیں کہا جائے گا۔(احسن الفتاویٰ المعروف فتاویٰ خلیلیہ جلد سوم صفحہ

۱۲۱باب الاجارۃ)واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہ

فقیر محمد معصوم رضا نوری عفی عنہ

(مسجد کی رقم مکتب میں لگا سکتے ہیں؟)

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مسئلہ:۔کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ مسجد اور اس سے ملحق مکتب کی کافی رقم بینک اکاؤنٹ میں جمع ہے تو کیا اسے مسجد اور اس سے ملحق مکتب کے علاوہ کسی دینی کام میں استعمال کر سکتے ہیں یا نہیں مثلاً مدارس یا غریب مسلمانوں کے بچوں کی عصری تعلیم یا نادار بچیوں کی شادی وغیرہ جبکہ تمام رقم مسجد اور اس سے ملحق مکتب کے نام سے ہی جمع کیا گیا ہے اور اب بھی آمدنی ہوتی رہتی ہے اخراجات سے زیادہ ہے؟ (۲) استعمال کرنے کا کوئی طریقہ عندالشرع ہے یا نہیں۔بینوا وتواجرو

المستفتی:۔ بزم نور محمدی نوجوان کمیٹی دھاراوی

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوہاب

جو چندہ مسجد اور اس سے ملحق مکتب کے نام پر کیا گیا ہے اس کو اس مسجد اور اس سے ملحق مکتب کے علاوہ دیگر کاموں میں صرف کرنا جائز نہیں اگر چہ اخراجات سے کئی گنا زیادہ آمدنی ہو۔

فتاویٰ عالمگیری میں ہے "لا یجوز تغییر الوقف عن ھیئتہ فلا یجعل الدار بستانًا ولا الخان حمامًا ولا الرباط دکانًا إلّا اذا جعل الواقف الی الناظر مایری فیہ مصلحۃ الوقف کذا فی السراج الوھاج" (جلد دوم صفحہ ۴۴۱)

حضور صدر الشریعہ علیہ الرحمہ تحریر فرماتے اور ہیں چندہ دینے والے جس مقصد کے لیے چندہ دیں تو اسی مقصد میں وہ صرف کی جا سکتی ہے دوسرے میں صرف کرنا جائز نہیں۔

(فتاوی امجدیہ جلد سوم صفحہ ۴۲)

دوسرے کاموں میں استعمال کرنے کا طریقہ یہی ہے کہ جن جن سے چندہ لیا گیا ہے ان سے اجازت لیں اگر وہ اجازت دے دیں تو دوسرے نیک کاموں میں صرف کرنے میں کوئی قباحت نہیں لیکن مسجد میں دور دراز کے آئے نمازی بھی چندہ دیتے ہیں ہر ایک سے اجازت لینا دشوار ہے۔

سوال سے ظاہر کہ مسجد اور اس سے ملحق مکتب کے لئے کثیر رقم جمع ہے اس لیے ذمہ داران مسجد ومدرسہ پر لازم ہے کہ اس رقم کو اسی میں صرف کریں اس کے علاوہ میں ہرگز نہ کریں البتہ جدید چندہ جمع کرنے سے قبل یہ اعلان کر کے لیں کہ اسے دیگر دینی کاموں پر خرچ کریں گے مسجد میں کافی رقم موجود ہے اس لیے یہ چندہ مسجد کے لئے نہیں کیا جارہا ہے تو اب اس صورت میں جو چندہ بعد اعلان دیگر دینی کاموں کے نام پر جمع ہو اس سے دیگر دینی کام کر سکتے ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہ

محمد مدثر جاوید رضوی

(مسجد صغیر کا اطلاق کتنی صف پر ہے؟)

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مسئلہ:۔کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ مسجد صغیر کا اطلاق کتنی صف پر ہے؟ اور نمازی کے آگے سے گزرنے کی کیا حد ہے؟ **المستفتی**:۔عبد اللہ قادری

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوہاب

مسجد صغیر و مسجد کبیر میں فقہا کا اختلاف ہے بعض نے ساٹھ ہاتھ اور بعض نے چالیس ہاتھ لکھا ہے جیسا کہ رد المحتار میں قہستانی کے حوالے سے ہے "(قوله: و مسجد صغير) هو أقل من ستين ذراعًا، وقيل: من أربعين، وهو المختار، كما أشار إليه في الجواهر" چھوٹی مسجد سے مراد وہ ہے جو ساٹھ ہاتھ سے کم ہو، بعض نے چالیس ہاتھ کہا اور مختار یہی ہے جیسا کہ اس کی طرف جواہر میں اشارہ ہے۔(رد المحتار کتاب الصلاۃ باب ما یفسد الصلاۃ وما یکرہ فیھاص ۳۹۸/دار عالم للکتب الریاض)

چونکہ ایک ہاتھ شرعی ۱۸/انچ کا ہوتا ہے، اور بارہ انچ کا ایک فٹ ہوتا ہے یعنی ایک ہاتھ شرعی ڈیڑھ فٹ ہوا، تو چالیس ہاتھ شرعی ساٹھ فٹ ہوا، پس معلوم ہوا کہ مسجد صغیر وہ ہے جو ۶۰/فٹ مکسر سے کم ہے یعنی اگر ۶۰/فٹ مکسر مسجد ہے تو وہ کبیر کے حکم ہے اور مسجد کبیر یا صحرا کا مسئلہ یہ ہے کہ موضوع سجود (یعنی نمازی جب قیام میں ہو اور خشوع وخضوع کے ساتھ اپنی نگاہ مصلّٰی کے اس حصہ پر جمائے جہاں سجدہ میں پیشانی رکھتا ہے پھر جہاں تک آگے اسے دکھائی دے وہ موضوع سجود ہے اس) کے آگے سے گزر سکتے ہیں، اور مسجد صغیر یا مکان میں نماز پڑھے تو دیوار قبلہ تک نکلنا جائز نہیں ہے۔ جیسا کہ درمختار میں ہے "(ومرور مار فی الصحراء اوفی مسجد کبیر بموضع سجودہ) فی الاصح

(او) مرورہ (بین یدیہ) الیٰ حائط القبلۃ (فی) بیت و (مسجد) صغیر فانہ کبقعۃ واحدۃ" (باب مایفسد الصلوۃ ومایکرہ فیہا صفحہ ۷۶/دار الکتب علمیۃ)

مگر سیدی سرکار اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ کی تحقیق کے مطابق مسجد کبیر وہ ہے جو سولہ ہزار ستون پر ہے۔ چنانچہ رد المحتار کی عبارت نقل کرنے کے بعد **اقول** کہہ کر فرماتے ہیں: مگر یہ شبہ ہے کہ فاضل مذکور (علامہ قہستانی علیہ الرحمہ) کو عبارت جواہر سے گزرا، عبارت جواہر الفتاوی دربار دار ہے نہ کہ دربارۂ مسجد، مسجد کبیر صرف وہ ہے جو مثل صحرا اتصال صفوف شرط جیسے مسجد خوارزم، کہ سولہ ہزار ستون پر ہے، باقی عام مساجد اگرچہ دس ہزار گز مکسر ہوں مسجد صغیر ہیں اور ان میں دیوار قبلہ تک بلا حائل مرور ناجائز ہے۔ (فتاوی رضویہ جلد ۷/صفحہ ۲۵۷/دعوت اسلامی)

دوسری جگہ تحریر فرماتے ہیں کہ: ان دونوں مسئلوں میں مسجد کبیر سے ایک ہی مراد ہے یعنی نہایت درجہ عظیم ووسیع مسجد جیسے جامع خوارزم کہ سولہ ہزار ستون پر تھی یا جامع قدس شریف کہ تین مسجدوں کا مجموعہ ہے۔ باقی عام مساجد جس طرح عام بلاد (شہروں) میں ہوتی ہیں سب ان دونوں حکموں میں متحد ہیں اگرچہ طول وعرض میں سو سو گز ہوں۔ (فتاوی رضویہ جلد ۸/صفحہ ۸۳/دعوت اسلامی)

مذکورہ بالا عبارت سے معلوم ہوا ہے کہ اصح قول کے مطابق مسجد کبیر وہ ہے جو سولہ ہزار ستون پر واقع ہو اور جو اس سے کم ہے وہ مسجد صغیر ہے۔ چونکہ شہروں میں جو عام مساجد ہیں وہ مسجد صغیر کے حکم میں داخل ہیں لہٰذا ان تمام مساجد میں دیوار قبلہ تک نکلنا جائز نہیں بلکہ حرام ہے ہمارے نزدیک سیدی سرکار اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کی تحقیق درست ہے لہٰذا اسی پر عمل کیا جائے اور مساجد یا گھر میں نمازی کے آگے گزرنے سے بچا جائے کہ کتب احادیث میں نمازی کے آگے سے گزرنے پر سخت وعیدیں وارد ہیں۔ واللہ اعلم بالصواب

نوٹ: ۔مزید معلومات کے لئے فتاوی رضویہ جلد ۷/۸/ مذکورہ بالا حوالہ کا مطالعہ کریں

کتبہ

فقیر تاج محمد قادری واحدی

(مسجد میں بچے شور کریں تو کیا حکم ہے؟)

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مسئلہ:۔کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ مسجد میں کچھ چھوٹے بچے مستی کرتے ہیں تو اُنھیں ڈاٹنا یا مارنا چاہیے یا پھر رہنے دینا چاہیے انہیں ان کے حال پر؟

المستفتی: ۔محمّد رضوان رائے پور چھتیس گڑھ

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوہاب

اگر بچے سات سال اس سے بڑے ہیں تو ہر گز نہ بھگایا جائے گا بلکہ انھیں پیار سے سمجھایا جائے نماز صحیح پڑھنے پر لالچ دی جائے کھیل کود کرنے پر اللہ ناراض ہوگا تم پڑھ نہیں پاوگے وغیرہ وغیرہ کہہ کر سمجھایا جائے. پھر بھی نہ مانے تو ایک آدھ ہاتھ ہلکا سا مارا بھی جاسکتا ہے مگر چہرہ پر نہیں حدیث شریف میں ہے حَدَّثَنَا وَكِيعٌ حَدَّثَنَا سَوَّارُ بْنُ دَاوُدٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُرُوا صِبْيَانَكُمْ بِالصَّلَاةِ إِذَا بَلَغُوا سَبْعًا وَاضْرِبُوهُمْ عَلَيْهَا إِذَا بَلَغُوا عَشْرًا وَفَرِّقُوا بَيْنَهُمْ فِي الْمَضَاجِعِ قَالَ أَبِي وَقَالَ الطُّفَاوِيُّ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ فِي هَذَا الْحَدِيثِ سَوَّارٌ أَبُو حَمْزَةَ وَأَخْطَأَ فِيهِ "حضرت ابن عمرو (رضی اللہ عنہ) سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا بچوں کی عمر جب سات سال کی ہو جائے تو انہیں نماز کا حکم دو دس سال کی عمر ہو جانے پر ترک صلوۃ کی صورت میں انہیں سزا دو اور سونے کے بستر الگ کر دو۔ (مسند احمد حدیث نمبر: ۶۴۰۲)

اور اگر سات سال سے کم عمر ہے تو مارنے کے بجائے انھیں مسجد میں آنے سے منع کر دیا جائے

جیسا کہ حدیث شریف میں ہے "جنبوا مساجدکم صبیانکم ومجانینکم وشرائکم وبیعکم وخصوماتکم ورفع اصواتکم" اپنی مساجد کو بچوں سے اور پاگلوں سے خریدنے اور بیچنے سے اور جھگڑا کرنے سے اور زور سے بولنے سے بچاؤ۔ (ابن ماجہ باب مایکرہ فی المساجد صفحہ ۵۵)

علامہ صدر الشریعہ علیہ الرحمہ فرماتے ہیں مسجد میں ایسے بچے اور پاگل کو لے جانا جن سے نجاست کا گمان ہو تو لیجانا حرام ہے ورنہ مکروہ (بہار شریعت حصہ سوم صفحہ ۱۸۲) واللہ تعالی اعلم

کتبہ

عبید اللہ رضوی بریلوی

(مسجد میں مٹی کا تیل رکھنا کیسا ہے؟)

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مسئلہ:۔کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ مسجد میں مٹی کا تیل رکھنا کیسا ہے بحوالہ جواب عنایت فرمائیں کرم ہوگا

المستفتی:۔ محمد محسن رضا

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوہاب

مسجد کو بودار اشیا سے حفاظت کرنا واجب ہے اور مٹی کے تیل میں بدبو ہوتی ہے اس لئے مسجد میں مٹی کا تیل جلانا یا کھلے برتن میں رکھنا حرام ہے جیسا کہ سرکار اعلی حضرت الشاہ امام احمد رضا خان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مسجد کو بو سے بچانا واجب ہے لہٰذا مسجد میں مٹی کا تیل جلانا حرام ہے۔(فتاوی رضویہ ج، ۱۶ص ۲۳۳،رضا فاؤنڈیشن لاہور)

اور سرکار صدر الشریعہ علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں مسجد میں کچا لہسن، پیاز، کھا کر جانا جائز نہیں جب تک وہ بو باقی ہو کہ فرشتوں کو اس سے تکلیف ہوتی ہے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں جو اس بدبودار درخت سے کھائے وہ ہماری مسجد کے قریب نہ آئے کہ ملائکہ کو اس سے ایذا (تکلیف) ہوتی ہے جس سے آدمی کو تکلیف ہوتی ہے اس حدیث کو بخاری مسلم نے جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔

(صحیح مسلم،کتاب المساجد)

یہی حکم ہر اس بودار چیز کا ہے مثلاً مولی، کچا گوشت، مٹی کا تیل، وہ دیاسلائی جس کے رگڑنے میں بو اڑتی ہے وغیرہم۔(بہار شریعت حصہ سوم صفحہ ۶۴۸ دعوت اسلامی)

صورت مسئولہ میں مٹی کا تیل جس برتن میں رکھا ہوا ہے اگر برتن کا منہ کھلا ہوا ہے تو رکھنا حرام ہے

کہ اس سے بد بو پھیلتی ہے اور برتن کا منہ بند ہے جس سے بو بالکل نہیں آرہی تو کوئی کراہت نہیں۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہ

عبیداللہ رضوی بریلوی

(مسجد کے نل کا پانی اپنے گھر میں استعمال کرنا کیسا ہے؟)

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مسئلہ:۔کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ مسجد کے نل کا پانی اپنے گھر میں استعمال کرنا کیسا ہے؟ حوالہ کے ساتھ جواب عنایت فرمائیں۔ **المستفتی**:۔عبداللہ امام باغ

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوہاب

مسجد میں نل یا کنواں بنوانے والے نے اگر اجازت دے دی یعنی اس پانی کو مسجد والے وبستی والے سب استعمال کر سکتے ہیں تو لینے میں کوئی حرج نہیں اور اگر بنوانے والے کی نیت یہ ہو کہ اسے وضو غسل وغیرہ نماز کے لیے طہارت ہی کے کام میں لیا جائے یا وہ مسجد کے مال سے بنوایا گیا ہو تو مقتدیوں کو اپنے گھر یا دکان میں لے جانا جائز نہیں،، فتاوی مصطفویہ میں ہے،، نل لگوانے و کنواں بنوانے والے نے عام اجازت دے دی ہو تو اس صورت میں مسجد کا پانی سب استعمال کر سکتے ہیں اور لگوانے والے کی خاص مسجد ہی کے لئے نیت ہو کہ وضو غسل وغیرہ نماز کے لیے طہارت ہی کے کام میں یا اس نل کے پانی کی قیمت مسجد کے مال سے ادا کی جاتی ہو تو گھروں کو لے جانا جائز نہیں۔(ج ا ص ۲۶۹ بحوالہ فتاوی مرکز تربیت افتاء جلد اول صفحہ ۲۵۹ رفقیہ ملت اکیڈمی بستی) واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ

عبیداللہ رضوی بریلوی

(مسجد کا سامان کرائے پر دینا کیسا ہے؟)

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مسئلہ:۔کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ مسجد کی کوئی چیز مثلاً لاؤڈ اسپیکر مسجد کی سیڑھی ،و بیٹری وغیرہ کرایہ پر دینا شرعاً کیسا ہے؟ بینوا توجروا۔ **المستفتی:**۔ناظم علی ڈومریا گنج

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوہاب

مسجد کی کوئی بھی چیز استعمال میں لانا اور کرایہ پر دینا ناجائز ہے ہاں اگر ان چیزوں کو وقف کرنے والے نے مسجد میں اس نیت سے اور شرط پر دیا کہ یہ چیزیں کرائے پر بھی دی جائے تو اب کرایہ پر دی جاسکتی ہے یا وہاں کے عرف میں یہ رائج ہو اور وقف کرنے والے کو معلوم بھی ہو اور منع نہ کیا ہو یا یہ سب چیزیں لوگوں نے چندہ کر کے اس نیت سے خریدا کہ اس سے مسجد کا کام بھی ہوگا اور عام لوگوں کا فائدہ ہوگا،تو کوئی حرج نہیں ہے۔(کما فی الکتب الفتاوی) واللہ اعلم بالصواب

کتبہ

حقیر محمد علی قادری واحدی

(مسجد کے مائک سے میلاد کرنا کیسا ہے؟)

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مسئلہ:۔کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ مسجد کے مائک سے اجتماعی پروگرام جیسے محرم کا یا کسی بزرگ کے عرس کا کر سکتے ہیں یا نہیں؟ حوالے کے ساتھ جواب عنایت فرمائیں

المستفتی:۔ امجد علی سعد اللہ نگر

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوہاب

مسجد کے مائک سے پروگرام کرنا چندہ کرنا اعلان کرنا میت وغیرہ کے موقع پر جائز نہیں ہے جیسا کہ بہار شریعت میں ہے مسجد کا کوئی حصہ کرایہ پر دینا کہ اسکی آمدنی مسجد پرصرف ہوگی حرام ہے اگر چہ مسجد کو ضرورت بھی ہو۔ (بہار شریعت ح ۱۰ مسجد کا بیان)

ہاں اگر وقف کرنے والے نے وقف کرتے وقت یہ اجازت دے دی ہو کی چندہ وغیرہ کرنے یا اعلان کرنے میں آپ استعمال کریں تو اعلان کر سکتے ہیں۔ (فتاوی رضویہ جلد ششم ص ۵۲ ۳ قدیم)

یا پھر وہاں کا رواج ہو اور وقف کرنے والے کو معلوم ہو اور اس نے منع بھی نہ کیا ہو جب بھی اعلان کر سکتے ہیں اور اگر واقف نے اس وقت اجازت نہیں دی اب بعد میں اعلان کرنے کی اجازت دے تو اب اعلان نہیں کر سکتے کیونکہ جو مال وقف کر دیا جاتا ہے وہ ملکیت سے نکل جاتا ہے۔

واللہ اعلم بالصواب

کتبہ

حقیر محمد علی قادری واحدی

(مسجد کے دیواروں پر یا اللہ یا محمد لکھنا کیسا ہے؟)

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مسئلہ:۔کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ اکثر مسجدوں میں ایک طرف یا اللہ اور دوسرے طرف یا محمد لکھتے ہیں تو مسجد کی دیوار پر لفظ یا محمد لکھنا از روے شرع کیسا ہے؟ مع حوالہ جواب عنایت فرمائیں

المستفتی: محمد شکیل احمد کٹیہار (بہار)

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوہاب

یا محمد کہنا لکھنا حرام ہے کیونکہ یہ سوئے ادب یعنی ادب کے خلاف ہے جیسے والد، پیر، استاد کو نام لیکر پکارنا منع ہے کہ بے ادبی ہے تو نبی کریم علیہ السلام کا نام لیکر پکارنا کیونکر جائز ہوگا ارشاد خداوندی ہے" لَا تَجْعَلُوْا دُعَآءَ الرَّسُوْلِ بَیْنَکُمْ کَدُعَآءِ بَعْضِکُمْ بَعْضًا "یعنی رسول کے پکارنے کو آپس میں ایسا نہ ٹھہرالو جیسا تم میں ایک دوسرے کو پکارتا ہے۔(کنزالایمان سورہ نور ۶۳)

اعلیٰ حضرت عظیم البرکت مجدد اعظم امام احمد رضا خاں علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں کہ نام پاک لے کر ندا کرنا حرام ہے، اگر روایت میں مثلا یا محمد آیا ہو تو اس کی جگہ بھی یا رسول اللہ کہے، اس مسئلہ کا بیان عظیم الشان فقیر کے "رسالہ تجلی الیقین بان نبینا سید المرسلین" میں دیکھئے۔۔(فتاوی رضویہ جلد ۱۵ رص ۷۲ ر دعوت اسلامی)

ہاں اگر اللہ، محمد لکھنا چاہیں تو کندہ کرا کے لکھ سکتے ہیں پینٹ وغیرہ سے نہ لکھیں کہ چھوٹ کر گرنے کا اندیشہ ہوتا ہے اور ایسی صورت میں پاؤں کے نیچے پڑے گا جیسا کہ فتاوی عالمگیری میں ہے"لیس بمستحسن کتابۃ القرآن علی المحاریب والجدران لما یخاف من سقوط الکتا

بة وان تؤطا‘‘(ج ا ص ۱۰۹)

اور علامہ صدر الشریعہ علیہ الرحمہ حریر فرماتے ہیں کہ مسجد کی دیواروں اور محرابوں پر قرآن لکھنا اچھا نہیں کہ اندیشہ ہے وہاں سے گرے اور پاوں کے نیچے پڑے،اسی طرح مکان کی دیواروں پر کہ علت مشترک ہے۔(بہار شریعت ح ۳/احکام مسجد)

لیکن یاد رہے کہ مسجد میں قبلہ کی جانب مصلیوں کے موضع نظر تک نہ لکھی جائے کہ مکروہ ہے اور اس سے نمازی کا دل بٹے گا،ہاں اگر موضوع نظر سے او پر ہے تو حرج نہیں جیسا کہ سرکار اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ تحریر فرماتے ہیں کہ’’بیشک دیوار قبلہ میں عام مصلیوں کے موضع نظر تک کوئی ایسی چیز نہ چاہئے جس سے دل بٹے اور ہو تو کپڑے سے چھپا دی جائے۔احمد و ابو داؤد عثمان بن طلحہ رضی اللہ تعالی عنہ سے راوی’’ان النبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم دعاہ بعد دخولہ الکعبۃ فقال انی کنت رأیت قرنی الکبش حین دخلت البیت فنسیت ان آمرك ان تخمرھا فخمرھا فانہ لاینبغی ان یکون فی قبلۃ البیت شئی یلھی المصلی‘‘رسالتمآب صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے دخول کعبہ کے بعد انہیں بلایا اور فرمایا جب میں بیت اللہ میں داخل ہوا تو میں نے دنبے کے دو سینگ دیکھے مجھے تجھ سے یہ کہنا یاد نہ رہا کہ انھیں ڈھانپ دو،کیونکہ قبلہ بیت اللہ میں ایسی کسی شئ کا ہونا مناسب نہیں جو نمازی کو مشغول کر دے۔(بحوالہ فتاوی رضویہ جلد ۸ ص ۱۲۱/دعوت اسلامی)

حضور اقدس صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کعبہ معظمہ میں تشریف فرما ہوئے عثمان بن طلحہ رضی اللہ تعالی عنہ کلید بردار کعبہ کو طلب فرما کر ارشاد فرمایا ہم نے کعبہ میں دنبے کے سینگ ملاحظہ فرمائے تھے(دنبہ کہ سیدنا اسمٰعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فدیہ ہوا اس کے سینگ کعبہ معظمہ کی دیوار غربی میں لگے ہوئے تھے) ہمیں تم سے یہ فرمانا یاد نہ رہا کہ ان کو ڈھانک دو اب ڈھانکو کہ نمازی کے سامنے کوئی چیز ایسی نہ چاہئے جس سے دل بٹے۔ہاں اگر اتنی بلندی پر ہو کہ سر اٹھا کر دیکھنے سے نظر آئے تو یہ نمازی کا قصور ہے،اسے آسمان کی طرف نگاہ اٹھانا کب جائز ہے،رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ فرماتے ہیں’’لینتھین اقوام

یرفعون ابصارھم الی السماء فی الصلوٰۃ اولتخطفن ابصارھم "وہ جو نماز میں آسمان کی طرف نگاہ اٹھاتے ہیں یا تو اس سے باز آئیں گے یا ان کی نگاہ اچک لی جائیگی یعنی واپس نہ آئے گی اندھے ہو جائیں گے۔ اسے امام احمد مسلم اور نسائی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت کیا ہے۔ (بحوالہ فتاوی رضویہ جلد ۸ ص ۱۲۲ دعوت اسلامی)

خلاصہ کلام یہ ہے کہ گھر ہو یا مسجد یا عیدگاہ یا محمد لکھنا حرام ہے بلکہ یا رسول اللہ لکھا جائے وہ بھی کندہ کرا کے تاکہ گرنے کا اندیشہ نہ ہو اور اگر مسجد میں قبلہ کی طرف ہو مصلی کے موضوع نظر سے اوپر ہو۔

واللہ اعلم بالصواب

کتبہ

فقیر تاج محمد قادری واحدی

(مسجد کے چھت پر امام کا حجرہ بنانا کیسا ہے؟)

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مسئلہ:۔کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ مسجد کے چھت پر امام کا حجرہ بنانا کیسا ہے؟

المستفتی: جاوید احمد بلرام پوری

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوہاب

مسجد کے اوپر امام کا کمرہ بنانا جائز نہیں ہے ہاں تمام مسجدیت سے پہلے بنانا چاہیں تو بنا سکتے ہیں جیسا کہ سرکار اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ تحریر فرماتے ہیں کہ مسجد کے اوپر واقف نے تمام مسجدیت سے پہلے رہائش بنادی تو یہ جائز ہے کیونکہ یہ مصالح مسجد سے ہے البتہ تمام مسجد کے بعد یہ جائز نہیں اور اسکا گرانا ضروری ہے۔(فتاوی رضویہ جلد ۸ ص ۵۰۵ ردعوت اسلامی)

نیز فرماتے ہیں کہ درمختار مطبع قسطنطنیہ جلد ۳ رص ۵۷۳ رمیں ہے"لو بنی فوقه بیتا للامام لایضر لانه من المصالح امالو تمت المسجدیة ثم اراده البناء منع ولو قال عنیت ذلك لم یصدق تاتارخانیة فاذاکان هذا فی الواقف فکیف بغیره فیجب هدمه ولو علی جدار المسجد"یعنی اگر مسجد کی چھت پر امام کے لئے گھر بنایا تو نقصان نہیں کہ یہ بھی مصالح مسجد سے ہے مگر مسجد پوری ہونے کے بعد اگر امام کے لئے بھی گھر بنانا چاہے گا نہ بنانے دیں گے اور اگر کہے گا میری پہلے سے یہی نیت تھی جب بھی نہ مانیں گے۔تاتارخانیہ میں ہے تو جب یہ حکم خود بانی مسجد پر ہے تو دوسرے کا کیا ذکر،تو اس کا ڈھا دینا واجب ہے اگرچہ مسجد کی فقط دیوار ہی پر کچھ بنایا ہو۔(درمختار کتاب الوقف مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۳۷۹ر بحوالہ فتاوی رضویہ جلد ۱۶ رص ۳۳۶ ردعوت اسلامی)

اور علامہ صدر الشریعہ علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں کہ مسجد کی چھت پر امام کے لیئے بالا خانہ بنانا چاہتا ہے اگر قبل تمام مسجد یت ہو تو بنا سکتا ہے اور مسجد ہو جانے کے بعد نہیں بنا سکتا اگر چہ کہتا ہو کہ مسجد ہونے کے پہلے سے میری نیت بنانے کی تھی ۔(بہار شریعت ح۱۰/ باب المسجد) واللہ اعلم بالصواب

کتبہ

حقیر محمد علی قادری واحدی

(شہر طوائف والوں سے مسجد کے لئے چندہ لینا کیسا ہے؟)

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مسئلہ:۔کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ ایک بستی کے عنقریب طوائف خانہ ہے وہاں سے چند لوگ جمعہ کی نماز مسجد میں ادا کرنے آتے ہیں اور وہ لوگ مسجد کے چندے میں حصہ بھی لیتے ہیں جیسے دامن یا ٹوکن کی شکل میں چندہ بھی دیتے ہیں کیا ایسے لوگوں سے چند لینا جائز ہے؟ کیا ایسے لوگوں کو اپنی مسجد میں آنے کی اجازت دینا چاہئے یا نہیں؟ کیا ایسے لوگوں کو مسجد میں نماز ادا کرنے کی اجازت دے سکتے ہیں؟ جب کہ انکی حرام آمدنی بھی رہتی ہے اور حرام کاری بھی کرتے ہیں، قرآن و حدیث کی روشنی میں جواب عنایت فرما کر ہمیں شکریہ موقع دیں۔

المستفتی:۔ ڈاکٹر محمد صغیر اسلام پور سیتا مڑھی

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوہاب

حرام کام کرنے والوں سے چندہ لینا جائز نہیں یونہی ان لوگوں سے چندہ لینا جائز نہیں جن کی آمدنی خالص حرام رہتی ہے، ہاں اگر لاعلمی کی بنیاد پر پہلے لے لیا گیا ہے تو اسے واپس کر دیں اور اگر مسجد کے کسی کام میں خرچ ہو گیا تو اس وجہ سے اس مسجد میں عبادت کرنے نماز پڑھنے میں حرج نہ ہوگا۔سیدی سرکار اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: حرام روپیہ کسی کام میں لگانا اصلا جائز نہیں نیک کام ہو یا اور، سوا اس کے کہ جس سے لیا ہے اسے واپس کر دے یا فقیروں پر تصدق کر دے۔ پھر دو سطر بعد فرماتے ہیں: مسجد، مدرسہ وغیرہ میں بعینہ روپیہ نہیں لگایا جاتا بلکہ اس سے اشیاء خریدتے ہیں خریداری میں اگر یہ نہ ہوا ہو کہ حرام دکھا کر کہا اِس کے بدلے میں فلاں چیز دے اُس نے دی اِس نے قیمت میں زر حرام دیا تو

جو چیز خریدیں وہ خبیث نہیں ہوتی اور اکثر یہی صورت ہوتی ہے اس لئے مسجد میں نماز اور مدرسہ میں تحصیل علم جائز ہے۔(فتاوی رضویہ جلد ۲۳صفحہ ۵۸۰،واحکام شریعت ح ا ص ۱۲۷)

چونکہ نماز ایک عبادت ہے ساتھ ہی بروز جمعہ وعظ ونصیحت کرنے کا اچھا موقع فراہم ہوتا ہے اس لئے نماز کے لئے منع نہ کریں بلکہ آنے دیں اور تقریر میں وعظ کے ذریعہ سمجھانے کہ کوشش بھی کریں نیز جو ماضی میں گناہ کبیرہ کر چکے ہیں انکی تلافی کے لئے توبہ کرنے اور صدقات وخیرات کے لئے کہیں کہ قرآن شریف میں ہے''اِلَّا مَنْ تَابَ وَ اٰمَنَ وَ عَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا فَاُولٰٓئِكَ یُبَدِّلُ اللّٰهُ سَیِّاٰتِهِمْ حَسَنٰتٍ ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِیْمًا''مگر جو توبہ کرے اور ایمان لائے اور اچھا کام کرے تو ایسوں کی برائیوں کو اللہ بھلائیوں سے بدل دے گا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

(کنزالایمان،سورہ فرقان ۷۰)

بعد توبہ اور حرکت قبیحہ کے اگر اب وہ چندہ دیں تو لے سکتے ہیں،اور اگر توبہ نہیں کرتے ہیں تو ان کا سماجی بائیکاٹ کیا جائے جیسا کہ ارشاد ربانی ہے''وَ اِمَّا یُنْسِیَنَّكَ الشَّیْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ''اور جو کہیں تجھے شیطان بھلا دے تو یاد آئے پر ظالموں کے پاس نہ بیٹھ۔(کنزالایمان،سورہ انعام ۶۸)واللہ اعلم بالصواب

کتبہ

فقیر تاج محمد قادری واحدی

(مسجد سے قرض لینا کیسا ہے؟)

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مسئلہ:۔کیافرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ ایک شخص کی طبیعت بہت خراب ہے روپیہ کہیں سے ملنے کی امید نہیں ہے اور علاج نہ کرانے کی صورت میں جان کا خطرہ ہے کیا ایسی صورت میں مسجد میں کچھ سونا رکھ کر قرض لے سکتے ہیں؟ بینوا توجروا **المستفتی**:۔حافظ غلام احمد رضا مہدیہ موڑا ترولہ

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوہاب

مسجد کا روپیہ جو چندہ کر کے جمع کیا گیا ہے اس کو اپنے صرف میں لانا جائز نہیں جیسا کہ علامہ صدر الشریعہ علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں مسجد کے لیے چندہ کیا اور اس میں سے کچھ رقم اپنے صرف میں لایا اگر چہ یہی خیال ہے کہ اس کا معاوضہ اپنے پاس سے دے دے گا جب بھی خرچ کرنا ناجائز ہے۔

(بہار شریعت ح۱۰ ر مسجد کا بیان)

ہاں اگر کسی کی طبیعت زیادہ خراب ہو جیسا کہ سوال سے ظاہر ہے تو ایسی صورت میں قرض دیا جاسکتا ہے جبکہ اس وقت مسجد میں آمدنی ہو اور اسکی حاجت اس وقت نہ ہو جیسا کہ علامہ صدر الشریعہ علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں مسلمانوں پر کوئی حادثہ آپڑا جس میں روپیہ خرچ کرنے کی ضرورت ہے اور اس وقت روپیہ کی کوئی سبیل نہیں ہے مگر اوقاف مسجد کی آمدنی جمع ہے اور مسجد کو اس وقت حاجت بھی نہیں تو بطور قرض مسجد سے رقم لی جاسکتی ہے۔(بہار شریعت ح۱۰ ر مسجد کا بیان) واللہ اعلم بالصواب

کتبہ

فقیر تاج محمد قادری واحدی

(جو زانی کا ساتھ دے اس کو مسجد سے بھگانا کیسا ہے؟)

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مسئلہ:۔کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ ایک بستی میں ایک شخص کو زنا کے جرم میں کمیٹی سے نکال دیا گیا ایک ہفتہ بعد آٹھ دس اور لوگ اس زانی کے ساتھ ہو گئے اور آج بھی یہ لوگ کہتے پھرتے ہیں کہ کمیٹی کے سامنے جھکنے نہیں جائینگے بستی والوں نے ان لوگوں پر سلام وکلام وغیرہ کے ساتھ مسجد میں جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے پر بھی پابندی لگا دی ہے حتیٰ کہ جمعہ وعیدین کی نماز بھی ساتھ میں پڑھنے نہیں دیا جاتا تو سوال یہ ہے کہ ایسے لوگوں کو نماز کی جماعت میں شامل ہونے سے روکنا کیسا ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی:۔ عبدالقادر

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوہاب

ثبوت زنا کے لئے چشم دید چار گواہوں کا ہونا شرط ہے (جو گواہی کا مستحق ہو) تو اگر زنا ثابت ہوگیا تھا بعدہ بستی والوں نے بائیکاٹ کیا تو انکا بائیکاٹ کرنا درست ہے جیسا کہ ارشاد ربانی ہے "وَ اِمَّا یُنۡسِیَنَّکَ الشَّیۡطٰنُ فَلَا تَقۡعُدۡ بَعۡدَ الذِّکۡرٰی مَعَ الۡقَوۡمِ الظّٰلِمِیۡنَ" اور جو کہیں تجھے شیطان بھلا دے تو یاد آئے پر ظالموں کے پاس نہ بیٹھ۔ (سورہ انعام ٦٨)

جب تک توبہ استغفار نہ کرلیں بائیکاٹ رکھیں اور جو لوگ زانی کے ساتھ ہیں ان سبھوں کو بائیکاٹ کر دیں بستی والوں پر کوئی گناہ نہیں ہاں اگر توبہ استغفار کر لیں تو بعد توبہ کار خیر کرنے کے لئے کہیں مثلا مسجد میں جن چیزوں کی ضرورت ہو وہ لا کر دیں اور میلاد وغیرہ کریں اور غریبوں میں صدقات و خیرات کریں کہ اعمال صالحہ قبول توبہ میں معاون ہوتے ہیں جیسا کہ قرآن شریف میں ہے "اِلَّا مَنۡ

تَابَ وَ اٰمَنَ وَ عَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا فَاُولٰٓئِكَ یُبَدِّلُ اللّٰهُ سَیِّاٰتِهِمْ حَسَنٰتٍ وَ كَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِیْمًا "مگر جو توبہ کرے اور ایمان لائے اور اچھا کام کرے تو ایسوں کی برائیوں کو اللہ بھلائیوں سے بدل دے گا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ (کنزالایمان، سورہ فرقان ۷۰)

بعد توبہ وکار خیر مل جل کر رہیں کہ اب بائیکاٹ کرنا جائز نہیں، اور اگر گواہ نہیں صرف تہمت ہے تو تہمت لگانے والے جھوٹے اور گناہ کبیرہ کے مرتکب ہیں اگر اسلامی حکومت ہوتی تو ایسوں کو اسی کوڑے لگواتی۔

اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہے "لَوْ لَا جَآءُوْ عَلَیْهِ بِاَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ فَاِذْ لَمْ یَاْتُوْا بِالشُّهَدَآءِ فَاُولٰٓئِكَ عِنْدَ اللّٰهِ هُمُ الْكٰذِبُوْنَ" اس پر چار گواہ کیوں نہ لائے، تو جب گواہ نہ لائے تو، وہی اللہ کے نزدیک جھوٹے ہیں۔ (کنزالایمان، سورہ نور ۱۳)

اللہ کی پناہ اس زمانہ میں زنا کاری بھی عام ہو چکی ہے اور تہمت بازی بھی عام ہو چکی ہے جب چاہا جس کے متعلق کہہ دیا یہ تو کہیئے کہ اللہ تعالی کا فضل عظیم ہے ورنہ ہم عذاب الہی میں گرفتار ہوتے جیسا کہ خود رب کائنات ارشاد فرماتا ہے "وَ لَوْ لَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَیْكُمْ وَ رَحْمَتُهٗ فِی الدُّنْیَا وَ الْاٰخِرَةِ لَمَسَّكُمْ فِیْ مَاۤ اَفَضْتُمْ فِیْهِ عَذَابٌ عَظِیْمٌ" اور اگر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت تم پر دنیا اور آخرت میں نہ ہوتی تو جس چرچے میں تم پڑے اس پر تمہیں بڑا عذاب پہنچتا۔ (کنزالایمان سورہ نور آیت ۱۴)

افسوس صد افسوس کہ آج کل کا عالم یہ ہے کہ بلا گواہ لوگ تہمت بھی لگاتے ہیں اور جس سے کہا جاتا ہے وہ بھی بلا تحقیق تسلیم کر لیتے ہیں حالانکہ انہیں چاہئے تھا کہ انکار کرتے اور کہتے کہ اے میرے بھائی اس طرح بلا تحقیق نہ کہو بلکہ اللہ سے ڈرو جیسا کہ رب کائنات کا حکم ہے "اِذْ تَلَقَّوْنَهٗ بِاَلْسِنَتِكُمْ وَ تَقُوْلُوْنَ بِاَفْوَاهِكُمْ مَّا لَیْسَ لَكُمْ بِهٖ عِلْمٌ وَّ تَحْسَبُوْنَهٗ هَیِّنًا ۖۗ وَّ هُوَ عِنْدَ اللّٰهِ عَظِیْمٌ (۱۵) وَ لَوْ لَاۤ اِذْ سَمِعْتُمُوْهُ قُلْتُمْ مَّا یَكُوْنُ لَنَاۤ اَنْ نَّتَكَلَّمَ بِهٰذَا ۖۗ سُبْحٰنَكَ هٰذَا بُهْتَانٌ عَظِیْمٌ (۱۶) یَعِظُكُمُ اللّٰهُ اَنْ تَعُوْدُوْا لِمِثْلِهٖۤ اَبَدًا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ (۱۷)

جب تم ایسی بات اپنی زبانوں پر ایک دوسرے سے سن کر لاتے تھے اور اپنے منہ سے وہ نکالتے تھے جس کا تمہیں علم نہیں اور اسے سہل سمجھتے تھے اور وہ اللہ کے نزدیک بڑی بات ہے اور کیوں نہ ہوا جب تم نے سنا تھا کہا ہوتا کہ ہمیں نہیں پہنچتا کہ ایسی بات کہیں الٰہی پاکی ہے تجھے یہ بڑا بہتان ہے، اللہ تمہیں نصیحت فرماتا ہے کہ اب کبھی ایسا نہ کہنا اگر ایمان رکھتے ہو۔ (کنز الایمان سورہ نور آیت نمبر ۱۵ تا ۱۷)

بعض لوگ ایک دوسرے کو بدنام کرنے کیلئے تہمت لگاتے رہتے ہیں انہیں اللہ کے عذاب سے ڈرنا چاہئے کیونکہ تہمت لگانے پر دنیا و آخرت میں بہت سخت عذاب ہے جیسا کہ ارشاد ربانی ہے "اِنَّ الَّذِیۡنَ یُحِبُّوۡنَ اَنۡ تَشِیۡعَ الۡفَاحِشَۃُ فِی الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا لَہُمۡ عَذَابٌ اَلِیۡمٌ فِی الدُّنۡیَا وَ الۡاٰخِرَۃِ ۔ وَ اللّٰہُ یَعۡلَمُ وَ اَنۡتُمۡ لَا تَعۡلَمُوۡنَ" وہ لوگ جو چاہتے ہیں کہ مسلمانوں میں برا چرچا پھیلے ان کے لیے دردناک عذاب ہے دنیا اور آخرت میں اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔

(کنز الایمان سورہ نور ۱۹)

لہذا اگر گواہ نہیں ہیں بلکہ صرف تہمت ہے تو بستی والوں پر لازم ہے کہ بائیکاٹ ختم کر کے سچے دل سے توبہ استغفار کریں اور ان لوگوں سے معافی مانگیں جنکا بائیکاٹ کیا گیا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب

کتبہ

فقیر تاج محمد قادری واحدی

(مسجد کا پانی بیچنا کیسا ہے؟)

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مسئلہ:۔کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ مسجد میں ایک بور (یعنی بورینگ) ہے اور اس میں پانی بھی بھرپور ہے اس بور سے موٹر کے ذریعے پانی کھینچ کر مصلیان کیلئے وضو کا انتظام کیا جاتا ہے مسجد کی ذرائع آمد کم ہونے کے سبب ٹرسٹیان مسجد کا کہنا ہے کہ مسجد میں جو بور ہے اسکا پانی بیچ کر مسجد کے اخراجات پوری کی جائیں دریافت مطلب یہ امر ہے کہ بیان کردہ صورت میں مسجد کے بور کا پانی فروخت کئے ہوئے رقم سے مسجد کے اخراجات چلا سکتے ہیں یا نہیں؟ (۲) مسجد میں جو لائٹ آتی ہے اسکا ڈائیریکٹ کنکشن ہے یعنی اسکا بل وغیرہ کچھ بھرا نہیں جاتا اس پر کچھ لوگ اعتراض کرتے ہیں کہ چوری کی لائٹ سے بور چالو کر کے پانی بھرا جاتا ہے اسلئے اس پانی سے وضو کر کے نماز پڑھنے سے نماز نہیں ہوتی ہے گزارش ہے دونوں مسئلے کا جواب قرآن وحدیث کی روشنی میں ارسال فرمائیں۔

المستفتی: محمد صابر حسین امام وخطیب فیضان مدینہ مسجد نائک واڑی نگر تعلقہ موہول ضلع سولاپور مہاراشٹر

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوہاب

اگر بور کروانے والے نے مسجد کے لئے وقف کیا ہے یا مسجد کے رقم سے بور کیا گیا ہے تو اس پانی کو بیچ نہیں سکتے کیونکہ وہ مسجد میں وقف ہے اور مال وقف میں تصرف جائز نہیں "الوقف لا یملك" یعنی وقف چیز کسی کی ملک نہیں۔

اور اگر بور کروانے والے نے بیچنے کی اجازت دی ہو یا وہاں بیچنے کا رواج ہو اور بور کرنے والے کو معلوم تھا پھر بھی منع نہیں کیا تو ایسی صورت میں بیچ سکتے ہیں "المعروف کالمشروط" یعنی

جومعروف ہے وہ مشروط کی طرح ہے۔

(۲)مسجد میں چوری کی لائٹ جلانا شرعاناجائز اور قانونا جرم ہے،اس میں حکومت کو دھوکہ دینا ہے اور اسکے قانون کوتوڑنا ہے اپنے کواہانت کے لئے پیش کرنا۔اپنی عزت کوخطرے میں ڈالنا ہے اورعزت کی حفاظت کرنااور ذلت ورسوائی سے بچناضروری ہے جیسا کہ سرکارمفتی اعظم ہندعلیہ الرحمہ بلاٹکٹ سفر کرنے کے متعلق تحریرفرماتے ہیں یہاں کے کفارا گرچہ حربی ہیں مگر بلاٹکٹ ریل میں سفر کرنا اپنے کو اہانت کے لئے پیش کرنا ہے اپنی عزت کوخطرے میں ڈالنا ہے کہ خلاف قانون ہے مستوجب سزا ہوگا اس حرکت سے احتراز لازم جوموجب ذلت ورسوائی ہو۔(فتاوی مصطفویہ ص ۲۲۶)

رہی بات نماز کی تو نماز ہو جائے گی جیسا کہ علامہ صدرالشریعہ علیہ الرحمہ تحریرفرماتے ہیں کہ نابالغ کا بھرا ہوا پانی کہ شرعااس کی ملک ہو جائے،اسے پینا یاوضو یا غسل یا کسی کام میں لانا اس کے ماں باپ یا جس کا وہ نوکر ہے اس کے سوا کسی کو جائز نہیں اگر چہ وہ اجازت بھی دے دے،اگر وضو کرلیا تو وضو ہو جائے گا اور گنہگار ہوگا۔(بہارشریعت ح دوم پانی کا بیان)واللہ اعلم بالصواب

کتبہ

فقیرتاج محمدقادری واحدی

(مجبوری میں مسجد کی چیزیں استعمال میں لانا کیسا ہے؟)

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مسئلہ:۔کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ کسی کام کے سبب شہر یا دیہات میں گئے اور پیشاب یا قضائے حاجت کا غلبہ پیش آیا یا پیاس لگی یا گرمی اور تھکان کے سبب ہاتھ منہ دھونے کی آرزو پیدا ہوئی تو کیا ان سب صورتوں میں اس شہر یا دیہات کی مسجد کا پانی یا بیت الخلاء کا استعمال کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اس کا جواب عنایت فرما کر رہنمائی فرمائیں مہربانی ہوگی جزاک اللہ خیرا

المستفتی: محمد کونین رضوی کشن گنج

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوہاب

جو سامان مسجد میں وقف ہو اس کا استعمال تمام مصلیان کر سکتے ہیں مگر مسجد ہی میں رہ کر نہ کہ نمازی اپنے گھر لے جا کر استعمال کرے مثلاً ٹھنڈا پانی مسجد میں ہے تو نمازی پی سکتے ہیں مگر گھر لے جا کر نہیں بلکہ مسجد ہی میں۔

صورت مسئولہ میں چاہئے کہ گاؤں والوں سے مدد طلب کرے اور اگر گاؤں کے حضرات مدد نہ کریں تو مسجد میں جائے اپنی ضرورت پوری کرے پھر وضو کرے تو ہاتھ پیر بھی دھل جائے گا پھر اگر نماز کا وقت ہو نماز ادا کرے ورنہ مکروہ وقت نہ ہو تو دو رکعت نماز نفل ادا کرے اور اگر مکروہ وقت ہو تو کچھ ذکر و اذکار کرلے پھر باہر آجائے یہ طریقہ درست و جائز ہے (عامۂ کتب فقہ)۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہ

محمد افسر رضا حشمتی سعدی عفی عنہ

(مسجد کو کلر کرنا کیسا ہے؟)

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مسئلہ:۔کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ مسجدوں کو رنگوانا اوراس کو اراستہ کرنا جائز ہے حدیث وقران کی روشنی میں مدلل جواب ارسال فرمائیں **المستفتی:۔امجد محمد رضا الھند**

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوہاب

مسجد کو چونا وغیرہ سے رنگوا سکتے ہیں کوئی حرج نہیں بلکہ بہتر ہے ہاں ناپاک اشیائکی آمیزش نہ ہو جیسا کہ سرکار صدر الشریعہ الرحمہ فرماتے ہیں مسجد کو چونے اور گچ سے منقش کرنا جائز ہے،سونے چاندی کے پانی سے نقش ونگار کرنا بھی جائز ہے جبکہ کوئی شخص اپنے مال سے ایسا کرے مال وقف سے ایسا نہیں کرسکتا،بلکہ متولی مسجد نے اگر مال وقف سے سونے چاندی کا نقش کرایا تو اسے تاوان دینا ہوگا،ہاں اگر بانی مسجد نے نقش کرایا تھا جو خراب ہوگیا تو متولی مسجد مال مسجد سے بھی نقش ونگار کرا سکتا ہے۔بعض مشائخ دیوار قبلہ میں نقش ونگار کرنے کو مکروہ بتاتے ہیں کہ نمازی کا دل اُدھر متوجہ ہوگا مسجد کی دیواروں میں گچ اور پلاستر کرانا جائز ہے کہ اس کی وجہ سے عمارت محفوظ رہے گی۔مسجد میں پلاستر کرانے یا قلعی یا کہگل کرانے میں ناپاک پانی استعمال نہ کیا جائے۔(بہار شریعت حصہ شانزدہم آداب مسجد وقبلہ کا بیان بحوالہ فتاوی علیمیہ جلد دوم صفحہ ۴۷۵)

دورحاضر میں پینٹ کا رواج ہو چکا ہے اوراس میں تھنر جو مٹی کے تیل کے مثل ہوتا ہے اور اس سے زیادہ تھنر میں بدبو ہوتا ہے جو ہفتہ عشرہ تک رہتا ہے۔لہٰذا تھنر ڈال کر پینٹ کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ مسجد کو بدبو سے بچانا واجب ہے اسی لئے مسجد میں دیاسلائی جلانا مٹی کا تیل جانا حرام ہے جیسا کہ

سیدی سرکار اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ فتاوی رضویہ جلد ششم ص نمبر ۳۸۱ / پر تحریر فرمایا ہے۔

لہذا تھنر ڈال کر پینٹ کرنا ناجائز ہوگا ہاں اگر کسی طرح بدبو دور کر دی جائے یا کوئی اور چیز ڈال کر پینٹ کی جائے جس میں بدبو نہیں رہتا ہے تو پینٹ کرنے میں کوئی حرج نہ ہوگا کہ اصل کراہت پینٹ میں نہیں ہے جب کہ پینٹ میں ناجائز اشیاء نہ ملی ہو۔ بلکہ اصل کراہت بدبو کی وجہ سے ہے اور جب یہ دور ہو جائے تو پینٹ کر سکتے ہیں۔ ھذا ما ظھر لی عندی واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہ

محمد افسر رضا حشمتی سعدی عفی عنہ

(مسجد کے مائک سے وہابی کے مرنے کا اعلان کرنا کیسا ہے؟)

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مسئلہ:۔کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ ایک سنی عالم یا حافظ امام نے منیجر کے کہنے پر اس کے دباؤ کی وجہ سے وہابی یا دیوبندی کے جنازہ کا اعلان مسجد سے کر دیا۔اب امام پر شریعت کا کیا حکم ہے؟اور منیجر مسجد پر کیا حکم ہوگا؟اور جن سنی حضرات نے جنازے میں شرکت کی ان پر کیا حکم ہوگا؟ برائے مہربانی جواب مرحمت فرمائیں۔

المستفتی: حضرت مولانا شعبان احمد تھرولی بزرگ مہاراج گنج یوپی

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوہاب

وہابی اور دیوبندی بمطابق حسام الحرمین اور الصوارم الہندیہ اپنے عقائد باطلہ کی بنا پر کافر و مرتد ہیں ان کی نماز جنازہ مسلمان جانتے ہوئے پڑھنا اور لوگوں سے شرکت کی درخواست کرنا کفر ہے۔اور کسی کے دباؤ میں پڑھنا اور شرکت کا اعلان کرنا حرام ہے،اور مسجد کے مائک سے ایسا اعلان کرنا اشد حرام ہے۔کیونکہ بدمذہب کے جنازہ میں شرکت کرنا ناجائز و حرام ہے یونہی انکے لئے دعائے مغفرت کرنا بھی حرام ہے اور جنازہ دعائے مغفرت ہے تو اسکی دعوت دینا بھی حرام ہوا۔

فتاویٰ فقیہ ملت" میں ہے: وہابی دیوبندی بمطابق فتاوی حسام الحرمین اور الصوارم الہندیہ کافر و مرتد ہیں۔لہذا بکر سنی اگر وہابی امام کے پیچھے وہابی جنازہ کی نماز کی صف میں یونہی کسی کے دباؤ،لحاظ،یا چاپلوسی میں بلا نیت نماز کھڑا ہو گیا تو علانیہ توبہ کرے۔اور اگر اسے دیوبندی جانتے ہوئے مسلمان سمجھ کر اس کی نماز جنازہ پڑھی تو توبہ تجدید ایمان اور بیوی ہو تو تجدید نکاح بھی کرے۔(کتاب الجنائز،ج ا،

ص ۲۶۵ / ۲۶۶ مطبوعہ شبیر برادرز لاہور)

حضور فقیہ ملت مفتی جلال الدین احمد الامجدی فرماتے ہیں: اگر زید اور دیگر مسلمانوں نے وہابی کے پیچھے اس کی وہابیت جانتے ہوئے مسلمان اعتقاد رکھ کر نماز جنازہ ادا کی تو کفر ہے اس پر علی الاعلان توبہ تجدید ایمان ونکاح ضروری ہے اور اگر وہابی امام کو مرتد و بدمذہب سمجھتے ہوئے پڑھی تو فسق ہے اس پر علانیہ توبہ لازم ہے یہی حکم وہابی یا صلح کلی کی نماز جنازہ پڑھنے کا بھی ہے۔(فتاویٰ فیض الرسول، کتاب الجنائز، ج ۱ ص ۴۱۲ مطبوعہ بک سیلرز لاہور)

لہذا امام مسجد نے منیجر کے دباؤ میں آ کر مسجد کے اسپیکر سے وہابی کے جنازہ اعلان کیا تو اس پر علی الاعلان توبہ واجب ہے۔ اور جن لوگوں نے وہابی کے عقائد پر مطلع ہو کر اس کو مسلمان جانتے ہوئے اس کے پیچھے نماز جنازہ پڑھی تو یہ کفر ہے علی الاعلان توبہ وتجدید ایمان ونکاح وتجدید بیعت لازم ہے اور اگر اس کو مرتد جانتے ہوئے پڑھی تو یہ فسق ہے علی الاعلان توبہ لازم ہے۔ اور مسجد کے منیجر نے اگر اس کو مسلمان جان کر اس کے جنازہ کا اعلان کروایا تو وہ کافر ہو گیا اس توبہ اور تجدید ایمان تجدید نکاح واجب ہے۔ اور اگر اسکو کافر جانتے ہوئے اعلان کروایا تو سخت گنہگار ہوا اس پر علی الاعلان توبہ واجب ہے۔ واللہ تعالیٰ عزوجل ورسولہ ﷺ أعلم بالصواب

کتبہ

وکیل احمد صدیقی نقشبندی

(تنخواہ کا چندہ مسجد میں لگا سکتے ہیں؟)

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مسئلہ:۔کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ مسجد کے امام کے نام سے تنخواہ گاؤں والے دیتے ہیں اس میں سے کچھ رقم مسجد کے نام سے رکھ لینا کیسا ہے؟ مثلاً امام صاحب کی تنخواہ آٹھ ہزار ہے اب چندہ اس سے زیادہ ہوتا ہے تو امام کی اجازت کے بغیر سیکریٹری مسجد میں رکھ لیتا ہے تو کیا یہ صحیح ہے؟ **المستفتی:۔** محمد نوشاد رضا نوری، ارریہ بہار

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوہاب

صورتِ مسئولہ میں اگر وہاں پر امام کو تنخواہ دے کر باقی فنڈ مسجد میں رکھ لینا معروف ہو یعنی یہ بات چندہ دینے والوں کو معلوم ہو اور وہ اس سے منع نہ کرتے ہوں تو دلالۃً اجازت ہونے کی وجہ سے مسجد سیکریٹری کا عمل جائز ہے کیونکہ جو چیز مشہور ہو وہ طے شُدہ معاملے کا حکم رکھتی ہے۔ چنانچہ علامہ لسان الدین ابن شحنہ حنفی متوفی ۸۸۲ھ لکھتے ہیں: **المعروف کالمشروط** " یعنی معروف کا حکم مشروط کے حکم کی مثل ہوتا ہے۔ (لسان الحکام فی معرفۃ الأحکام، الفصل التاسع فی أنواع الضمانات الواجبۃ إلخ، ص ۳۶۱)

اور دلالۃً اجازت صریح اجازت کے قائم مقام ہوتی ہے۔ چنانچہ علامہ علی حیدر خواجہ امین آفندی حنفی متوفی ۱۳۵۳ھ لکھتے ہیں: الإذن دلالۃً کالإذن صراحۃً فی الحکم غیر أنہ إذا کان نھی ومنع صریحین فلا یلتفت إلی الإذن دلالۃً۔ ملخصًا " یعنی، دلالۃً اجازت حکم میں صریح اجازت کی طرح ہے مگر جبکہ واضح طور پر ممانعت ہو تو دلالۃً اذن کی جانب التفات نہیں کیا جائے

گا۔(درر الحكام شرح مجلة الأحكام، كتاب الأمانات، الباب الأول في بيان بعض الأحكام إلخ، ۲/۲۰۶)

اور اگر یہ معروف نہ ہو تو فنڈ کی تمام رقم امام کی تنخواہ میں صَرف کرنا لازم ہے، چندہ دہندگان کی اجازت کے بغیر دیگر مَصرف میں صَرف کرنا حرام ہے۔ چنانچہ چندے کے مَصرف کے بارے میں امام احمد رضا خان حنفی متوفی ۱۳۴۰ھ لکھتے ہیں: جس طرح مصارفِ خیر کے چندے ہوتے ہیں ایسی حالت میں وہ روپیہ ملکِ مالک پر رہتا ہے اور اس کی اجازت سے اُسی مصرفِ خیر میں صَرف ہوتا ہے یہاں تک کہ اگر کچھ بچے تو اسے واپس دینا یا اس کی اجازت و رضا سے کسی اور مَصرف میں صَرف کرنا لازم ہوتا ہے۔(فتاوی رضویہ، کتاب الامانات ۱۹/ ۱۶۱)

اور صدر الشریعہ محمد امجد علی اعظمی حنفی متوفی ۱۳۶۷ھ لکھتے ہیں: چندہ دینے والے جس مقصد کے لیے چندہ دیں یا کوئی اہلِ خیر جس مقصد کے متعلق اپنی جائداد وقف کرے اُسی مقصد میں وہ رقم یا آمدنی صَرف کی جاسکتی ہے۔ دوسرے میں صَرف کرنا جائز نہیں۔(فتاوی امجدیہ، کتاب الوقف ۲/ ۳/ ۴۲)

اس صورت میں اگر امام کے نام پر جمع ہونے والا فنڈ اس کی تنخواہ سے زیادہ ہو جائے تو بقیہ رقم جمع کر کے رکھ لی جائے اور اسے امام کی تنخواہ ہی میں استعمال کیا جائے مثلاً امام کی تنخواہ آٹھ ہزار ہے اور امام کے لئے ملنے والا چندہ بارہ ہزار ہو تو بقیہ چار ہزار سنبھال کر رکھ لئے جائیں تا کہ آئندہ تنخواہ میں اس رقم کو استعمال کیا جاسکے یا پھر چندہ دینے والوں سے جبکہ وہ معلوم ہوں مسجد کے دیگر اخراجات میں استعمال کرنے کی اجازت لے لی جائے کیونکہ پہلے حاصل کیا گیا چندہ صرف امام کے نام پر دیا گیا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب

کتبہ

محمد اُسامہ قادری

(مسجد کے لیے زمین دے کر واپس مانگنا کیسا ہے؟)

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مسئلہ:۔کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ مسجد کے لیے زمین دی تھی اب واپس مانگ رہا ہے یا کچھ کم کررہا ہے تو کیا حکم ہے؟ **المستفتی**:۔محمد عبداللہ خان رضوی ضلع گونڈہ یوپی

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوہاب

جس نے مسجد کے لیے زمین دی تھی اب وہ نہ اس میں کم کرسکتا ہے نہ واپس لے سکتا ہے کیونکہ زمین اگر مسجد پر وقف کردی گئی وہ واقف (دینے والے) کی ملکیت سے نکل کر ملکِ خدا میں داخل ہوگئی، اسے واپس لینا یا اس میں کمی کرنا یا اسے بیچنا شرعاً جائز نہیں۔درمختار مع شامی جلد ششم صفحہ ۵۳۹ میں ہے" **فإذا تم ولزم لا يملك ولا يملك ولا يعار ولا يرهن**" واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ

فقیر محمد معصوم رضا نوری عفی عنہ

(کیا مسجد سے کبوتر کا گھونسلا ہٹا سکتے ہیں؟)

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مسئلہ:۔کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ اگر مسجد میں کبوتر کا گھونسلا ہو تو کیا اسے ہٹا سکتے ہیں؟ جواب عنایت فرمائیں **المستفتی:۔** عبدالسلام معینی اجمیری

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوہاب

مسجد میں سے کبوتر وغیرہ کے گھونسلے ہٹا سکتے ہیں، علامہ شیخ علاء الدین حصفکی متوفی ۱۰۸۸ھ تحریر فرماتے ہیں: ولا بأس برمی عش خفاش وحمام لتنقیتہ قولہ لتنقیتہ) جواب سؤال حاصلہ أنہ قال ﷺ أقروا الطیر علی مکانتہا فإزالۃ العش مخالفۃ للأمر فأجاب بأنہ للتنقیۃ وہی مطلوبۃ فالحدیث مخصوص بغیر المساجد" مسجد کی صفائی کی خاطر چمگادڑ اور کبوتر کے گھونسلے کو باہر پھینکنے میں کوئی قباحت نہیں، یہ ایک سوال کا جواب ہے اس کا ماحاصل یہ ہے نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا پرندوں کو ان کے انڈوں پر بیٹھا رہنے دو گھونسلوں کو ہٹانا یہ امر کے خلاف ہے تو اس کا جواب اس کی صفائی کے لیے دیا ہے جبکہ مسجد کی صاف ستھرا رکھنا مطلوب ہے حدیث مساجد کے علاوہ کے ساتھ خاص ہوگی۔(الدر المختار و ردالمحتار، المجلد الثانی، کتاب الصلاۃ، ص ۴۳۷ / بیروت لبنان)

اور حضور صدر الشریعہ علامہ امجد علی رحمۃ اللہ تعالی علیہ تحریر فرماتے ہیں کہ چمگادڑ اور کبوتر وغیرہ کے گھونسلے مسجد کی صفائی کے لئے نوچنے میں حرج نہیں۔(بہار شریعت حصہ سوم صفحہ ۶۴۹) واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ

عبیداللہ رضوی بریلوی

(مسجد کے دیوار پر قرآنی آیت لکھنا کیسا ہے؟)

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مسئلہ:۔کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ مسجد کے درو دیوار پر قرآنی آیات کا لکھنا کیسا ہے؟ (۲) اور مسجد میں سمت قبلہ دیوار میں نقش ونگاروالی کوئی شئی منقش کرانا یا ڈیزائن والی ٹائلس لگوانا کیسا ہے؟ (۳) اور ایک طرف یا اللہ اور دوسری طرف یا محمد لکھنا عندالشرع کیسا ہے؟

المستفتی:۔ سیف اللہ شمسی جموبہار

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوہاب

(۱) مسجد درو دیوار پر، کلر پینٹ، چونا، پلاستر، وغیرہ سے آیات قرآنیہ کا لکھنا اچھا نہیں اس لئے کہ کلر پینٹ، مٹی، چونا، وغیرہ سے جو کچھ لکھا ہوا ہے زمین پر گرے گا اور پیر کے نیچے گرے گا جس سے بے ادبی ہوگی، ہاں اگر آیات قرآنیہ کو کسی پتھر پہ کندہ کر الیں اور اتنی اوپر لگائیں کہ حالت نماز میں مصلی کی نظر کے سامنے نہ ہو تو لگا سکتے ہیں، چنانچہ فتاوی ہندیہ میں ہے، "وَلَيْسَ بِمُسْتَحْسَنٍ كِتَابَةُ الْقُرْآنِ عَلَى الْمَحَارِيبِ وَالْجُدْرَانِ لِمَا يُخَافُ مِنْ سُقُوطِ الْكِتَابَةِ وَأَنْ تُوطَأَ وَفِي جَمْعِ النَّسَفِي" یعنی مسجد کی محرابوں اور دیواروں پر قرآن لکھنا بہتر نہیں اس واسطے کہ خوف (اندیشہ) ہے کہ کبھی وہ کتابت (لکھا ہوا) گرے اور پاؤں کے نیچے آئے (یہ) جمع نسفی میں لکھا ہے۔

(ج ا ص ۱۲۱ بیروت لبنان)

بہار شریعت میں ہے: مسجد کی دیواروں اور محرابوں پر قرآن لکھنا اچھا نہیں کہ اندیشہ ہے وہاں سے گرے اور پاؤں کے نیچے پڑے، اسی طرح مکان کی دیواروں پر کہ علّت مشترک ہے۔ (ج ا ص

۶۴۶ مکتبہ دعوت اسلامی)

(۲) کوئی بھی نقش ونگار یا ٹائلس وغیرہ مسجد کی دیوار سمت قبلہ میں جہاں عام نمازی کی نظر پہنچے اس حد تک کوئی بھی ایسی چیز نہ لگائیں جس سے نمازیوں کے اذہان وقلوب منتشر ہوں، ہاں اگراتنی اونچائی پر ہو کہ نمازی کے سر اٹھا کر دیکھنے سے نظر آئے تو یہ نمازی کا قصور ہے، اسے آسمان کی طرف نگاہ اٹھانا مکروہ ہے، فتاوی رضویہ میں ہے، بے شک دیوار قبلہ میں عام مصلیوں کے موضع نظر تک کوئی ایسی چیز نہ چاہئے جس سے دل بٹے اور ہو تو کپڑے سے چھپا دے۔(فتاوی رضویہ ج ۸ ص ۱۲۱ / ۱۲۲ / ادبی دنیا دہلی)

بہار شریعت میں ہے: مسجد کی دیوار میں نقش ونگار اور سونے کا پانی پھیرنا منع نہیں جب کہ بہ نیت تعظیم مسجد ہو، مگر دیوارِ قبلہ میں نقش ونگار مکروہ ہے۔(ج ا ص ۶۴۶ / مکتبہ دعوت اسلامی)

(۳) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ذاتی نام مبارک کو دیوار پر لکھنا یا نِدا کرنا ناجائز وحرام ہے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: لَا تَجْعَلُوا دُعَاءَ الرَّسُولِ بَيْنَكُمْ كَدُعَاءِ بَعْضِكُم بَعْضًا "رسول کے پکارنے کو آپس میں ایسا نہ ٹھہرا لو جیسا تم میں ایک دوسرے کو پکارتا ہے۔(کنز الایمان سورۃ النور، آیت ۶۳)

یعنی ان کی آواز پر اپنی آواز بلند کر کے یا ان کے ناموں سے ان کو ندا کر کے، تُو یا محمد یا احمد نہ کہو بلکہ یوں کہو یا نبی اللہ، یا رسول اللہ جیسے انہیں کلمات کے ساتھ اللہ سبحانہ تعالیٰ نے انہیں مخاطب کیا مذکورہ آیت کریمہ کی تفسیر میں علماء بیان فرماتے ہیں اگر حضور کے نام کے ساتھ فریاد کرنے میں آئی ہو مثلاً وہ دعا توجہ جو حضور نے ایک نابینا کو تلقین فرمائی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کے نام سے پکارکر وہ بینا ہو گیا تو اس کو یا رسول اللہ اور اس جیسے کلمات سے بدل دے اس لئے کہ حضور ﷺ کو حضور ﷺ کے نام کریم سے بلانا حرام ہے۔ اقول: ہمارے فقہاء نے اس بات پر نص فرمائی ہے کہ بیٹے کو یہ منع ہے کہ اپنے ماں باپ کو نام لیکر پکارے اور عورت کو شوہر کا نام لیکر پکارنا منع ہے تو رسول اللہ ﷺ اس کے زیادہ حقدار ہیں، المعتقد المنتقد۔(۲۸۹ مکتبہ جامعۃ الرضا بریلی شریف)

فتاوی رضویہ میں ہے: کہ رسول کا پکارنا اپنے میں ایسا نہ ٹھہرالو جیسے ایک دوسرے کو پکارتے ہو، اب ایک دوسرے میں باپ اور مولا اور بادشاہ سب آگئے، اسی لئے علماء فرماتے ہیں نام پاک لے کر ندا کرنا حرام ہے، اگر روایت میں مثلاً یا محمد آیا ہو تو اس کی جگہ بھی یا رسول اللہ کہے (ج ۱۵ ص ۱۷۲/ ادبی دنیا دہلی) واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہ

محمد معراج رضوی واحدی

(مسجد کے مائک سے دعوت کا اعلان کرنا کیسا ہے؟)

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مسئلہ:۔کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ مسجد کا مائک اپنے ذاتی کام کے لیے استعمال کر سکتے ہیں یا نہیں؟ مثلاً میں نے ایک گاؤں میں دیکھا کی مسجد کے مائک سے ایک اعلان ہوا کہ آج فلاں شخص کے گھر شادی کی دعوت گاؤں کے تمام افراد کی ہے تو کیا مسجد کے مائک سے ایسا اعلان کرنا درست ہے؟ اگر نہیں تو جس نے اعلان کیا اور جس نے اعلان کرنے کو کہا اس پر شریعت کا کیا حکم ہے؟ (۲) دوسرا یہ کی اولیاء کرام کے عرس کے موقع پر گاؤں والوں سے چندہ جمع کر کے تبرک بنایا جاتا ہے اور فاتحہ خوانی کے بعد مسجد کے مائک سے اعلان کیا جاتا ہے کی سب لوگ اپنا اپنا تبرک لے جائیں؟ کیا اس طرح اعلان مسجد کے مائک سے کرنا جائز ہے اگر نہیں تو شریعت کا کیا حکم ہے؟ دونوں ہی جگہ سے معلوم کیا گیا تو پتا چلا کہ یہاں ایسا ہی ماحول ہے؟ **المستفتی**:۔مجسم حسین غازی پور

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوہاب

جو چیزیں جس مقصد کے لیے وقف کی گئی ہے اس کو اسی مقصد میں استعمال کرنا لازم ہے اس کے علاوہ دیگر کام میں استعمال کرنا شرعا جائز نہیں ہے۔ ہاں اگر چندہ دینے یا واقف کی اجازت ملی ہو تو اعلان کر سکتے ہیں یونہی اگر وہاں کا عرف عام ہو اور چندہ دینے والوں کو یا واقف کو معلوم ہو پھر بھی منع نہ کئے ہوں جب بھی اعلان کر سکتے ہیں۔

علامہ نظام الدین حنفی و جماعت علماء ہند فرماتے ہیں "ولا یجوز تغییر الوقف عن هیئته" (فتاوی ہندیہ جلد ۲ کتاب الوقف الباب الرابع عشر فی المتفرقات ص ۴۴۱ مکتبہ دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان)

سیدی سرکار اعلی حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ القوی فرماتے ہیں کہ مسلمانوں کو تغیر وقف کا کوئی اختیار نہیں تصرف آدمی اپنی ملک میں کرسکتا ہے وقف مالک حقیقی جل اسلامی ملک خاص ہے اس کے بے اذن دوسرے کو اس میں کسی کا تصرف کا اختیار نہیں ۔(فتاوی رضویہ شریف جلد ۱۶ ص ۲۳۳ مکتبہ رضا فاؤنڈیشن لاہور)

فتاوی فقیہ ملت ہے :بہر صورت مجالس خیر کے علاوہ دیگر دنیوی مجلسوں میں استعمال کی اجازت نہیں ۔اور اگر واقف نے اجازت نہیں دی مگر وہ جانتا تھا کہ اس سے موت کا بھی اعلان ہوگا یا چندہ سے لاؤڈ اسپیکر خریدا گیا اور ہر چندہ دینے والا جانتا تھا کہ اس سے موت کا بھی اعلان ہوگا تو ان صورتوں میں بھی موت کا اعلان اس سے جائز ہے ۔ملتخصا (جلد دوم باب فی المسجد ص ۱۷۵ مکتبہ شبیر برادرز لاہور)

فتاوی علیمیہ میں ہے:اگر وہ مائک چندہ سے خریدگیا ہے اور چندہ دینے والے جانتے تھے کہ لاؤڈ اسپیکر ضروریات مسجد میں استعمال ہونے کے ساتھ ساتھ اس سے موت کا اعلان بھی ہوگا اور بھی دیگر اعلان ،مثل اعلان جلسہ ومیلاد ہوں گے یا کسی ایک شخص نے وہ مائک دیا ہے کہ اس سے اذان اور اقامت کے علاوہ دوسرے دینی امور کا اعلان بھی کرسکتے تو مسجد کے ایسے مائک سے نماز جنازہ وغیرہ کا اعلان جائز ہے ۔(جلد اول احکام مسجد کا بیان ص ۲۳۹/ ۲۴۰ مکتبہ شبیر برادرز لاہور)واللہ اعلم بالصواب

کتبہ

محمد سلطان رضا شمسی

(مسجد کے اندر اگر بتی جلانا کیسا ہے؟)

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مسئلہ:۔کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ مسجد کے اندر اگر بتی جلانا کیسا ہے؟

المستفتی:۔شاکر رضوی یوپی راری

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوہاب

ہمارے حضور پرنور سرکار مصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے مسجد کو خوشبودار بنانے کا حکم دیا ہے:عن عائشتہ قالت امر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ببناء المسجد فی الدور وان ینظف ویطیب رواہ الترمذی وابن ماجہ وابوداؤد" یعنی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے محلوں میں مسجد بنانے کا حکم دیا اور یہ کہ وہ صاف اورخوشبودار رکھی جائیں اس کو ترمذی،وابن ماجہ وابوداؤد نے روایت کیا ہے۔(مشکوۃ المصابیح صفحہ نمبر ۶۹)

اس حدیث پاک سے مسجد کو خوشبودار رکھنے کا ثبوت ملتا ہے اس کی کوئی خاص صورت نہیں بتائی گئی۔لہذا مسجد کو عود لوبان عطر ومشک سے خوشبودار کر سکتے ہیں اور اگر بتی اگر پاک اشیاء سے بنی ہے تو اس کو بھی مسجد میں سلگا کر مسجد کو خوشبودار کر سکتے ہیں لیکن یہ یاد رکھیں کہ اگر بتی سلگانے کے لئے مسجد میں ماچس نہ جلائیں اس لئے کہ اس میں بارود کی بدبو نکلتی ہے اور مسجد کو بدبو سے بچانا واجب ہے۔

سرکار اعلٰی حضرت امام محمد احمد رضا خان محقق بریلوی رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں کہ مسجد کو بدبو سے بچانا واجب ہے۔لہذا مسجد میں مٹی کا تیل جلانا حرام ہے مسجد میں دیا سلائی سلگانا حرام ہے۔(فتاوی

رضویہ شریف جلد ششم صفحہ نمبر ۳۸۱)

نوٹ:۔ اگر چہ اگر بتی لوبان سلگانا خوشبو کی نیت سے جائز ہے مگر اس میں دھنواں ہوتا ہے جس سے ہوسکتا ہے کچھ لوگوں کو تکلیف پہونچائے خاص کر ضعیفوں اور بیماروں کو اس سے تکلیف پہونچتی ہے کھانسی آنے لگتی ہے دم گھٹنے لگتا ہے لہذا احتیاط کریں یہی بہتر ہے ۔ واللہ تعالٰی ورسولہ اعلم بالصواب

کتبہ

محمد علی قادری واحدی

(مسجد کے چھت پر کرایہ کے لئے روم تیار کرنا کیسا ہے؟)

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مسئلہ:۔کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ نیچے حصے میں مسجد قائم کرنا اور مسجد کے اوپر حصے میں روم تیار کرکے کرایہ پہ دینا اور پھر اس میں کرایہ دار اپنے گھر میں TV چلاتے ہیں اس کی آواز سے نماز میں خلل پیدا ہو اس کے بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے؟ جواب عنایت فرمائیں عین ونوازش ہوگی۔

المستفتی: محمد مشتاق احمد رضوی پونہ

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوہاب

قبل مسجدیت اوپر روم تیار کرنا اور کرایہ پر دینا جائز و درست ہے جبکہ اس کی آمدنی مسجد میں صرف ہوگی۔اور مسجد ہو جانے کے بعد روم تیار کرنا جائز نہیں۔

جیسا کہ حضور صدر الشریعہ علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں کہ مسجد کے نیچے کرایہ کی دکانیں بنائی گئیں یا اوپر مکان بنایا گیا جن کی آمدنی مسجد میں صرف ہوگی تو حرج نہیں۔

اور آگے فرماتے ہیں کہ مگر یہ اس وقت ہے کہ قبل تمام مسجد دکانیں یا مکان بنا لیا ہو اور مسجد ہو جانے کے بعد نہ اس کے نیچے دکان بنائی جا سکتی نہ اوپر مکان۔(بہار شریعت، جلد دوم، ح، دہم، ص:۵۵۸، مسجد کا بیان مجلس المدینۃ العلمیہ دعوتِ اسلامی)

خلاصہ کلام یہ ہے کہ قبل مسجدیت روم تیار کرنا اور کرایہ پر دینا جائز و درست ہے جبکہ اس کی آمدنی مسجد میں صرف ہوتی ہو،ہاں اگر مسجد کے اوپر جو روم ہے اس روم میں کرایہ دار ٹیوی TV چلاتے ہیں جس سے نمازیوں کو خلل پہنچتی ہے اور اگر نہ بھی پہنچے جب بھی ایسے لوگوں کو کرایہ پر دینا نہ

چاہئے اسلئے کہ اس سے مسجد کی بے حرمتی ہوتی ہے۔واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہ

محمد مدثر جاوید رضوی

(کووڈ ۱۹ میں مسجدوں کو عارضی طور پر اسپتال بنانا کیسا ہے؟)

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مسئلہ:۔کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ موجودہ وقت میں کووڈ ۱۹ کی وجہ سے اسپتال میں جگہ کی کمی کی وجہ سے کچھ مسجدوں کو عارضی طور پر اسپتال بنا کر مریضوں کو اس میں رکھ کر علاج ومعالجہ کا کام کیا جارہا ہے، کیا ایسا کرنا درست ہے، اگر نہیں تو مسجد کے ٹرسٹیوں پر کیا حکم عائد ہوتا ہے، بینوا توجروا۔

المستفتی:۔محمد انور خان رضوی علیمی پتہ شراوستی یوپی

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوہاب

جوشئی جس مقصد کے لئے وقف ہوئی اسے اسی مصرف میں استعمال کرنا واجب ہے۔درالمحتار حاشیہ درمختار وغیرہ میں ہے: "الواجب ابقاء الوقف علی ما کان علیه" (ج۶ص۵۸۹)

اور سب لوگ یہ جانتے ہیں کہ مسجد عبادت کرنے کے لئے وقف ہے لہٰذا مسجد ہر حال میں عبادت ہی کے لئے استعمال کیا جائے گا اس کے علاوہ کسی اور کام کے لئے استعمال کرنا جائز نہیں کہ وقف کو اس کی ہیئت سے بدلنا حرام وگناہ ہے۔فتاوی عالمگیری میں ہے: "لایجوز تغیر الوقف عن هيئة فلا يجعل الدار بستانا ولا الخان حماما ولا الساباط دکانا" (ج۲ص۴۹۰)

اور خاص کر مسجد میں تو کوئی دنیوی کام بھی نہیں کیا جاسکتا، سیدی سرکار اعلی حضرت ارشاد فرماتے ہیں" دنیا کی بات کے لئے مسجد میں جانا حرام ہے۔(فتاوی رضویہ شریف، ج۶ص۴۴۶ بحوالہ فتاوی برکاتیہ ص۱۹۰)

لہٰذا مذکورہ بالا حوالہ جات کی روشنی میں یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہوگئی کہ مسجد کو ہسپتال

بنا دینا خواہ عارضی یا مستقل سخت ناجائز ہے۔مسجد کے جملہ ٹرسٹیوں پر یہ لازم ہے کہ فوری طور پر اسے بند کروائیں اور اللہ عزوجل کی بارگاہ میں صدق دل سے توبہ واستغفار کریں۔واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہ

ابوکوثر محمد ارمان علی قادری جامعی

(کیا گیارہویں شریف کا چندہ مسجد میں لگا سکتے ہیں؟)

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مسئلہ:۔کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ گیارہویں شریف کے نام پر جمع کی گئی رقم مسجد میں لگا سکتے ہیں یا نہیں؟ مدلل جواب عنایت کریں۔ **المستفتی**:۔حافظ دانش رضا ضلع سنبھل یوپی

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب بعون الملک الوہاب

صورت مسئولہ میں جواب یہ ہے کہ عموماً یہ چندے صدقہ نافلہ ہوتے ہیں ان کو وقف نہیں کیا جاسکتا کہ وقف کے لیے یہ ضروری ہے کہ اصل حبس (محفوظ) کرکے اس کے منافع کام میں صرف کئے جائیں۔جس کے لئے وقف ہو۔نہ یہ کہ خود اصل ہی کو خرچ کر دیا جائے جیسا کہ حضرت علامہ مفتی محمد امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں: یہ چندہ جس خاص غرض کے لئے کئے گئے ہیں اس کے غیر میں صرف نہیں کیے جاسکتے اگر وہ غرض پوری ہو چکی ہو تو جس نے دیئے ہیں اس کو واپس کئے جائیں یا اس کی اجازت سے دوسرے کام میں خرچ کریں بغیر اجازت خرچ کرنا ناجائز ہے۔(فتاوی امجدیہ جلد ۳ ص ۳۸)

اس جواب سے معلوم ہوگیا کہ بے اجازت کسی بھی تعمیری غیر یا تعمیری کام میں لگانا خرچ کرنا جائز نہیں ہاں اگر وہاں کا رسم ورواج ہو کہ بچا ہوا رقم دیگر کام میں خرچ کرتے ہیں اور دینے والے نے منع نہ کیا ہو تو صرف کر سکتے ہیں۔واللہ ورسولہ اعلم بالصواب

کتبہ

مولانا غلام غوث اجملی

(مسجد میں درخت لگانا کیسا ہے؟)

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مسئلہ:۔کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ مسجد میں درخت لگانا پھول یا پھل کا کیسا ہے؟

المستفتی:۔محمد ظفر القادری رضوی رحیمی ڈمراواں بانکا

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب بعون الملک الوہاب

مسجد میں کسی قسم کا درخت وغیرہ نہیں لگانا چاہئے کیوں کہ جب یہ لگے رہتے ہیں تو گندگی کا مکمل امکان رہتا ہے اکثر گاؤں دیہات کی مساجد میں دیکھا جاتا ہے کہ صحن میں بڑے بڑے درخت ہوتے ہیں جس کہ وجہ سے وہاں پر پرندے آ کر کے بیٹھتے ہیں اور وہ بیٹ گندگی کرتے ہیں جس کی وجہ سے مسجد میں کافی گندی ہو جاتی ہے اور مسجد کو ہر قسم کی گندگی آلودگی سے بچانا لازم و ضروری ہے۔

حدیث شریف میں ہے:"عن عائشة رضی الله عنها قالت أمر رسولُ الله صلی الله علیه وسلم ببناءِ المساجد فی الدُّور وأن تنظف وتُطیَّب" حضرت عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا سے روایت ہے فرماتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو قبیلوں میں مسجد بنانے کا حکم دیا اور ان کو پاک وصاف اور خوشبوؤں سے معطر رکھنے کا بھی حکم دیا۔(سنن ابی داؤد، کتاب الصلوٰۃ، ص ۶۶، ذکریا بک ڈپو دیوبند)

ہاں اگر مسجد میں تری زیادہ رہتی ہو مسجد کی در و دیوار گر جانے کا اندیشہ ہے تو ایسی صورت میں لگا سکتے ہیں یا اسے علاوہ اور کوئی وجوہات ہوں جن کی وجہ سے پیڑ نہ لگانے میں نقصان کا اندیشہ ہے تو لگا سکتے ہیں ورنہ مکروہ ہے "یکرہ غرس الشجر فی المسجد لانه تشبه بالبیعة و

یشتغل مکان الصلوٰۃ إلا أن یکون فیه منفعة للمسجد بأن کانت الارض نزۃ لاتستقر أساطینها فیغرص فیه الشجر لیقل النز"(الفتاویٰ الهندیه، المجلد الاول، ص ۱۲۲، دار الکتب العلمیه بیروت لبنان)واللہ اعلم بالصواب

کتبہ

عبید اللہ حنفی بریلوی

(مسجد میں کرسی لگا کر تقریر کرنا کیسا ہے؟)

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مسئلہ:۔کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ مسجد میں کرسی لگا کر تقریر کرنا کیسا ہے؟ جواب عنایت فرمائیں عین نوازش ہوگی۔ **المستفتی**: محمد زبیر آلہ آباد

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب بعون الملک الوہاب

مسجد میں کرسی لگا کر تقریر کرنا جائز و درست ہے اس میں کوئی حرج نہیں جیسا کہ حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں کہ: منبر اینٹ چونے کا ہو یا لکڑی کا تخت کا ہو یا کرسی، مقرر اس پر بیٹھتا ہے یا کھڑا ہوتا ہے تاکہ پورے مجمع تک آواز پہنچے اور پورا مجمع اسے سنے اور تعظیم ذکر بھی اس سے حاصل ہوتی ہے۔ پہلے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے منبر نہ تھا پھر منبر بنایا گیا، کرسی پر بیٹھنا منبر و محراب کی توہین نہیں جیسے خود منبر مسجد کے لئے بنا ہوا ہے اس پر کھڑا ہونا یا بیٹھنا محراب کے احترام کے خلاف نہیں۔ کرسی نہ ہوتی کوئی تخت بچھایا جاتا یا تخت ہوتا اس پر کرسی رکھی جاتی۔ (فتاوی مصطفویہ صفحہ ۶۳۰)

فتاوی مرکز تربیت افتاء جلد اول صفحہ نمبر ۲۴۴ پر ہے کہ: مسجد کے اندر منبر ہوتے ہوئے کرسی وغیرہ لگا کر وعظ و تقریر یا نعت خوانی کے لئے بیٹھنا جائز و درست ہے۔ واللہ اعلم بالصواب

کتبہ

محمد مدثر جاوید رضوی

(کیا مسجد کے نیچے بارات وغیرہ کے لئے ہال بنا سکتے ہیں؟)

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مسئلہ:۔کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ اگر زمین مسجد اور مصلحت عامہ کے غرض سے وقف کی گئی ہو تو ایسی زمین پر مسجد کے نیچے ہال (بارات یا دیگر جائز رسومات کے لیے) بنا سکتے ہیں یا نہیں؟

المستفتی:۔محمد رئیس کوثر گریڈیہ جھارکھنڈ

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب بعون الملک الوہاب

اگر زمین مسجد اور مصلحت عامہ کے لیے وقف کر دی گئی ہو اور ابھی اس زمین پر مسجد تعمیر نہ ہوئی ہو تو اوپر مسجد اور اس کے نیچے ہال دوکان و مکان وغیرہ بنا سکتے ہیں: حضور صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ: مسجد کی چھت پر امام کے لیے بالاخانہ بنانا چاہتا ہے اگر قبل تمام مسجدیت ہو تو بنا سکتا ہے اور مسجد ہو جانے کے بعد نہیں بنا سکتا۔ (بہار شریعت جلد دوم حصہ دہم صفحہ ۵۶۰)

اور اگر مسجد بن گئی ہو تو وہ تحت الثریٰ سے لے کر آسمان تک مسجد ہے اور صبح قیامت تک رہے گی اس کے اوپر یا نیچے ہال دوکان و مکان وغیرہ بنانا ناجائز وحرام ہے جیسا کہ علامہ شہاب الدین احمد چلپی حاشیہ تبیین الحقائق میں تحریر فرماتے ہیں: و قد ذکر المصنف فی علامۃ النون من کتاب التنجیس قیم المسجد اذا اراد ان یبنی حوانیت فی المسجد او فی فنائه فلا یجوز له ان یفعل لانه اذا جعل المسجد مسکنا تسقط حرمته۔ (الحاشیۃ علی تبیین الحقائق جلد۴ صفحہ ۲۷۴)

علامہ حصکفی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں: لو یبنی فوقه بیتا للامام لا یضر لانه من

المصالح اما لو تمت المسجدیة ثم اراد البناء منع"(الدر المختار مع رد المحتار جلد۳صفحه۳۷۱)

سیدی سرکار اعلی حضرت علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں: مسجد سے خارج کر دیا گیا اور اسے جوتا اتارنے کی جگہ بنانا یہ بھی باطل ومردود حرام ہے ,اوقاف میں تبدیل وتغییر کی اجازت نہیں "لا یجوز تغییر الوقف عن ھیئتة" مسجد کہ بجمیع جہات حقوق العباد سے منقطع ہے رب کا ارشاد ہے "و ان المسٰجد للّٰه" (فتاوی رضویہ جلد ۶ صفحہ ۴۳۶)

اورآگے تحریر فرماتے ہیں: وہ دکانیں قطعی حرام اگر مسجد بنانے کے بعد بنانا چاہے اگر چہ مسجد کی دیوار کا صرف سہارا اس میں لے۔(فتاوی رضویہ جلد ۶ صفحہ ۴۳۶) واللہ اعلم بالصواب

کتبہ

محمد عمران قادری تنویری غفرلہ

(مسجد کے درخت کا پھل محلے والوں کا کھانا کیسا ہے؟)

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مسئلہ:۔کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ قریب میں مسجد کی زمین پر درخت ہے،تو کیا اس درخت کا پھل محلے والوں کو کھانا جائز ہے یا نہیں؟تفصیل کے ساتھ بحوالہ جواب عنایت فرمائیں۔

المستفتی:۔محمد راشد مظفر پور بہار

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب بعون الملک الوہاب

مسجد کے قریب مسجد کی زمین میں درخت ہے تو واقف یا درخت لگانے والے نے عام لوگوں کے فائدے کے لئے وقف کیا یا لگایا ہے تو لوگ اس درخت سے پھل کھا سکتے ہیں یعنی محلے والے کھا سکتے ہیں،اور اگر مسجد کی آمدنی کے لئے لگایا ہے کہ اس کی قیمت مسجد میں صرف ہوگا تو اس کو خرید کر کھا سکتے ہیں۔اور اگر نیت معلوم نہیں تو اس کو فروخت کرکے مسجد میں صرف کریں۔

حضور اعلی حضرت محدث بریلوی رضی اللہ عنہ تحریر فرماتے ہیں:مسجد کے درخت کے پھل پھول بلا قیمت لینا جائز نہیں۔(فتاوی رضویہ جلد ۸ ص ۲۲ رضا فاؤنڈیشن لاہور)واللہ اعلم بالصواب

کتبہ

فقیر محمد امتیاز قمر رضوی امجدی

(جدید مسجد کی تعمیر جدید میں قدیم مسجد کا سامان لگانا کیسا ہے؟)

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مسئلہ:۔کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ مسجد کی تعمیر جدید میں مسجد کی پرانی اینٹیں اور دیگر فاضل اشیاء جواب مسجد کی ضرورت کی نہیں لگا سکتے ہیں؟ **المستفتی:**۔عبدالرحمن

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب بعون الملک الوہاب

مسجد کا وہ سامان جو مسجد کے لئے کارآمد نہیں ہے اور ان کے خراب ہو جانے کا اندیشہ ہے تو فروخت کر کے ان کی قیمت مسجد نو میں لگانا جائز ہے اور مسلمان کے ساتھ اس شرط کے ساتھ فروخت کرے کہ وہ بے ادبی کی جگہ نہ لگائے۔اور وہ اینٹ یا مٹی جو کھارا (پرانی) ہو چکی ہے اسے ایسی جگہ ڈال دیں جہاں بے ادبی نہ ہو۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان سے دریافت کیا گیا کہ مسجد کی کوئی چیز ایسی ہے کہ خراب ہو جاتی ہے اور اس کو بیچ کر اس کی قیمت مسجد میں دیں اور وہ چیز اگر دوسرا آدمی قیمت دے کر مسجد کی چیز اپنے مکان پر رکھے تو اس کو جائز ہے یا نہیں؟ فرمایا جائز ہے مگر بے ادبی کی جگہ نہ لگائے۔درمختار میں ہے: حشیش المسجد وکناستہ یلقی فی موضع یخل بالتعظیم۔یعنی مسجد کی گھاس اور کوڑا اجاڑ کر ایسی جگہ نہ ڈالے جہاں بے ادبی ہو۔(فتاویٰ فیض الرسول جلد دوم صفحہ ۳۶۴،وفتاویٰ افریقہ)

واللہ اعلم بالصواب

کتبہ

غلام محمد صدیقی فیضی ارشدی عفی عنہ

(امام مسجد کو مسجد کی رقم سے تنخواہ دینا کیسا ہے؟)

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مسئلہ:۔کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ امام مسجد کو مسجد کی رقم سے تنخواہ دینا کیسا ہے؟

المستفتی:۔ محمد اسلم

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب بعون الملک الوہاب

صورت مسئولہ میں امام کی تنخواہ اگر اتنی ہے کہ جو واجبی طور پر ہونی چاہئے تو مسجد کی رقم سے تنخواہ دینا جائز ہے اور اگر متولی نے اتنی زیادہ تنخواہ مقرر کر دی کہ دوسرے لوگ اتنی نہ دیتے تو مسجد کی رقم سے اس تنخواہ کا دینا جائز نہیں متولی اپنی طرف سے دے اگر مسجد کی رقم سے دے گا تو تاوان دینا پڑے گا بلکہ اگر امام کو معلوم ہے کہ مسجد کی رقم سے یہ تنخواہ دیتا ہے تو اسے لینا بھی جائز نہیں۔

(فتاوی فیض الرسول جلد دوم صفحہ ۳۷۴)

فتح القدیر میں ہے "للمتولی ان یستاجر من یخدم المسجد بکنسه ونحو ذالك باجرة مثله اوزیاد یتغابن فیها فان کان اکثر فالاجارة له وعلیه الدفع من مال نفسه ویضمن لو دفع من مال الوقف وان کان علم الاجیر ان ما اخذه من مال الوقف لا یحل له" (فتح القدیر جلد پنجم صفحہ ۴۵۰) واللہ اعلم بالصواب

کتبہ

غلام محمد صدیقی فیضی ارشدی عفی عنہ

(بیڑی سگریٹ پی کر مسجد میں جانا کیسا ہے؟)

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مسئلہ:۔کیافرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ بیڑی سگریٹ پی کر مسجد میں نماز پڑھنے کی نیت سے جانا کیسا ہے؟ جواب عنایت فرمائیں نوازش ہوگی **المستفتی**: محمد فرید احمد

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب بعون الملک الوہاب

بیڑی سگریٹ پی کر فورا مسجد میں جانا حرام ہے اور نماز مکروہ ہے وجہ یہ ہے کہ ان کی بدبو منہ میں باقی رہتی ہے اور منہ میں بدبو ہونے کی حالت میں نماز مکروہ اور مسجد میں جانا حرام ہے۔مسلم شریف صفحہ ۲۰۹ جلد اول کے حوالے سے ہے: حضور ﷺ نے فرمایا: "من اکل من ھذہ الشجرۃ المنتنۃ فلا یقربن مسجدنا فان الملئکۃ تتاذی مما یتاذی منی الانس"

درمختار میں ہے: ویکرہ فیہ اکل نحو ثوم "ردالمختار میں ہے: ای کبصل ونحو ممالہ رائحۃ کریھۃ للحدیث الصحیح قلت عنہ النھی اذی الملئکۃ واذی المسلمین ویلحق بما نص فی الحدیث کل مالہ رائحۃ کریھۃ ما کولا اوغیرہ"

(ردالمختار جلد اول صفحہ ۶۶۱)

لہذا جولوگ بیڑی سگریٹ وغیرہ استعمال کرتے ہیں ان پر لازم ہے کہ پہلے مسواک وغیرہ سے منہ کو خوب اچھی طرح صاف کرلیں جب بدبو بالکل زائل ہوجائے تو مسجد میں جائیں اس کے جانچنے کا طریقہ یہ ہے کہ ہاتھ اپنے منہ کے قریب کرکے منہ کھول کر زور سے دو تین بار حلق سے پوری سانس ہاتھ پر لیں اور معا سونگھیں بغیر اس کے اندر کی بدبو خود کم محسوس ہوتی ہے۔ایسا ہی فتاویٰ رضویہ شریف جلد اول

صفحہ ۱۵۵ میں ہے۔(بحوالہ فتاویٰ مرکز تربیت افتاء جلد اول صفحہ ۲۳۴) واللہ اعلم بالصواب

کتبہ

غلام محمد صدیقی فیضی ارشدی عفی عنہ

(مسجد میں سونا کیسا ہے؟)

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مسئلہ:۔کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ مسجد میں سو سکتے ہیں یا نہیں قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں **المستفتی:۔محمد مہتاب اسماعیل سدھارتھ نگری یوپی**

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب بعون الملک الوہاب

معتکف کے علاوہ کسی دوسرے کو مسجد میں کھانا پینا سونا جائز نہیں ہاں اگر ضرورت ہو تو مسجد میں اعتکاف کی نیت سے داخل ہوکر ذکر و اذکار کرے پھر سوئے نہ کہ صرف سونے کے لئے اعتکاف کرے مسجد کو گھر بنانا کسی کے لئے جائز نہیں ۔حضور اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان فاضل بریلوی علیہ الرحمتہ والرضوان اپنی کتاب فتاوی رضویہ میں تحریر فرماتے ہیں کہ صحیح و معتمد یہ ہے کہ مسجد میں کھانا پینا سونا سوا معتکف کے کسی کو جائز نہیں مسافر یا حضری اگر چاہتا ہے تو اعتکاف کی نیت کیا دشوار ہے اور اسکے لئے نہ روزہ شرط ہے نہ کوئی مدت مقرر اعتکاف نفل ایک ساعت کا ہوسکتا ہے مسجد کو گھر بنانا کسی کے لئے جائز نہیں ۔(ج ۸ ص:۹۵،مکتبہ رضا فاؤنڈیشن لاہور)

رد المختار میں ہے اعلم: انه كما لا يكره الا كل ونحوه فى الاعتكاف الواجب فكذلك فى التطوع كما فى كراهتة جامع الفتاوى، ونصه: يكره النوم والأكل فى المسجد لغير المعتكف، واذا أراد ذالك ينبغي أن ينوى الاعتكاف فيدخل فيذكر الله تعالى بقدر ما نوى اويصلى ثم يفعل ماشاء "

(ج ۳،ص ۴۴۰، کتاب الصوم /باب الاعتکاف)

مذکورہ حوالہ سے معلوم ہوا کہ مسجد میں بغیر اعتکاف کی نیت کے کسی کو کھانا، پینا، سونا، جائز نہیں اگر مسجد میں سونے کی ضرورت ہو تو اعتکاف کی نیت سے مسجد میں داخل ہو ذکر واذکار کرے پھر سوئے جو بغیر نیت اعتکاف کے سونے ہیں وہ گہنگار ہیں توبہ کریں۔ واللہ تعالی اعلم بالصواب

کتبہ

محمد مدثر جاوید رضوی

(ہجڑوں کا چندہ مسجد میں استعمال کرنا کیسا ہے؟)

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مسئلہ:۔کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ مسلمان ہجڑوں کا دیا ہوا پیسہ مسجد میں لگ سکتا ہے یا نہیں؟ **المستفتی**:۔محمد سلمان رضا

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب بعون الملک الوہاب

جو مخنث ناچنے گانے کا کام کرتے ہیں ان کا پیسہ مسجد اور کار خیر میں صرف کرنا نا جائز وحرام ہے کیونکہ ناچ گانے کی آمدنی شرعاً حرام ہے اور حرام مال مسجد میں لگانا نا جائز وحرام ہے۔حضور صدر الشریعہ علیہ الرحمہ اس طرح کے ایک سوال کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں کہا گر معلوم ہے کہ یہ مال جو چندہ وغیرہ میں دے رہا ہے بعینہ حرام ہے تو اس کا لینا جائز نہیں یو ہیں اگر غالب گمان اسی کا ہے جب بھی نہ لے اور اگر اس کے حرام وحلال دونوں قسم کے مال ہیں اور یہ علم نہیں کہ یہ جو دے رہا ہے حرام ہے تو اس صورت میں احتیاط اولی ہے: من اتقی الشبہات فقد استبراء لدینہ "(فتاوی امجدیہ جلد چہارم صفحہ ٦٠)

اور اسی میں دوسری جگہ اسی طرح کے سوال کے جواب میں یوں ارشاد فرماتے ہیں: حرام مال سے نیک کام نہیں کیا جاسکتا ہے حدیث شریف میں ہے: ولا یقبل اللہ الا الطیب" ایسے مال کو فقراء ومساکین پر صرف کر دیا جائے نہ بہ نیت تصدق بلکہ اس حیثیت سے کہ جس کا کوئی مالک نہ ہو وہ حق فقراء ہے اب یہ چاہیں تو اپنی طرف سے مسجد یا مدرسہ میں صرف کر سکتے ہیں کہ اب ان کی حرمت جاتی رہی۔(فتاوی امجدیہ جلد چہارم صفحہ ۲۳۷)

مذکورہ بالا عبارت سے واضح ہوا کہ ہجڑوں کا پیسہ ناچ گانے کی کمائی کا ہے تو اسے مسجد میں لگانا حرام و ناجائز ہے اور اگر ان کا پیسہ محنت و مشقت کی کمائی کا ہے تو بلا شبہ اس کا مسجد و مدرسہ میں لگانا شرعاً جائز ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہ

فقیر محمد معصوم رضا نوری عفی عنہ

(مسجد میں بجنے والے گھڑی لگانا کیسا ہے؟)

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مسئلہ:۔کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ بجنے والی گھڑی مسجد میں لگانا عندالشرع کیسا ہے؟

المستفتی:۔محمد تعلق خان

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب بعون الملک الوہاب

بجنے والی گھڑی کو مسجد میں لگانے میں کوئی مضائقہ نہیں مگر نہ لگانا بہتر ہے اسلئے کہ اس سے نمازیوں کا دل بٹ سکتا ہے اور خشوع وخضوع میں خلل آسکتا ہے!فتاوی مرکز تربیت افتاء میں ہے جن گھڑیوں میں ہر آدھا گھنٹہ یا ایک گھنٹہ پر ٹن ٹن کی آواز ہوتی ہے ان گھڑیوں کو گھروں اور مسجدوں کے اندر لگانے میں کوئی مضائقہ نہیں کہ یہ ایک غرض صحیح یعنی اطلاع دینے کے لئے ہے البتہ بہتر یہ ہے کہ مسجدوں میں ایسی گھڑیاں نہ لگائی جائیں کہ اس سے نمازیوں کا دل بٹ سکتا ہے اور خشوع وخضوع میں خلل آسکتا ہے۔(جلد دوم صفحہ ۴۱۷ فقیہ ملت اکیڈمی اوجھا گنج بستی) واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہ

محمد مدثر جاوید رضوی

(فرقہائے کا باطلہ سے مسجد کے لئے چندہ لینا کیسا ہے؟)

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مسئلہ:۔کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ کسی وہابی یا دیوبندی سے مسجد، مدرسہ، عرس وجلسہ کے لیے چندہ لینا کیسا ہے؟ **المستفتی:** ۔رفیع الدین سمنانی سنت کبیر نگر یوپی

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب بعون الملک الوہاب

دینی کاموں کے لیے فرقہائے باطلہ سے چندہ لینا جائز نہیں کیوں کہ ان سے چندہ لینا بہت بڑے فتنے کا باعث ہے جیسا کہ فتاویٰ فقیہ ملت جلد دوم صفحہ ۱۷۰، پر ہے کہ جماعت اسلامی تبلیغی جماعت، دیوبندی، وہابی، قادیانی، شیعہ، وغیرہم ومرتدین گمراہ گمراہ گر ہیں لہذا ان سے چندہ لینا جائز نہیں, ان سے چندہ لینا بہت بڑے فتنے کا باعث ہے اس لئے کہ جو لوگ ان سے روپیہ لیں گے وہ ان سے میل جول رکھینگے سلام کلام کرینگے اور نکی تعظیم کرینگے اپنے تمام تقریبات میں شریک کرینگے اور یہ لوگ خود انکے یہاں شرکت کرینگے اور یہ سب حرام ہے حدیث شریف میں ہے: ایاکم و ایاھم لایضلونکم ولایفتنونکم "یعنی بدمذہبوں سے دور رہو اور انہیں اپنے سے دور رکھو کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ تمہیں گمراہ کر دیں اور فتنہ میں نہ ڈال دیں الحاصل کلام یہ ہے کہ کسی بھی بدمذہب سے کسی کار خیر کے لیے چندہ کرنا یا چندہ لینا جائز نہیں ہے اور فتاویٰ بحر العلوم جلد دوم صفحہ ۲۲۶ میں ہے: دیوبندیوں وہابیوں سے چندہ مانگنا نہ چاہیے از خود دے تو مسجد میں لگانا نہ چاہیے۔واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہ

فقیر محمد معصوم رضا نوری عفی عنہ

(مسجد کی پرانی اشیاء بیچنا کیسا ہے؟)

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مسئلہ:۔کیافرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ مسجد کا کچھ سامان جیسے کہ لوہے کا کھڑکی اور لکڑی کا دروازہ خراب ہوگیا لہذا کمیٹی اسکو بیچ کر رقم کو مسجد کے دوسرے کام میں لانا چاہتے ہیں دریافت طلب امر یہ ہے کہ مسجد کے ان چیزوں کو بیچ سکتے ہیں یا نہیں؟ قرآن وحدیث روشنی میں جواب عنایت فرمائیں

المستفتی:۔ممتاز احمد وارثی بہار شریف ثمہ گریڈیہ

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب بعون الملک الوہاب

بیچ سکتے ہیں مگر خریدنے والا مسلمان ہو اور اس شرط کے ساتھ بیچا جائے کہ وہ بے ادبی کی جگہ نہ استعمال کرے اور بیچنے کے بعد مسجد میں وہ رقم لگانا جائز ہے،اسی طرح ایک سوال کے جواب میں حضور فقیہ ملت مفتی جلال الدین احمد امجدی علیہ الرحمۃ تحریر فرماتے ہیں کہ مسجد کا وہ سامان جو مسجد کیلئے کارآمد نہیں ہے اور ان کے خراب ہوجانے کا اندیشہ ہے تو فروخت کر کے ان کی قیمت مسجد میں لگانا جائز ہے اور مسلمان کے ہاتھ اس شرط کے ساتھ فروخت کرے کہ وہ بے ادبی کی جگہ نہ لگائے اور وہ مٹی جو کھارا ہو چکی ہے اسے ایسی جگہ ڈال دیں جہاں بے ادبی نہ ہو اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان سے دریافت کیا گیا کہ مسجد کی کوئی چیز ایسی ہو کہ خراب ہوجاتی ہے اور اس کو بیچ کر اس کی قیمت مسجد میں دیں اور وہ چیز اگر دوسرا آدمی قیمت دے کر مسجد کی چیز اپنے مکان پر رکھے تو اس کو جائز ہے یا نہیں فرمایا جائز ہے مگر بے ادبی کی جگہ نہ لگائی جائے درمختار میں ہے: حشیش المسجد و کناسۃ لا یلقی فی موضع یخل بالتعظیم "یعنی مسجد کی گھاس اور کوڑا اجاڑ کر

ایسی جگہ نہ ڈالیں جہاں بے ادبی ہو۔(فتاویٰ افریقہ)

اور مسجد کی وہ لڑکی جو رکھنے میں خراب ہو جائے گی اور جلانے کے علاوہ دوسرے کام میں بھی نہیں آسکتی تو اس، کا بیچنا جائز ہے مگر خریدنے والا مسلمان نہ اسے اپلوں کے ساتھ رکھے نہ ان کے ساتھ جلائے۔(فتاویٰ فیض الرسول جلد دوم صفحہ ۳۶۴ مسجد کا بیان)واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہ

فقیر محمد معصوم رضا نوری عفی عنہ

(مسجد میں چارزانو بیٹھنا کیسا ہے؟)

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مسئلہ:۔کیافرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ مسجد میں چارزانو ہوکر بیٹھنا کیسا ہے؟

المستفتی:۔ظہیرالدین یوپی

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب بعون الملک الوہاب

نماز سے فارغ ہونے کے بعد مسجد میں پالتی مارکربیٹھنے میں حرج نہیں،لیکن بہتر یہ ہے کہ دو زانوں بیٹھے ہاں قبل نماز پالتی مارکر نہیں بیٹھنا چاہیے کہ دوسروں کے لیے جگہ میں تنگی ہو، چنانچہ حضور صدرالشریعہ علیہ الرحمہ فرماتے ہیں اس طرح نہ بیٹھے کہ دوسروں کے لیے جگہ میں تنگی ہو۔(بہارشریعت حصہ ۱۶ آداب مسجد وقبلہ) واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہ

فقیرمحمد معصوم رضانوری عفی عنہ

(مسجد کے رقم سے لنگر کرنا کیسا ہے؟)

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مسئلہ:۔کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ مسجد کے روپئے سے لنگر کرنا کیسا ہے؟ گاؤں والوں کا کہنا ہے کہ مسجد کا انکم بہت ہے تو گاؤں والوں کو کھانا چاہئے؟

المستفتی:۔مظفر حسین سراجی کشن گنج بہار

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب بعون الملک الوہاب

چندہ دینے والے نے جس غرض سے چندہ دیا ہے اسی میں صرف کرے اس پیسے کو دوسرے کام میں صرف کرنا جائز نہیں ہاں اگر ان کی (چندہ دینے والے) اجازت ہو تو اس پیسے سے لنگر کر سکتے ہیں اس میں کوئی حرج نہیں۔شامی میں ہے: لا یجوز نقلہ ونقل مالہ الی مسجد آخر"

(فتاوی بحر العلوم جلد اول صفحہ ۲۰۸)

اور تفصیل کے لئے دیکھیں فتاوی مصطفویہ صفحہ ۴۴۴ تا ۴۴۶۔واللہ تعالی اعلم بالصواب

کتبہ

محمد مدثر جاوید رضوی

(کیا خلافت فاروقی میں امام مسجد کو تنخواہ دی جاتی تھی؟)

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مسئلہ: ۔کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں مسجد کے امام کو تنخواہ دی جاتی تھی یا نہیں؟ اس کے متعلق کتاب کے حوالہ کے ساتھ جواب عنایت فرمائیں بڑی مہربانی ہوگی

المستفتی: ۔محمد منور رضا پورنیہ بہار

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب بعون الملک الوہاب

جی ہاں دورِ خلافتِ سیدنا حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ میں ائمہ ومؤذنین کو تنخواہ وظائف دئے جاتے تھے بلکہ یہ احکام آپ ہی نے جاری فرمائے اس سے قبل نہیں تھے جیسا کہ فیضان فاروق اعظم میں بحوالہ تاریخ بغداد ہے کہ: امیر المومنین حضرت سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے سب سے پہلے ائمہ ومؤذنین کے مشاہیرے مقرر فرمائے ۔حضرت حسن رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں: ان عمر بن الخطاب و عثمان بن عفان کانا یرزقان المؤذنین والائمۃ "یعنی امیر المومنین حضرت سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالی عنہ وامیر المومنین حضرت سیدنا عثمان غنی رضی اللہ تعالی عنہ مؤذن اور اماموں کو تنخواہیں دیتے تھے ۔(جلد اول، اولیات عمر فاروق اعظم ص ۷۳۳ تا ۷۳۴، دعوت اسلامی)

واللہ ورسولہ اعلم بالصواب

کتبہ

عبید اللہ حنفی بریلوی

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

(لا یجوز تغیر الوقف عن ھیئة)

وقف کو اس کی اصل حالت سے تبدیل کرنا ناجائز ہے۔ (فتاوی عالمگیری ج ۲ ص ۴۹۰)

مدرسہ کا بیان

۷/ فتاوی

ناشرین

جملہ اراکین مسائل شرعیہ

(مدرسہ کے چھت پر مسجد بنانا کیسا ہے؟)

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مسئلہ:۔کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ ہمارے یہاں ایک مدرسہ ہے مکتب کی شکل میں جس میں مقامی بچے اردو وناظرہ کی تعلیم حاصل کرتے ہیں اور جمعہ وپنج وقتہ کی نماز بھی پڑھی جاتی ہے اور یہ مکتب کی رجسٹری بھی مدرسے کے نام سے ہوئی ہے مکتب کی زمین خریدی ہوئی ہے مکتب کے ہی نام سے مسجد شرعی بنائی جارہی ہے اب گاؤں والے مدرسے کی چھت پر مسجد تعمیر کروانا چاہتے ہیں تو مدرسے کی چھت پر مسجد بنا سکتے ہیں یا نہیں اگر بنا سکتے ہیں تو اس کی صورت کیا ہوگی اور کیا شرائط ہوں گے؟ بینوا توجروا **المستفتی**:۔حافظ محمد معراج عالم دھنباد جھارکھنڈ (الہند)

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوہاب

مدرسے کے چھت پر مسجد بیت کی طرح مسجد تعمیر ہوسکتی ہے عام مسجد بنانے کی اجازت نہیں کیونکہ یہ زمین مدرسہ کی ہے تو اس کی چھت پر مسجد تعمیر نہیں ہوسکتی عام مسجد بنانے کے لئے زمین کا اس کی ملکیت میں ہونا ضروری ہے اور مدرسے کی زمین مسجد کی ملکیت نہیں ہوسکتی ہے "فتاوی ھندیہ میں ھے لانہ تغیر الوقف و تغییر الوقف لا یجوز" (فتاوی فیض الرسول جلد دوم صفحہ ۳۶۵ ؍ ھکذا فتاوی فقیہ ملت جلد دوم صفحہ ۱۵۴) واللہ تعالیٰ ورسولہ اعلم بالصواب

کتبہ

العبد محمد عمران القادری التنویری غفرلہ

(کیا مدرسے کی اینٹ کو استعمال میں لا سکتے ہیں؟)

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مسئلہ:۔کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ ہمارے گاؤں میں ایک مدرسہ ہے جو پہلے پترے کا تھا الحمدللہ اب پکا بن چکا ہے اور پترہ مدرسہ میں رکھا ہوا ہے، ابھی بارش کے موسم میں کہیں جگہ نہ ہونے کی وجہ سے کسان لوگ مکئی مدرسے میں رکھتے ہیں اور مدرسے کے پترے کو مکہ ڈھانپنے کے لئے استعمال میں لاتے ہیں، نیز دیوار کھڑی کرنے کیلئے کچھ اینٹیں مدرسہ میں رکھی ہوئی ہیں کچھ لوگ گائے بیل کے کھونٹا گاڑنے کیلئے استعمال کرتے ہیں اور کچھ لوگ یہ کہہ کر مدرسہ کے اینٹ کو اپنے کام استعمال کرتے ہیں کہ ابھی مدرسہ کا کام بند ہے جب شروع ہوگا ہم جتنی اینٹیں لے جاتے ہیں اتنی ہی اینٹیں واپس کر دیں گے دریافت طلب امر یہ ہے کہ جولوگ استعمال کرتے ہیں ان کے لئے شریعت کا کیا حکم ہے؟ اور جو دیکھنے کے باوجود منع نہ کریں ان کے لئے شریعت کا کیا حکم ہے؟ گزارش ہے جواب عنایت فرمائیں۔ **المستفتی**:۔(قاری) محمد مشتاق احمد رضوی کشن گنج بہار

نوٹ:۔اگر ۱۲/بجے تک جواب مل جائے تو کرم نوازش ہوگی تا کہ جمعہ میں بتا دیا جائے۔

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوہاب

مدرسہ علم حاصل کرنے کے لئے بنایا جاتا ہے نہ کہ لوگوں کو مکئی رکھنے یا دیگر ضروریات پوری کرنے کے لئے جولوگ مدرسہ میں مکئی رکھتے ہیں وہ شرعاً گنہگار ہیں ان سب پر علانیہ توبہ لازم ہے اگر چہ وہ اس کا بھاڑا بھی دیں،ہاں اگر اس کمرے کو اسی نیت سے یعنی لوگوں کے سامان رکھنے کے لئے یا بھاڑے پر دینے کے لئے بنایا گیا ہے تو حرج نہیں، جیسا کہ سرکار اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ تحریر فرماتے

ہیں کہ کرایہ پر دینے کے لئے وقف ہوں تو متولی دے سکتا ہے مگر جو مسجد پر اس کے استعمال میں آنے کیلئے وقف ہیں انہیں کرایہ پر دینا لینا حرام کہ جو چیز جس غرض کیلئے وقف کی گئی دوسری غرض کی طرف اسے پھیرنا ناجائز ہے اگر چہ وہ غرض بھی وقف ہی کے لئے فائدہ کی ہو کہ شرط واقف مثل نص شارع صلی اللہ تعالی علیہ وسلم واجب الاتباع ہے۔ درمختار کتاب الوقف "فروع قولھم شرط الواقف کنص الشارع فی وجوب العمل بہ" واقف کی شرط شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نص کی طرح واجب العمل ہے۔ (درمختار فصل یراعی شرط الواقف مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۳۹۰ بحوالہ فتاوی رضویہ جلد ۱۶/ ص ۵۴ ۳/ دعوت اسلامی)

پترہ دینے والے نے اگر وقف کر دیا تھا یا مدرسہ کی رقم سے خرید ا گیا تھا تو تو اب اس میں کسی کو اختیار نہیں کہ یہ وقف ہو گیا اور مال وقف میں تصرف ناجائز و حرام ہے اور اسکا حکم مثل مال یتیم کے ہے جیسا کہ سرکار اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ تحریر فرماتے ہیں کہ مال وقف مثل مال یتیم ہے جس کی نسبت ارشاد ہوا کہ جو اسے ظلماً کھاتا ہے اپنے پیٹ میں آگ بھرتا ہے اور عنقریب جہنم میں جائے گا: اَلَّذِیۡنَ یَاۡکُلُوۡنَ اَمۡوَالَ الۡیَتٰمٰی ظُلۡمًا اِنَّمَا یَاۡکُلُوۡنَ فِیۡ بُطُوۡنِہِمۡ نَارًا-وَ سَیَصۡلَوۡنَ سَعِیۡرًا" وہ جو یتیموں کا مال ناحق کھاتے ہیں وہ تو اپنے پیٹ میں نری آگ بھرتے ہیں اور کوئی دم جاتا ہے کہ بھڑکتے دھڑے (آتش کدے) میں جائیں گے۔ (کنزالایمان، سورۃ النساء آیت ۱۰)

اگر وہ لوگ اس حرکت سے باز نہ آئیں ان سے میل جول چھوڑ دیں، ان کے پاس بیٹھنا روا نہ رکھیں "قال اللہ تعالی "وَ اِمَّا یُنۡسِیَنَّکَ الشَّیۡطٰنُ فَلَا تَقۡعُدۡ بَعۡدَ الذِّکۡرٰی مَعَ الۡقَوۡمِ الظّٰلِمِیۡنَ" اور جو کہیں تجھے شیطان بھلا وے تو یاد آئے پر ظالموں کے پاس نہ بیٹھ۔ (کنزالایمان، سورہ انعام ۶۸، فتاوی رضویہ جلد ۱۶/ ص ۲۴۴/ دعوت اسلامی)

اور یہی حکم اینٹ کا ہے کہ کسی کو گھونٹی گاڑنے کے لئے لے جانا جائز نہیں نہ ہی اپنے کام میں صرف کرنے کے لئے اگر چہ بعد میں دینے کا ارادہ ہو جیسا کہ علامہ صدر الشریعہ علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں کہ مسجد کے لئے چندہ کیا اور اس میں سے کچھ رقم اپنے صرف میں لایا اگر چہ یہی خیال ہے کہ اس

کامعاوضہ اپنے پاس سے دے دے گا جب بھی خرچ کرنا نا جائز ہے ۔(بہار شریعت ح۱۰ مسجد کا بیان)

خلاصہ یہ ہے کہ وقف کردہ شئ میں کسی کو تصرف جائز نہیں اگر چہ متولی ہو کیونکہ وقفی مال کسی کی ملکیت میں نہیں رہتا ہے "الواقف لا یملك" خواہ وہ مسجد کا سامان ہو یا مدرسہ یا یا قبرستان وغیرہ کا۔ لہذا سامان رکھنے والے وا اینٹ لے جانے والے مؤمنین کو چاہئے کہ شریعت کی پابندی کریں اور اپنے ان افعال قبیحہ سے توبہ کرلیں اور آئندہ ایسا کام نہ کریں، یونہی جملہ مسلمان پر لازم ہے کہ کسی کو مدرسہ میں سامان نہ رکھنے دیں اور نہ ہی اینٹ لے جانے دیں ورنہ وہ بھی گنہگار ہونگے بالخصوص متولی پر لازم ہے کہ سختی سے منع کرے اور اگر متولی منع نہ کرے تو انہیں متولی سے ہٹا دیا جائے اور کسی دوسرے شخص کو بنا دیا جائے جو پابند شرع ہو۔

نوٹ:۔اگر مدرسہ یا مسجد کی اشیائے موقوفہ زائد از ضرورت ہوں یا فی الوقت زید استعمال نہ ہوں اور محفوظ کرنا ناممکن ہو اور ضائع ہونے کا قوی امکان ہو تو مدرسہ کی اشیاء بیچنا جائز ہوگا اور خریدار کا خرید کر استعمال کرنا بھی جائز ہوگا بشرطیکہ قیمت مدرسہ ہی میں لگائی جائے ۔واللہ اعلم بالصواب

کتبہ

فقیر تاج محمد قادری واحدی

(مدرسہ کے رقم سے مسجد کے امام کو تنخواہ دینا کیسا ہے؟)

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مسئلہ:۔کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ مدرسہ کے رقوم سے مسجد کے امام کو تنخواہ دیا جاسکتا ہے یا نہیں؟ مدلل جواب عنایت فرمائیں۔ **المستفتی**:۔محمد رجب علی قادری فیضی

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوہاب

حضور صدر الشریعہ علامہ مفتی امجد علی علیہ الرحمتہ والرضوان مصنف بہار شریعت فرماتے ہیں چندہ دینے والے جس مقصد کے لیئے چندہ دیں اس مقصد میں وہ رقم صرف کی جاسکتی ہے دوسرے کام میں صرف کرنا جائز نہیں ہے۔(فتاوی امجدیہ جلد سوم)

اور حضور مفتی اعظم ھند رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں کہ چندہ جس غرض ومقاصد کے لیئے کیا جائے اسی میں خرچ کرے۔(فتاوی مصطفویہ جلد اول صفحہ ۴۴۴)

لہذا اگر چندہ صرف تعمیر مدرسہ ومدرسین کی تنخواہ وغیرہ کے خاطر کیا گیا ہے تو اس رقم سے امام ومؤذن کو تنخواہ دینا جائز نہیں ہے اس لیئے مسجد کے امام کی تنخواہ کے لیئے الگ سے انتظام کیا جائے اور اگر امام کے تنخواہ دینے کی غرض شامل ہے تو دے سکتے ہیں، چندہ وغیرہ اکثر زکاۃ کے روپئے کا ہوتا ہے اس کی ایک صورت یہ ہے کہ حیلہ شرعی کرنے والا اگر کہہ دے کہ اس روپئے سے امام کی بھی تنخواہ دے سکتے ہیں تو جائز ودرست ہے۔واللہ اعلم بالصواب

کتبہ

حقیر محمد علی قادری واحدی

(مدرسہ کا رقم چوری ہوگیا تو صدر کو دینا ہوگا؟)

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مسئلہ:۔کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ ایک مدرسے کے پیسے چوری ہو گئے ہیں تو کیا وہ پیسے مدرسہ کے صدر صاحب کے ذمہ ہے کہ وہ اپنے پاس سے دیں یا صدر کے ذمہ نہیں ہے؟

المستفتی: ۔محمد نظام الدین گرام مرزا پور کریم الدین ضلع مراد آباد

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوہاب

مدرسہ کے پیسے صدر صاحب کے پاس امانت ہوتے ہیں اور امانت کا حکم یہ ہے کہ وہ امین کی مکمل حفاظت کے باوجود بغیر تعدی (زیادتی) کے چوری ہو جائے یا ضائع ہو جائے تو امین اس کا ضامن نہیں (یعنی امین پر اس کا ضمان دینا واجب نہیں) ہے لیکن اگر اس کی تعدی اور غفلت کی وجہ سے چوری ہوئی اور وہ ثابت ہو جائے تو ضمان واجب ہے۔لہٰذا واقعی صدر نے مدرسہ کے پیسوں کی حفاظت میں کوئی کسر باقی نہ رکھی اور حقیقۃً مدرسہ کے پیسے چوری ہو گئے ہیں تو صدر صاحب کے ذمہ نہیں ہے۔لیکن اگر صدر نے اس کی مکمل حفاظت نہ کی اور اس کی عدم توجہی کے سبب چوری ہوئی ہے تو صدر پر اس کا ضمان واجب ہے۔جیسا کہ: علامہ زین الدین ابن نجیم رحمہ اللہ البحر الرائق میں فرماتے ہیں: وَهِيَ أَمَانَةٌ فَلَا تَضَمَّنُ بِالْهَلَاكِ وَ لِلْمُوْدِعِ أَنْ يَّحْفَظَهَا بِنَفْسِهٖ اھ.وہ امانت ہلاک ہو جائے تو اس کا ضمان نہیں ہے اور مودع کے ذمہ اس کی حفاظت واجب ہے۔اس کے تحت شیخ محمد بن حسین بن علی قادری حنفی نے لکھا ہے: لِأَنَّهٗ يَحْفَظُهَا بِمَا يَحْفَظُ بِهٖ مَالَهٗ اھ.اس لیئے کہ وہ اس کی ایسے ہی حفاظت کریگا جیسے اپنے مال کی حفاظت کرتا ہے۔(كِتَابُ الْوَدِيْعَةِ، جلد،

صفحہ۴۶۵/۴۶۴ مطبوعہ بیروت لبنان)

حضور صدر الشریعہ بدر الطریقہ حضرت علامہ مولانا مفتی محمد امجد علی اعظمی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ: ودیعت کا حکم یہ ہے کہ وہ چیز مودع کے پاس امانت ہوتی ہے اس کی حفاظت مودع پر واجب ہوتی ہے۔ نیز ودیعت ہلاک ہوجائے تو اس کا ضمان واجب نہیں۔ (ودیعت کا بیان، بہار شریعت جلد ۳، حصہ ۱۴، صفحہ ۳۲ مطبوعہ دعوت اسلامی)

مفتی اعظم پاکستان مفتی وقار الدین قادری رضوی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ: اگر واقعی اپنے حوالے کی جانے والی امانتوں کی اسی طرح حفاظت کی جیسا کہ وہ اپنے سامان کی حفاظت کرتا ہے اور اس کے باوجود اس سے یہ امانتیں چھین لی گئیں تو ایسی صورت میں اس شخص پر تاوان نہیں۔ اور اگر اس شخص نے ان امانتوں کی اس طرح حفاظت نہیں کی جس طرح یہ اپنے مال اور سامان کی حفاظت کرتا ہے تو اس صورت میں اس پر تاوان ہے۔ (کتاب الحدود، قسم اور ان گواہی کا بیان، جلد ۳، صفحہ ۳۵۷)

لیکن اگر صدر کے پیسے چوری ہوگئے اور پتہ نہ چل سکے کہ چوری کسی اور نے کی ہے یا صدر خود ہضم کرگیا تو اب حکم یہ ہے کہ اس کو قسم دلائی جائے اگر قسم کھانے سے انکار کردے تو اس پر ضمان واجب ہے اور اگر قسم کھالے کہ چوری ہوگئی تو اس پر ضمان نہیں۔ جیسا کہ حضور صدر الشریعہ بدر الطریقہ حضرت علامہ مولانا مفتی محمد امجد علی اعظمی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ: مودَع کہتا ہے ودیعت ہلاک ہوگئی اور مالک اس کی تکذیب کرتا ہے (جھوٹا بتاتا ہے یعنی اس سے انکار کرتا ہے)، مالک کہتا ہے اس پر حلف دیا جائے (قسم دی جائے) حلف دیا گیا اس نے قسم کھانے سے انکار کردیا اس سے ثابت ہوا کہ چیز اس کے یہاں موجود ہے لہٰذا اس کو قید کیا جائے گا اُس وقت تک کہ چیز دیدے یا ثابت کردے کہ چیز نہیں باقی رہی۔ (بہار شریعت، ودیعت کا بیان، حصہ ۱۴ صفحہ ۴۶ مطبوعہ دعوت اسلامی) وَاللّٰہُ تَعَالٰی عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہٗ ﷺ أَعْلَمُ بِالصَّوَابِ۔

کتبہ

وکیل احمد صدیقی نقشبندی پھلودی

(چندہ کرکے زمین لیکر اسکا کرایہ مسجد میں لگا سکتے ہیں؟)

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مسئلہ:۔کیافرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ زید نے مسجد کے لیے چندہ اکٹھا کیا اسی چندے کے پیسے سے زمین خرید کر اس زمین کو کسی کو دے دے اور اس سے جو پیسہ آئے اس پیسے کو مسجد میں لگایا جائے ایسا کرنا جائز ہے کہ نہیں؟ دلائل کی روشنی میں جواب عنایت فرما کر شکریہ کہ موقع دیں۔

المستفتی: محمد جمیل احمد

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوہاب

مسجد کے چندے سے زمین خریدنے کی زید کو اگر اجازت ہے تو یہ جائز ہے۔فتاوی ہندیہ میں ہے:"متولی المسجد إذا اشتری بمال المسجد حانوتًا أو دارًا ثم باعها جاز إذا كانت له ولاية الشراء" متولی مسجد نے مسجد کے مال سے دکان یا گھر خریدا پھر بیچ دیا تو جائز ہے جبکہ اس کے لئے خریدنے کی اجازت ہو۔(فتاوی ہندیہ،کتاب الوقف،جلد ۲صفحہ ۴۱۷،مطبوعہ بولاق مصر المحمیۃ)

حضور صدر الشریعہ علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں کہ: مسجد کی آمدنی سے دکان یا مکان خریدنا کہ اس کی آمدنی مسجد میں صرف ہوگی اور ضرورت ہوگی تو بیع کردیا جائے گا یہ جائز ہے جبکہ متولی کے لئے اس کی اجازت ہو۔(بہار شریعت،حصہ ۱۰،صفحہ ۵۶۴ مطبوعہ دعوت اسلامی) واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہ

عبدالوکیل صدیقی نقشبندی

(جو مدرسہ کا روپیہ نہ دے اس پر کیا حکم ہے؟)

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مسئلہ:۔کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ جو شخص مدرسہ کا روپیہ کھا لیا ہو اور مانگنے پر نہ دیتا ہو اور نہ ہی دینے کا وعدہ کرتا ہو بلکہ یہ کہتا ہو جب ہوگا تب دونگا کبھی یہ کہتا ہے کہ اور لوگ بھی تو مدرسہ کا روپیہ لئے ہیں جب وہ دیں گے تب دونگا تو ایسے شخص کے بارے میں کیا حکم ہے؟ بینوا تو جروا

المستفتی:۔آزاد خان

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوہاب

مدرسہ کا روپیہ کھانا ناجائز وحرام ہے کہ یہ اس کی ملک نہیں ہے اللہ تعالیٰ قرآن میں ارشاد فرماتا ہے "وَلَا تَأْكُلُوْٓا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ" اور آپس میں ایک دوسرے کا مال ناحق نہ کھاؤ (کنزالایمان، سورہ بقرہ ۱۸۸)

نیز فرماتا ہے "يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ" اے ایمان والو آپس میں ایک دوسرے کے مال ناحق نہ کھاؤ۔ (کنزالایمان، سورہ نساء ۲۹)

ان دونوں آیات کریمہ سے صاف ظاہر ہوگیا کہ دوسرے کا مال باطل طریقوں سے نہیں حاصل کرنا چاہئے قرآن واحادیث میں سخت وعیدیں آئی ہیں۔حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی کریم ﷺ نے فرمایا "لا يدخل الجنة جسد غذي بالحرام"۔یعنی جو حرام کھائے گا جنت میں داخل نہ ہوگا۔(مشکوۃ)

ایک دوسری حدیث ہے "عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ جَحْشٍ، قَالَ كُنَّا جُلُوسًا عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَرَفَعَ رَأْسَهُ إِلَى السَّمَاءِ، ثُمَّ وَضَعَ رَاحَتَهُ عَلَى جَبْهَتِهِ، ثُمَّ قَالَ: سُبْحَانَ اللّٰهِ مَاذَا نُزِّلَ مِنَ التَّشْدِيدِ، فَسَكَتْنَا وَفَزِعْنَا فَلَمَّا كَانَ مِنَ الْغَدِ سَأَلْتُهُ: يَارَسُولَ اللّٰهِ مَا هٰذَا التَّشْدِيدُ الَّذِي نُزِّلَ؟ فَقَالَ: وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ، لَوْ أَنَّ رَجُلًا قُتِلَ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ، ثُمَّ أُحْيِيَ، ثُمَّ قُتِلَ، ثُمَّ أُحْيِيَ، ثُمَّ قُتِلَ وَعَلَيْهِ دَيْنٌ مَا دَخَلَ الْجَنَّةَ حَتَّى يُقْضَى عَنْهُ دَيْنُهُ، حضرت محمد بن جحش رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے، آپ نے اپنا سر آسمان کی طرف اٹھایا، پھر ہاتھ اپنی پیشانی پر رکھا، پھر فرمایا: سبحان اللہ! کتنی سختی نازل ہوئی ہے؟ ہم لوگ خاموش رہے اور ڈر گئے، جب دوسرا دن ہوا تو میں نے آپ سے پوچھا: اللہ کے رسول! وہ کیا سختی ہے جو نازل ہوئی؟ آپ نے فرمایا: قسم اس ذات کی، جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! اگر ایک شخص اللہ کی راہ میں قتل کیا جائے پھر زندہ کیا جائے، پھر قتل کیا جائے پھر زندہ کیا جائے، پھر قتل کیا جائے اور اس پر قرض ہو تو وہ جنت میں داخل نہ ہوگا جب تک اس کا قرض ادا نہ ہو جائے۔ (سنن نسائی حدیث نمبر ۴۶۸۴ / باب قرض داری کی مذمت)

لہذا ایسے شخص کو چاہئے کہ مدرسے کی رقم جتنا جلدی ہو سکے ادا کر دے زندگی اور موت کا کیا بھروسہ کب روح پرواز کر جائے۔ ایک بندۂ مومن کے لئے یہ زیبا نہیں دیتا کہ اس کی موت اس حال میں ہو کہ وہ قرض دار ہو جسکی وجہ سے جنت میں داخل نہ سکے۔

اور یہ کہنا کہ دیگر لوگ بھی باقی ہیں جب وہ دیں گے تب دونگا یہ بھی غلط ہے کہ ہمیں اپنی فکر کرنی چاہئے ہم اپنے آپ کو جہنم سے بچائیں دوسرا دے یا نہ دے ہمیں اس سے کیا تعلق بروز حشر نہ ہمیں ان کا بوجھ اٹھانا ہے اور نہ وہ ہمارا بوجھ اٹھائیں گے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے "وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ أُخْرٰى وَاِنْ تَدْعُ مُثْقَلَةٌ اِلٰى حِمْلِهَا لَا يُحْمَلْ مِنْهُ شَيْءٌ وَّلَوْ كَانَ ذَا قُرْبٰى" اور کوئی بوجھ اُٹھانے والی جان دوسری کا بوجھ نہ اُٹھائے گی اور اگر کوئی بوجھ والی اپنا بوجھ بٹانے کو کسی کو بلائے تو اس کے بوجھ میں سے کوئی کچھ نہ اُٹھائے گا اگرچہ قریب رشتہ دار ہو۔ (کنزالایمان سورہ فاطر ۱۸)

خلاصہ کلام یہ ہے کہ ایسے شخص کو نرمی سے سمجھایا جائے کہ رقم دے دے اور اگر سمجھانے پر بھی نہ دے تو اس کا سماجی بائیکاٹ کریں ارشاد ربانی ہے "وَاِمَّا یُنْسِیَنَّكَ الشَّیْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّکْرٰی مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ" اور جو کہیں تجھے شیطان بھلاوے تو یاد آئے پر ظالموں کے پاس نہ بیٹھ۔ (کنزالایمان، سورہ انعام ۶۸) واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہ

فقیر تاج محمد حنفی قادری واحدی

(مدرسہ میں کسی کو دفن کرنا کیسا ہے؟)

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مسئلہ:۔کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ میرے گاؤں میں ایک بزرگ صفت عالم باعمل حضرت الحاج محمد عاشق حسین نوری صاحب ہیں جنہوں نے مدرسہ قائم کیا ہے اب مدرسے کے مین گیٹ کے پاس جوکہ مدرسے کی زمین ہے انکی خواہش ہے کہ انکو وہیں دفن کیا جائے تو کیا مدرسے کی زمین میں انکو دفن کرسکتے ہیں یا اگر اس زمین کی قیمت دے دیں جتنی زمین خالی ہے تو پھر اس میں تدفین کرسکتے ہیں؟ بینوا توجروا

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوہاب

صورت مسئولہ میں اگر اس عالم صاحب نے ہی مدرسہ بنایا ہے اور انھوں نے مذکورہ جگہ کو وقف سے مستثنیٰ کرکے اپنے دفن کے لئے خاص کردی تو اس جگہ پر ان کی تدفین کرنا جائز ہے کیونکہ وہ زمین وقف نہیں ہوئی انہیں کی ملک ہے۔اور اگر انہوں نے اس طرح کی کوئی صراحت نہیں کی تو اس جگہ پر دفن کرنا جائز نہیں ہے، کیونکہ جو زمین جس غرض کے لئے وقف کی جائے اسے اس کے علاوہ میں صرف کرنا یا بیع کرنا جائز نہیں ہے "فإن الوقف لا یباع ولا یرھن اھ..

حضور فقیہ ملت مفتی جلال الدین احمد الامجدی علیہ الرحمہ نے تحریر فرمایا ہے کہ: عالم صاحب کا مدرسہ کی زمین میں دفن کرنے کی وصیت کرنا جائز نہیں ہے کہ مدارس کی زمینیں مردہ دفن کرنے کے لئے نہیں ہوتی ہیں بلکہ ان کی ضروریات کے لئے ہوتی ہیں۔اور جو چیز جس غرض کے لئے وقف کی گئی ہے دوسری غرض کی طرف اسے پھیرنا حرام ہے۔فتاوی امجدیہ جلد سوم صفحہ ۱۶ میں عالمگیری سے ہے:

لا یجوز تغییر الوقف عن ھیئتہ" پھر اسی کتاب کے صفحہ ٦، پر فتح القدیر سے ہے: الوا جب ابقاء الوقف علی ما کان علیہ " (فتاویٰ فقیہ ملت، جلد ۲ صفحہ ۱۳۳، مطبوعہ شبیر برادرز لاہور)

واللہ تعالیٰ أعلم بالصواب

کتبہ

عبدالوکیل صدیقی نقشبندی

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

(لا یجوز تغیر الوقف عن ھیئۃ)

وقف کو اس کی اصل حالت سے تبدیل کرنا نا جائز ہے۔(فتاوی عالمگیری ج ۲ ص ۴۹۰)

قبرستان کا بیان

۸ / فتاوی

ناشرین

جملہ اراکین مسائل شرعیہ

(قبرستان میں جگہ کم ہوتو قبریں مسمار کرسکتے ہیں؟)

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مسئلہ:۔کیافرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ ایک شہر میں قبرستان کثرت قبور کی وجہ سے بھر چکا ہے اور اس میں اکثر قدیم وجدید قبروں کے نشانات اب تک باقی ہیں۔اس قبرستان کے متولی نے نئی میتوں کی تدفین کے پیش نظر پرانی قبروں پر بلڈوزر چلوار کر قبرستان کو ہموار کردیا ہے اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ کیا متولی کا ایسا کرنا جائز ہے یا نہیں؟ **المستفتی**:۔حاجی محمد اقبال کھتری داہود

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوہاب

سب سے پہلے یہ مسئلہ واضح رہے کہ اگر وقعی قبرستان کثرت قبور کی وجہ سے بھر چکا ہو اور اس شہر میں دوسرا کوئی قبرستان بھی خالی نہ ہو جہاں مزید میتوں کی تدفین کی جاسکے تو ایسی صورت میں جگہ کی تنگی کی وجہ سے ان قبروں کو کھود کر وہاں ضرورتاً نئی قبریں بنانے کی اجازت ہوگی۔جیسا کہ فقہ کا مشہور قاعدہ ہے "انما الضرورات تبیح المحظورات" یعنی ضرورت کے وقت منع کردہ چیزیں بھی جائز ہوجاتی ہیں۔فتاوی رضویہ میں ہے:بوقت ضرورت قبر کھودنا جائز ہے جبکہ اس کے بغیر دوسری جگہ میسر نہ ہو۔

(فتاوی رضویہ مترجم ج۹ ص:۴۳۹)

البتہ جو باقیات پرانی قبر سے نکلیں گی انہیں اسی قبر میں ایک گوشے میں آڑ بنا کر رکھا جائے گا۔
لیکن مطلقاً مسماریِ قبر ضرور جرمِ عظیم ہے۔اس کی شریعت سے اجازت نہیں مل سکتی۔خواہ نشانِ قبر باقی ہو یا نہ ہو۔صرف ضرورتاً اجازت ہوتی ہے۔اگر قبرستان میں قدیم وجدید قبروں کے نشانات اب تک باقی ہوں اور اس شہر میں دوسرا کوئی قبرستان بھی موجود ہے جس میں مزید میتوں کی تدفین کی گنجائش بھی

ہو تو اب ضرورت متحقق ہی نہیں۔

لہذا ایسی صورت میں قبروں کو کھودنا اور ان میں نئی میتیں دفن کرنا از روئے شرع شریف قطعاً جائز نہیں اس میں قبور مسلمین کی بے حرمتی ہے جن چیزوں سے زندوں کو تکلیف ہوتی ہے ان چیزوں سے مردوں کو بھی تکلیف ہوتی ہے۔ اور بلا وجہ شرعی مسلمان کو تکلیف دینا ایذا پہنچانا حرام ہے جیسا کہ بہت سی احادیث مبارکہ میں ہے کہ قبر پر چلنے اس پر بیٹھنے سے میت کو تکلیف ہوتی ہے چنانچہ حضرت عمارہ بن حزم رضی اللہ تعالی عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں: حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے ایک قبر پر بیٹھے دیکھا فرمایا: یاصاحب القبر انزل من علی القبر لا توذی صاحب القبر ولا یو ذیك" یعنی اے قبر والے قبر سے اتر جانہ تو قبر والے کو اذیت دے نہ وہ تجھے۔ (مجمع الزوائد و منبع الفوائد، کتاب الجنائز رقم ۴۳۲۱)

اس سے معلوم ہوا کہ جب قبر پر بیٹھنے سے مردے کو تکلیف ہوتی ہے تو اسے کھودنے سے تو بدرجہ اولی تکلیف ہوگی اور بلا وجہ شرعی مسلمان کو تکلیف دینا حرام ہے فتاوی رضویہ میں ہے: مسلمان کو بغیر کسی شرعی وجہ کے تکلیف دینا قطعی حرام ہے اللہ تعالی نے فرمایا: وَ الَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ الْمُؤْمِنِیْنَ وَ الْمُؤْمِنٰتِ بِغَیْرِ مَا اكْتَسَبُوْا فَقَدِ احْتَمَلُوْا بُهْتَانًا وَّ اِثْمًا مُّبِیْنًا "اور جو ایمان والے مردوں اور عورتوں کو بے کئے ستاتے ہیں انہوں نے بہتان اور کھلا گناہ اپنے سر لیا۔ (سورہ احزاب ۵۸)

(فتاوی رضویہ ج ۲۴ ص ۴۲۶)

ابوداؤد و ابن ماجہ، سنن الکبری، دارقطنی، شرح مشکل الآثار اور متعدد کتب احادیث میں ہے: عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰہِ صَلَّی اللہ تَعَالَی عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَسَلَّمَ - قَالَ « كَسْرُ عَظْمِ الْمَيِّتِ كَكَسْرِهِ حَيًّا " حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میت کی ہڈیاں توڑنا زندہ کی ہڈیاں توڑنے کی طرح ہے۔ (سنن ابی داود، باب فی الحفار، حدیث نمبر ۳۲۰۷ ج ۳ ص ۲۱۲ مطبوعہ المکتبۃ العصریہ بیروت)

فتاوی تاتارخانیہ میں ہے:إذا صار المیت ترابا فی القبر یکرہ دفن غیرہ فی قبرہ لأن الحرمة باقیة" یعنی: اگر میت بالکل خاک ہو جائے، جب بھی اس کی قبر میں دوسرے کو دفن کرنا ممنوع ہے کہ حرمت اب بھی باقی ہے۔(فتاوی تاتارخانیہ،کتاب الجنائز باب القبر والدفن، ج ۳ ص ۷۵)

مفتی اعظم پاکستان حضرت مفتی محمد وقار الدین قادری امجدی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں: لیکن جب دوسرا قبرستان موجود ہے، اس میں جگہ بھی موجود ہو، اگرچہ دور ہو تو وہیں دفن کیا جائے گا۔(وقارالفتاویٰ، ج ۲ صفحہ ۳۷۶، ناشر بزم وقارالدین کراچی)

مذکورہ بالاتصریحات کی روشنی میں معلوم ہوا کہ اگر واقعی قبرستان بھر چکا ہے اور دوسرا کوئی قبرستان موجود نہ ہوتو ایسی صورت میں ضرورت کے پیش نظر پرانی قبر کھود کر نئی میت دفن کر سکتے ہیں اس میں کوئی حرج نہیں۔اگر کھدائی کے دوران جو باقیات پرانی قبر سے نکلیں انہیں اسی قبر میں ایک گوشے میں آڑ بنا کر رکھ دیا جائیں۔

ہاں اگر اس شہر کے دوسرے قبرستان میں خالی جگہ ہوتو اب ایسی صورت میں پرانے قبر کو کھولنا مردہ دفن کرنا ناجائز وحرام ہے۔رہی بات بلڈوزر چلانے کی تو یہ کسی صورت میں جائز نہیں اس میں قبور مسلمین کی اہانت ہے۔اور اہل قبور کو بلا وجہ تکلیف دینا ہے اگر اہل قبور بروز قیامت خدا کی بارگاہ میں اس تکلیف دہ امر کی شکایت کریں گے تو اور بھی سخت پکڑ ہوگی اور پھر کوئی چارہء کار نہ ہوگا۔اسلئے ایسا کرنے والا سخت گنہگار ہے اس پر اعلانیہ توبہ لازم ہے۔

اور وہ فوراً اللہ تبارک وتعالیٰ کی بارگاہ رحمت بار میں صدق دل سے توبہ و استغفار کریں اور غریبوں میں صدقہ وخیرات کر کے خدا کو راضی کریں امید ہے کہ اللہ تعالیٰ معاف فرمادے۔اور مسمار شدہ قبور کو درست کروائے اور آئندہ ایسی حرکت شنیعہ سے باز آئے ورنہ آخرت میں جواب دہ ہونا پڑے گا

۔واللہ تعالیٰ جل جلالہ ورسولہ الاعلیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اعلم بالصواب

کتبہ

سید محمد نذیر الہاشمی سہروردی

(جو قبرستان میں کھیتی کرے اس پر کیا حکم ہے؟)

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مسئلہ:۔کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ میں اس وقت جہاں امامت کرتا ہوں وہاں قبرستان میں جہاں پرانی قبریں تھیں وہاں پر بہت پیڑ بہت جھاڑی تھیں اس لئے گاؤں کے لوگوں کو کمیٹی والوں نے کھیتی کرنے کیلئے دے دیا اس میں آلو بینگن کی کھیتی کرتے ہیں اس وقف زمین یعنی قبرستان میں پرانی قبروں پر کھیتی کرنا کیسا ہے اور جن لوگوں نے کھیتی کرنے کو دیا انکے اوپر کیا حکم لگے گا اور سب کچھ یہ ایک عالم صاحب کی سرپرستی میں ہوا ان پر بھی کوئی حکم لگے گا یا نہیں اور جن لوگوں نے اس میں کھیتی کی ہے اور پیسے بھی خوب کمائے ہیں ان پر کوئی حکم لگے گا یا نہیں؟ بینوا وتوجرو

المستفتی:۔ محمد عظیم رضا تحصیل نگھاسن ضلع کھیری یوپی

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوہاب ھو الھادی الی الصواب

موقوفہ قبرستان میں کسی قسم کا تصرف جائز نہیں اور اس حال میں کہ جبکہ پہلے سے وہاں قبور مسلمین تھیں ان کو مسمار کیا گیا یا پھر یہ کہ قبور تھیں لیکن نشانات باقی نہ رہے تب بھی اس پر کھیتی کرنا اشد حرام ہے، یہ اموات مسلمین کو قصداً اذیت پہنچانا ہے، جتنے لوگ بھی موقوفہ قبرستان میں کھیتی کرنے کا مشورہ دینے میں شرکت کئے یا جو فی الوقت کھیتی کر رہے ہیں بالخصوص عالم صاحب جن کی سرپرستی میں یہ سب ہوا ان سب پر توبہ کرنا لازم وضروری ہے، وقف شدہ قبرستان میں جو کھیتی ہو رہی ہے اس کو جلد از جلد ختم کر کے قبرستان کو اپنی اصل حالت پر چھوڑ دیا جائے اگر یہ لوگ باز آجائیں تو ٹھیک، ورنہ مسلمانوں کے اوپر لازم ہے کہ ان تمام لوگوں کا بائیکاٹ کر دیں، اور مالِ وقف کی حفاظت کریں۔

حضرت امام فخر الدین حسن بن منصور قاضی خان رحمہ اللہ تعالی فرماتے ہیں: مقبرۃ قدیمۃ

لمحلة لم یبق فیها آثار المقبرة، هل یباح لأهل المحلة الانتفاع بها، قال أبو نصر رحمه الله تعالی: لا یباح" کسی محلے میں قدیمی قبرستان تھا اب اس قبرستان کے آثار نہ رہے تو کیا محلے والوں کے لیے اس سے نفع اٹھانا جائز ہے؟ تو حضرت ابونصر رحمہ اللہ تعالی فرماتے ہیں، یہ جائز نہیں ۔(فتاوی قاضی خاں، ج ۳ ص ۱۹۲ بیروت لبنان)

سرکار اعلی حضرت رحمہ اللہ تعالی فرماتے ہیں: مسلمانوں کا عام قبرستان وقف ہوتا ہے اور اس میں سوائے دفن کے اور تصرف کی اجازت نہیں اسے تجارت گاہ بنانا یا اس پر کھیت کرنا سب حرام ہے ۔فتاوی عالمگیری میں ہے:لا یجوز تغییر الوقف عن هیأته" وقف کی ہیئت کو تبدیل کرنا جائز نہیں ۔

اشباہ وغیرہا میں ہے:شرط الواقف کنص الشارع فی وجوب العمل به" واقف کی شرط وجوب عمل میں شارع علیہ الصلوۃ والسلام کی نص کی مثل ہے ۔اور مسلمان کی قبر کو کھودنا تو نہایت سخت شدید جرم ہے، اسلامی سلطنت ہو تو ایسا شخص سخت تعزیر کا مستحق ہے یہاں تک کہ سلطان اسلام کی اگر رائے ہو تو جو ایسی حرکات کا مرتکب ہوا کرتا ہو اسے سزائے قتل دے سکتا ہے، جو شخص ناحق پر اس کی تائید کرتے ہیں سب اسی کی طرح مرتکب جرم و مستحق سزا ہیں ۔قال اللہ تعالی " وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوٰنِ " گناہ اور زیادتی پر باہم مدد نہ دو ۔(سورہ مائدہ آیت ۲)

حدیث میں ہے نبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم فرماتے ہیں:من مشی مع ظالم لیعینه وهو یعلم انه ظالم فقد خلع من عنقه ربقة الاسلام " جو دانستہ کسی ظالم کی امداد کو چلے اس نے اپنی گردن سے اسلام کی رسی نکال دی ۔(فتاوی رضویہ ج ۱۶ ص ۵۴۱ / رضا فاؤنڈیشن لاہور)

بہار شریعت میں ہے:مسلمانوں کا قبرستان ہے جس میں قبر کے نشان بھی مٹ چکے ہیں ہڈیوں کا بھی پتہ نہیں جب بھی اس کو کھیت بنانا یا اس میں مکان بنانا ناجائز ہے اور اب بھی وہ قبرستان ہی ہے، قبرستان کے تمام آداب بجالائے جائیں ۔(ج ۲ ص ۵۶۵ / مکتبہ دعوت اسلامی) واللہ تعالی اعلم بالصواب

کتبہ

محمد معراج رضوی واحدی

(قبرستان سے گھیکوار سے پودا لانا کیسا ہے؟)

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مسئلہ:۔کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ ہمارے یہاں کرناٹک میں جب کوئی انتقال کرتا ہے تو گھر والے قبر کے اوپر گھیکوار کا پودا لگاتے ہیں جو بعد میں بڑھ کر قبر کرار گرد کھالی جگہ میں بھی پھیل جاتا ہے۔ یہ عام رواج ہے طب یونانی میں گھیکوار سے دوائیں تیار کی جاتی ہیں بیجاپور شہر میں باقی جگہوں پر بھی تو ہمیں گھیکوار ضرورت بھر کا نہیں ملتا اگر ہم گھیکوار قبرستان سے لاکر دوا بنائیں تو شریعت کی رو سے یہ عمل درست ہوگا یا نہیں؟ جبکہ قبرستان کے جو ذمہ داران ہیں وہ ہمیں گھیکوار دینے کیلئے تیار ہیں۔ دوسری بات آیا قبرستان کا گھیکوار پیسے دے کر خرید سکتے ہیں یا نہیں؟ اس پر کسی کی تملیک ثابت ہوگی یا نہیں؟ اگر فری میں دے تو کیا حکم ہے؟ یہ بات ذہن میں رہے کہ گھیکوار دوسری جگہ سے ہماری ضرورت کے مطابق نہیں مل سکتا کرم فرمائیں نوازش ہوگی۔

المستفتی: ۔فقیر صدام حسین رضوی بیجاپور کرناٹک

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوہاب

قبرستان میں جو حضرات اپنے مرحومین کی قبر کے اوپر پودا لگاتے ہیں یہ ان کی ملکیت ہوجاتی ہے اگرچہ وقفی قبرستان ہو۔ تو انکی اجازت کے بغیر کسی کو اس میں تصرف جائز نہیں سرکار اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ تحریر فرماتے ہیں کہ قبرستان اگرچہ وقف ہو مگر درخت جو اس میں لگائے جائیں اگر لگانے والا تصریحاً یہ کہہ بھی دے کہ میں نے ان کو قبرستان پر وقف کیا جب بھی وقف نہ ہوں گے اور لگانے والے ہی کی ملک رہیں گے، اس کی اجازت کے بغیر دوسروں کو ان میں تصرف جائز نہیں، اور

اس کو اختیار ہے کہ اس کی لکڑی کاٹے یا جو چاہے کرے بلکہ اگر ان کے سبب مقابر پر زمین تنگ کردے تو اسے مجبور کیا جائے گا کہ درخت کاٹ کر زمین خالی کردے (والمسئلة فی الهندية وغيرها) فتاوی ہندیہ وغیرہ میں یہ مسئلہ موجود ہے۔ (فتاوی رضویہ جلد ۱۶ صفحہ نمبر ۱۵۸/۱۵۹)

ایک دوسری جگہ تحریر فرماتے ہیں (وفی الهندية عن الواقعات الحسامية فيما اذا لم يعلم الغارس، الحكم فی ذلك الى القاضی ان رأی بيعها وصرف ثمنها الى عمارة المقبرة فله ذلك) اھ۔ عالمگیری اور واقعات حسامیہ میں ہے: اگر قبرستان میں درخت لگانے والے کا پتہ نہ چلے تو قاضی اپنی صوابدید پر اس کو بیچ کر اس کی قیمت قبرستان کی درستگی میں صرف کرسکتا ہے۔ (فتاوی ہندیہ کتاب الوقف الباب الثانی عشر نورانی کتب خانہ پشاور ۲/ ۴۷۴)

(وقال فی الخانية قبله نبت الاشجار بعد اتخاذ الارض مقبرة فان علم غارسها كانت للغارس وان لم يعلم فالرأی للقاضی ان رأی ان يبيع الاشجار وتصرف ثمنها الى عمارة المقبرة فله ذلك، وتكون فی الحكم كانها وقف) خانیہ میں ہے: زمین کو مقبرہ بنانے کے بعد اس میں درخت اگ آئے، لگانے والا معلوم ہو تو وہ اسی کا ہے۔ اور لگانے والا معلوم نہ ہو تو رائے قاضی کی ہے اسے بیچ کر قبرستان کی مرمت میں لگا سکتا ہے۔ اس کا حکم وقف ہی کا ہے۔ (فتاوی قاضی خاں کتاب الوقف فصل فی الاشجار نولکشور لکھنو ۴/ ۷۲۴)

(قلت ای فی انه مال مصروف الى وجوه البر اما الوقف فلا لما فی الخانية ايضا، رجل جعل ارضه مقبرة وفيها اشجار عظيمة، قال الفقيه ابوجعفر رحمه الله تعالى وقف الاشجار لايصح فتكون الاشجار للواقف ولورثته ان مات، و كذا البناء فی الدار التی جعلها مقبرة) مطلب یہ ہے کہ جس طرح وقف ایک ایسا مال ہے جو مصارف خیر کے لئے ہی ہے اسی طرح اس درخت کا مصرف بھی مصارف خیر ہیں، وہ درخت خود وقف نہیں ہوجاتا۔ اسی خانیہ میں ہے: ایک آدمی نے زمین مقبرہ کے لئے وقف کی

جس میں درخت ہیں، فقیہ ابوجعفر کا فرمان ہے کہ چونکہ درختوں کا وقف صحیح نہیں اس لئے وہ درخت واقف کے ہوں گے، اور وہ مرگیا تو اس کے ورثہ کی ملک ہوں گے، اور یہی حکم اس کمرہ کا ہے جو ایسے دار میں ہو جس کو مقبرہ کر دیا گیا ہو۔ (فتاوی قاضی خاں کتاب الوقف فصل فی المقابر والربات نور لکشور لکھنؤ ۴/ ۷۲۵ بحوالہ فتاوی رضویہ جلد ۲۰ صفحہ نمبر ۵۵۰/ ۵۵۱)

نیز فرماتے ہیں کہ قبرستان میں پیڑ جس نے لگائے ان کی لکڑی اور مقبرہ جس نے بنوایا اس کی اینٹیں اس لگانے بنوانے والے کی ملک ہے وہ جو چاہے کرے۔ (فتاوی رضویہ جلد ۹ ص ۴۱۳)

ان مذکورہ عبارت سے معلوم ہوا کہ پودا، لگانے والی کی ملک ہے بغیر اس کی اجازت کے کوئی نہیں دے سکتا خواہ مفت میں ہو یا قیمت لیکر اور پودا لگانے والے کو اختیار ہے خواہ وہ مفت میں یا قیمت لیکر، ادھار دے یا نقد البتہ خاص کے قبر کے اوپر جو پودا ہو اسے نہیں توڑنا چاہئے کہ مکروہ ہے جیسا کہ فتاوی عالمگیری میں ہے (یکرہ قطع الحطاب و الحشیش من المقبر) یعنی قبرستان کے گھاس یا لکڑی توڑنا مکروہ ہے۔ (بحوالہ فتاوی امجدیہ جلد اول صفحہ ۳۲۱)

مکروہ کی وجہ یہ ہے کہ ہر تر شی اللہ تعالی کی حمد کرتی ہے جیسا کہ ارشاد ربانی ہے (اِنۡ مِّنۡ شَیۡءٍ اِلَّا یُسَبِّحُ بِحَمۡدِہٖ وَلٰکِنۡ لَّا تَفۡقَھُوۡنَ تَسۡبِیۡحَھُمۡ) اور کوئی چیز نہیں جو اسے سراہتی (تعریف کرتی) ہوئی اس کی پاکی نہ بولے ہاں تم ان کی تسبیح نہیں سمجھتے۔ (کنز الایمان، سورہ بنی اسرئیل، آیت نمبر ۴۴)

اس آیت کے تحت سید مولانا نعیم الدین مراد بادی علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہر زندہ چیز اللہ تعالی کی تسبیح کرتی ہے اور ہر چیز کی تسبیح اس کے حسب حیثیت ہے۔ (خزائن العرفان زیر آیت مذکورہ)

اور جب تر شی تسبیح کرتی ہے تو اسکی تسبیح سے مردے کو فائدہ پہونچتا ہے گناہ گار کی مغفرت ہو جاتی ہے یعنی عذاب میں تخفیف ہو جاتی ہے اور نیکو کار کے درجات بلند ہوتے ہیں جیسا حدیث شریف میں ہے (عَنِ بْنِ عَبَّاسٍ قَالَ مَرَّ النَّبِیُّ ﷺ بِحَائِطٍ مِنْ حِیْطَانِ الْمَدِیْنَةِ اَوْ مَکَّةَ فَسَمِعَ

صَوْتَ اِنْسَانَیْنِ یُعَذِّبَانِ فِی قُبُوْرِهِمَا فَقَالَ النَّبِیُّ ﷺ یُعَذَّبَان وَ مَا یُعَذَّبَانِ فِیْ کَبِیْرٍ ثُمَّ قَالَ بَلٰی کَانَ اَحَدُهُمَا لَا یَسْتَتِرُ مِنْ بَوْلِهٖ وَکَانَ الْاٰخَرُ یَمْشِیْ بِالنَّمِیْمَةِ ثُمَّ دَعَا بِجَرِیْدَةٍ فَکَسَرَهَا کِسْرَتَیْنِ فَوَضَعَ عَلٰی کُلِّ قَبْرٍ مِّنْهُمَا کِسْرَةً فَقِیْلَ لَهٗ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ لِمَ فَعَلْتَ هٰذَا قَالَ لَعَلَّهٗ اَنْ یُّخَفَّفَ عَنْهُمَا مَا لَمْ تَیْبَسَا) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ مدینہ طیبہ یا مکہ معظمہ کے باغات میں سے کسی باغ میں تشریف لے گئے تو دو آدمیوں کی آواز سنی جن پر انکی قبر میں عذاب ہو رہا تھا، آپ نے فرمایا ان دونوں پر عذاب ہو رہا ہے مگر کسی بڑی بات پر نہیں پھر فرمایا ہاں (یعنی خدائے تعالیٰ کے نزدیک بڑی بات ہے) ان میں سے ایک تو اپنے پیشاب کے چھینٹوں سے نہیں بچتا تھا اور دوسرا چغلی کیا کرتا تھا پھر آپ نے کھجور کی ایک تر شاخ منگوائی اور اسکے دو ٹکڑے کئے اور ہر ایک کے قبر پر ایک ایک ٹکڑا رکھ دیا حضور سے عرض کیا گیا یا رسول اللہ! ﷺ یہ آپ نے کیوں کیا؟ فرمایا کہ جب تک یہ شاخیں خشک نہ ہو جائیں ان دونوں پر عذاب کم رہے گا۔ (بخاری جلد اول صفحہ ۳۴/۳۵ کتاب الوضو)

لہذا قبر کے اوپر جو تر پودا یا گھاس ہو اسے نہیں توڑنا چاہئے اگر چہ مالک اجازت دے دے اور جو پودا و بر کے خاص اوپر نہ ہو بلکہ ارد گرد ہو وہ مالک کی اجازت سے لے سکتے ہیں۔

واللہ اعلم بالصواب

کتبہ

فقیر تاج محمد قادری واحدی

(قبرستان کی کھالی جگہ پر کھیتی کرنا کیسا ہے؟)

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مسئلہ:۔کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ قبرستان کی ۳۵ / ایکڑ زمین خالی ہے حالانکہ وہ قبرستان کی ہی جگہ ہے تو کیا اس زمین پر کھیتی کر سکتے ہیں؟ جواب عنایت فرمائیں۔

المستفتی: حافظ طفیل احمد

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوہاب

وقف جب درست اور تام ہو جائے تو موقوفہ چیز تا قیامت واقف کی ملکیت سے خارج ہو کر اللہ تعالیٰ کی ملکیت میں داخل ہو جاتی ہے، اس کے بعد کسی کے لئے اس کی خرید و فروخت کرنا، یا ہبہ کرنا، یا کسی کو مالک بنانا یا اس سے کسی قسم کا ایسا فائدہ حاصل کرنا جو وقف کی جہت کے خلاف ہو جائز نہیں ہے، اور چونکہ واقف نے جس زمین کو جس جہت اور مقصد کے لیے وقف کیا ہے اس کو اسی مقصد کے لیے استعمال کرنا ضروری ہے، لہذا اگر واقف نے قبرستان کے لیے ہی مذکورہ زمین وقف کی ہے تو مذکورہ زمین پر کسی شخص کا زراعت وغیرہ کے ذریعہ کسی بھی قسم کا فائدہ حاصل کرنا جائز نہیں ہے۔ البتہ اگر واقف نے اس نیت سے وقف کی کہ اس سے زراعت وغیرہ کے ذریعے آمدنی حاصل کر کے وہ آمدنی قبرستان پر صرف کی جائے تو اس زمین پر کھیتی کرنا جائز ہے۔ حضرت علامہ مفتی جلال الدین احمد الامجدی علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں کہ: قبرستان جو دفن میت کے لئے وقف ہوا کرتا ہے اسے دوسرے کام میں لانا جائز نہیں ہے" ردالمحتار جلد سوم صفحہ ۴۲۸ / پر ہے: الواجب ابقاء الوقف علی ما کان علیہ" اور فتاوی عالمگیری جلد دوم صفحہ ۴۹۰ / پر ہے: **لایجوز تغییر الوقف**" (فتاوی فقیہ ملت،

جلد ۲، صفحہ ۱۸۵ /مطبوعہ شبیر برادرز لاہور)

اور فتاویٰ مرکز تربیت افتاء میں فتاویٰ رضویہ شریف کے حوالہ سے ہے کہ: وقف کی تبدیل جائز نہیں، جو چیز جس مقصد کے لیے وقف ہے اسے بدل کر دوسرے مقصد کے لیے کر دینا روا نہیں۔(جلد ۲، صفحہ ۲۱۲، مطبوعہ فقیہ ملت اکیڈمی) واللہ تعالیٰ عزوجل أعلم بالصواب

کتبہ

عبدالوکیل صدیقی نقشبندی

(قبر پر درخت لگانا کیسا ہے؟)

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مسئلہ:۔کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ قبر پر درخت لگانا کیسا ہے؟ اگر لگا سکتے ہیں تو کونسا لگانا چاہیئے۔ **المستفتی:** محمد غلام مصطفے رضا رضوی ونوبا بھاوے نگر ناگپور مہاراشٹر الھند

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوہاب

خاص قبر کے اوپر درخت لگانا منع ہے کہ اس کی جڑ سے قبر پھٹنے یا صاحب قبر کو ایذا پہونچنے کا.اندیشہ البتہ قبر سے ہٹ کر کوئی بھی درخت لگا سکتے ہیں کوئی حرج نہیں۔

جیسا کہ سرکار اعلٰی حضرت امام احمد رضا علیہ الرحمہ سے سوال ہوا کہ: قبر پر درخت لگانا، دیوار کھینچنا، یا قبرستان کی حفاظت کے لئے اس کے چاروں طرف جس میں قدیم قبریں بھی ہیں محاصرہ کرنا جائز ہے یا نہیں؟ تو آپ نے جواب میں ارشاد فرمایا کہ: حفاظت کے لئے حصار بنانے میں حرج نہیں اور درخت اگر سایہ زائرین کے لئے ہو اچھا ہے مگر قبرستان سے جدا ہو۔(فتاوی رضویہ، جلدنہم،ص ۴۱۳)

اور اگر پھول وغیرہ کاوہ پودہ لگانا چاہیں جس سے قبر یا صاحب قبر کو نقصان نہ پہونچے کوئی حرج نہیں کہ خاص قبر پر بھی لگا سکتے ہیں کہ جب تک ہرے رہیں گے مردے کے عذاب میں تخفیف پیدا کریں گے۔ جیسا کہ حضرت علامہ مفتی احمد یار خاں نعیمی علیہ الرحمہ مشکوۃ شریف کے حوالے سے نقل فرماتے ہیں کہ: اللہ کے رسول ﷺ کا دو قبروں کے پاس سے گزر ہوا فرمایا کہ دونوں میتوں کو عذاب ہو رہا ہے ان میں سے ایک تو پیشاب کی چھینٹوں سے نہیں بچتا تھا اور دوسرا چغلی کیا کرتا تھا ثم اخذ جریدۃ رطبۃ فشقھا نصفین ثم غرز فی کل قبر واحدۃ قالوا یا رسول اللہ لم

صنعت ھذا فقال لعله ان یخفف عنھما مالم ییبسا پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہری ٹہنی لی اور اس کے دو ٹکڑے فرمائی پھر ہر قبر پر ایک ایک نصب کر دی صحابہ نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ آپ نے ایسا کیوں کیا؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا جب تک یہ خشک نہ ہوں تب تک ان کے عذاب میں کمی ہوتی رہے اس حدیث کی شرح میں امام نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہا گیا ہے کہ اس لئے عذاب کم ہوگا کہ جب تک تر رہیں گی تسبیح پڑھیں گی۔ (جاء الحق، ح اول، ص ۲۳۹)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہ

محمد فرقان برکاتی امجدی

(قبرستان کی رقم کو مسجد میں استعمال کرنا کیسا ہے؟)

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مسئلہ:۔کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ قبرستان کے پیڑ پودھوں وغیرہ کی رقم مسجد میں لگانا کیسا ہے؟ کرم فرما کر شریعت کی روشنی میں جواب پیش فرمائیں۔ **المستفتی: محمد طالب رضا**

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب بعون الملک الوہاب

قبرستان میں اگر کسی نے پیڑ پودے لگائے ہیں تو وہ جو چاہے کرے اور اگر مالک کا پتا نہیں یا درخت خود اگے ہیں تو ان کو فروخت کرکے اس کی رقم مسجد میں لگانا بلاشبہ جائز ہے۔

اسی طرح ایک سوال کے جواب میں مجدد اعظم ہند حضور اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان فاضل بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: قبرستان میں پیڑ جس نے لگائے ان کی لکڑی اور مقبرہ جس نے بنوایا اس کی اینٹیں اس لگانے بنوانے والے کی ملک ہے وہ جو چاہے کرے، اور اگر مالک کا پتا نہیں یا درخت خود رَو ہیں تو مسجد میں صرف کرسکتے ہیں۔(فتاویٰ رضویہ جلد ۹ صفحہ ۴۱۳،رضا فاؤنڈیشن لاہور)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہ

فقیر محمد معصوم رضا نوری عفی عنہ

(کیا قبرستان میں درخت لگانے والا کاٹ سکتا ہے؟)

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مسئلہ:۔کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ ہماری بستی میں ایک شخص ہے زید اس کا گھر قبرستان کے پاس ہے اس نے قبرستان میں بہت سارا درخت لگایا ہے اور اب وہ ان درختوں سے کچھ درختوں کو کاٹنا چاہتا ہے تو کیا وہ کاٹ سکتا ہے؟ گاؤں والے کاٹنے نہیں دے رہے ہیں جھگڑا کر رہے ہیں زید سے۔برائے کرم اس مسئلے کو حل فرمائیں۔ **المستفتی**:۔حشمت رضا قادری پتہ اڑیسہ

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب بعون الملک الوہاب

اگر زید نے وہ درخت قبرستان کے پیسے سے یا اپنے ہی پیسے سے قبرستان کے لئے لگایا یا وہ خود بخود اگ ائے تو ان تمام صورتوں میں وہ درخت وجھاڑ قبرستان کے ہیں۔اور اگر زید نے اپنے لئے لگائے یا کچھ نیت نہ کی تو مالک زید ہے اور زید کو اس میں تصرف کا اختیار بھی ہے جیسا کہ فتاویٰ ہندیہ کتاب الوقف میں ہے:مقبرۃ علیہا اشجار عظیمۃ ان اعلم لہا غارس کانت للغارس اھ ملخصا" (ج دوم صفحہ ۴۷۳/بحوالہ فتاویٰ مرکز تربیت افتاء کتاب المقبرۃ صفحہ ۲۰۸/۲۰۹)

اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ تحریر فرماتے ہیں کہ: قبرستان اگر چہ وقف ہو مگر درخت جو اس میں لگائے جائیں وہ لگانے والوں ہی کی ملک رہیں گے ان کو اختیار ہے کہ اس کی لکڑیوں کو کاٹیں یا جو چاہیں کریں بلکہ اس کے سبب مقابر پر تنگی کر دے تو اسے مجبور کیا جائے گا کہ وہ درخت کاٹ کر زمین خالی کر دے۔(فتاوی رضویہ جلد ششم صفحہ ۳۵۱)

صورت مسئولہ میں قبرستان میں جو درخت زید نے لگایا اگر وہ قبرستان کے پیسے سے لگایا یا اپنے

ہی پیسے سے لگایا مگر قبرستان کے لئے لگایا یا وہ خود بخود اگ ائے تو ان تمام صورتوں میں وہ درخت قبرستان کے ہیں اس میں زید کو تصرف کی اجازت نہیں گاؤں والوں کا قبرستان کے درخت کو کاٹنے سے زید کو منع کرنا درست ہے اور اگر زید نے اپنے لئے لگایا یا کچھ نیت نہ کی تو اس درخت کا مالک زید ہے ان درختوں کی لکڑیوں کو کاٹ کر زید اپنے کام میں لاسکتا ہے زید کو درخت کاٹنے سے گاؤں والوں کا منع کرنا غلط ہے۔ واللہ اعلم بالصواب

کتبہ

ابوالاحسان قادری رضوی ارشدی غفرلہ

(قبرستان میں گھر بنالیا تو کیا حکم ہے؟)

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مسئلہ:۔کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ اگر کسی شخص نے قبرستان میں جان بوجھ کر یا انجانے میں گھر بنالیا یا قبرستان میں ایک روم چلا گیا تو اب وہ شخص کیا کرے روم توڑ دے یا رہنے دے؟ جواب ارسال فرما کر شکریہ کا موقع عنایت فرمائیں **المستفتی**:۔انوار زہری

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب بعون الملک الوہاب

اگر وقفی قبرستان ہے تو کسی صورت میں بھی اس پر مکان بنانا جائز نہیں اگر بنالیا ہے تو اس کو توڑنا لازم ہے ہاں اگر ملکی قبرستان ہے اور مالک کی بغیر اجازت اس میں دفن کر دیا گیا تو مالک قبرستان میت کے گھر والوں سے کہے کہ اپنا مردہ نکال لو مالک کو اختیار ہے قبر باقی رکھے یا نہیں اور اگر اس کی اجازت سے مردہ دفن کیا گیا یا اسی نے اپنے گھر کے مردوں کو دفن کیا ہو تو اس صورت میں قبر پر دیوار بنانا یا قبر پر بیٹھنا سونا چلنا پھرنا حرام ہے ہاں اگر قبر کے چاروں طرف دیوار کھڑی کر دے اور اوپر چھت ڈال دے اس طرح کے چھت اور قبر کے مابین کچھ فاصلہ رہے تو اب قبر کی چھت پر آنا جانا نماز پڑھنا جائز ہے !حضور صدر الشریعہ علیہ الرحمہ فرماتے ہیں مسلمانوں کا قبرستان ہے جس میں قبر کے نشان بھی مٹ چکے ہیں ہڈیوں کا بھی پتہ نہیں جب بھی اس کو کھیت بنانا یا اس میں مکان بنانا ناجائز ہے اور اب بھی وہ قبرستان ہی ہے قبرستان کے تمام آداب بجالائے جائیں۔(بہار شریعت جلد دوم صفحہ ۵٦٦ مکتبہ دعوت اسلامی)

تاج الفقہا حضرت علامہ مفتی محمد اختر حسین قادری دامت برکاتھم القدسیہ فرماتے ہیں (موقوفہ قبرستان میں) شادی محل یا مدرسہ تعمیر کرنے والے ظالم و جفا کار مستحق نار و غضب جبار اور اموات مسلمین کو

ایذاء پہنچانے والے سخت مجرم وگنہگار ہیں ان پر توبہ و استغفار لازم ہے اور قبور مسلمین پر بنی عمارتوں کو منہدم کر دینا واجب ہے ۔(فتاوی علیمیہ جلد دوم صفحہ ۵۲۳ مکتبہ امجدیہ دھلی)

حضور صدر الشریعہ علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ دوسرے کی زمین میں بلا اجازتِ مالک دفن کر دیا تو مالک کو اختیار ہے خواہ اولیائے میّت سے کہے اپنا مردہ نکال لو یا زمین برابر کر کے اس میں کھیتی کرے ۔(بہار شریعت جلد اول صفحہ ۸۴۷ مکتبہ دعوت اسلامی)

فتاوی علیمیہ میں ہے اگر وہ زمین قبرستان کے لئے وقف نہیں تھی تو اس پر مسجد بنانا جائز ہے البتہ جتنے حصہ پر مسلمانوں کی قبریں ہیں ان کے چاروں طرف نیچے سے دیوار کھڑی کر کے اس پر اس طرح چھت ڈھال دیں کہ چھت کا اوپری حصہ اور مسجد کا فرش ایک برابر ہو جائے اور چھت کا نچلا حصہ قبروں سے نہ ملے بلکہ چھت اور قبروں کے درمیان کچھ جگہ خالی رہے ۔(جلد دوم صفحہ ۵۰۵ مکتبہ امجدیہ مٹیا محل دھلی)واللہ تعالی اعلم بالصواب

کتبہ

محمد معراج رضوی

(تفصیلی فہرست)

(تفصیلی فہرست)

(تفصیلی فہرست)

(تفصیلی فہرست)

(تفصیلی فہرست)

(تفصیلی فہرست)

(تفصیلی فہرست)

(تفصیلی فہرست)

(تفصیلی فہرست)

	(طلاق مغلظہ کا بیان)	
1	(تین دفعہ کہا میں نے تجھے طلاق دی تو؟)	۲۳۹
2	(ہم تم کو طلاق دیتے ہیں سے طلاق ہوگی؟)	۲۴۱
3	(ایک ساتھ تین طلاق دینے سے کتنی طلاق واقع ہوگی؟)	۲۴۳
4	(شوہر نے تین طلاق دی اور بیوی نے ایک سنی تو کیا حکم ہے؟)	۲۴۴
5	(طلاق مغلظہ کے بعد بیوی کو رکھنا کیسا ہے؟)	۲۴۵
6	(تین بار کہا چھوڑ دیا تو کیا حکم ہے؟)	۲۴۷
7	(مطلقہ بیوی کو گھر میں رکھنا کیسا ہے؟)	۲۴۸
8	(کہا دو طلاق، تین، جا تو کون سی طلاق پڑی؟)	۲۵۰
9	(سسر سے تین بار طلاق کہا تو؟)	۲۵۲
10	(باپ کے سامنے بیوی کو طلاق طلاق طلاق کہا تو کیا حکم ہے؟)	۲۵۵
11	(شوہر نے تین مرتبہ کہا کہ تجھے چھوڑا تو کیا حکم ہے؟)	۲۵۶
12	(تین بار کہا فارغ کرتا ہوں تو طلاق واقع ہوگی؟)	۲۵۷
13	(طلاق طلاق طلاق ریکارڈ کر کے بھیجا تو؟)	۲۵۹
14	(پانچ بار کہا جاؤ تم کو جواب دے دئے تو کیا حکم ہے؟)	۲۶۲
15	(طلاق مغلظہ کے بعد بیوی کو کیسے رکھے؟)	۲۶۵
16	(طلاق مغلظہ کے بعد بچہ پیدا ہوا تو ثابت النسب ہوگا یا نہیں؟)	۲۶۶
17	(حلالہ کا طریقہ کیا ہے؟)	۲۶۸

(تفصیلی فہرست)

(تفصیلی فہرست)

(تفصیلی فہرست)

(تفصیلی فہرست)

(تفصیلی فہرست)

(تفصیلی فہرست)

(تفصیلی فہرست)

(اہم گزارش)

آپ حضرات کو معلوم ہو کہ گزشتہ سال ۲۱۰،مربع فٹ جگہ شہر پونہ میں دار الافتاء و مدرسہ کے لئے اپنی ذاتی رقم سے لیا تھا پھر چندہ بھی کیا تھا آپ لوگوں نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔اور ممبئی پونہ کرنا ٹک جا کر چندہ کیا جو تقریبا دو لاکھ ہوا تھا۔چونکہ جگہ کم تھی اس لئے اس بار ۲۱۰،مربع فٹ اور لیا ہوں یعنی ٹوٹل ۱۴/۳۰ کی جگہ ہوگئی ہے یعنی ۴۲۰،مربع فٹ جگہ ہے ایک لاکھ رقم دینا باقی ہے اس کے بعد رجسٹری ہو جائے گی۔

لہذا آپ حضرات اس بار بھی بڑھ چڑھ کر تعاون کریں تا کہ عید بعد تعمیری کام شروع کروا سکوں۔اس عبارت کے نیچے اسکین لگا ہوا ہے آپ اسکین کے ذریعہ بھیج سکتے ہیں نیز نمبر پے فون پے گو گل پے چالو ہے۔رقم لگانے کے بعد اسکرین شارٹ واٹس ایپ پر ضرور بھیجیں۔

الملتمس

فقیر تاج محمد قادری واحدی

Gogalepay
Phonepay
9984820639
Tajmohammad